کتاب نمبر

قصہ گو حضرات کی غیر مستند
تحریروں اور تقریروں پر مشتمل
الخصائص الکبری
ضعیف
اور
من گھڑت
واقعات
www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

ضعیف اور من گھڑت واقعات

جمع وترتیب | حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت | مارچ ۲۰۰۹ء
مطبعہ | چاچا حمید پرنٹرز
ناشر | نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA
Haq Street Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو (سورۃ الحجرات)

سلسلہ
ضعیف اور موضوع روایات 2

قصہ گو حضرات کی غیر مستند تحریروں اور تقریروں پر مشتمل

ضعیف اور من گھڑت واقعات

جمع و ترتیب

حافظ محمد انور زاہد حفظہ اللہ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
7321865
Web: nomanibookss.com, E-Mail: nomania2000@hotmail.com

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست

رسول اللہ ﷺ کا مختلف پشتوں میں منتقل ہونا

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے۔ آپ نے فرمایا میں آدم کی پشت میں تھا۔ اور آدم جب زمین پر اتارے گئے تب بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ اور میں اپنے باپ نوح کی پشت میں تھا جب میں کشتی میں سوار ہوا اور میں آگ میں ڈالا گیا ابراہیم کی پشت میں اور میرے ماں باپ کبھی زنا پر جمع نہیں ہوئے۔ اس طرح میں پاک پشتوں کے ذریعہ پاک اور مہذب رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

جب بھی خاندان کی دو نسلیں پھوٹیں تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ پھر اللہ نے مجھ سے نبوت کا عہد لیا۔ اور تورات میں میری بشارت دی اور انجیل میں میرا نام روشن کیا۔ میرے چہرے کی روشنی سے زمین چمکتی ہے۔ اور آسمان مجھے دیکھنے کے لئے بے تاب رہتا ہے۔ اور میرے نام کی برکت سے اللہ تعالیٰ آسمانوں میں چڑھا۔ اور اپنے ناموں میں سے میرا نام مشتق کیا۔ پس عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ الحدیث

یہ حدیث موضوع ہے اسے بعض قصہ گوؤں نے وضع کیا ہے۔ اور ہناد بن ابراہیم کو ثقہ قرار نہیں دیا جاتا۔ ہوسکتا ہے کہ ہناد کے شیخ علی بن محمد بن بکران نے اسے وضع کیا ہو یا علی بن محمد کے شیخ خلف بن محمد بن شیخ نے اسے وضع کیا ہو۔

حتیٰ کہ علی بن عاصم کہتے ہیں۔ ہم یزید بن ہارون کو ہمیشہ جھوٹا سمجھتے رہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ لیکن تب بھی یہ کام متاخرین کے زیادہ لائق ہے۔

اس طرح سے اس روایت کا واضع عباس ہے۔ (الموضوعات لا بن جوذی ج ۱

ص ۴۸۱)

من گھڑت ہے۔ دیکھیں۔ الفوائد المجموعه فی الاحادیث الضعیفة والموضوعة کتاب فضائل النبی ﷺ رقم الحدیث (۹۹۸) امام شوکانی کہتے ہیں اس کو بعض قصہ گو واعظین نے گھڑا ہے۔

آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا کی

مستدرک حاکم وغیرہ میں روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے غلطی کا ارتکاب ہوا (بھول کر ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا) تو آدم کہنے لگے اے اللہ میں محمد کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے محمد ﷺ کو کیسے جانا ہے۔ جبکہ میں نے اس کو ابھی پیدا ہی نہیں کیا تو آدم نے کہا جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر میں نے دیکھا تو (ان پر) لکھا ہوا تھا (لا الٰه الا لله محمد رسول الله) تو میں نے سمجھا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس کا نام ملایا ہے وہ تجھے ساری مخلوق سے زیادہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا بلاشبہ وہ (محمد ﷺ) مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ تو مجھ سے اس کے وسیلے سے دعا کر بے شک میں نے تجھے معاف کر دیا کیونکہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا) (مستدرك حاكم (۲/۶۱۵) رقم الحدیث (۴۲۲۸) مختصر المستدرك (۲/۱۰۶۹) التوسل (۱۱۵) الدرالمنثور (۱/۵۸) کنز العمال (۱۱/۴۵۵) سلسلة الاحادیث الضعیة رقم الحدیث (۲۵)

شیخ البانی نے اس کو موضوع (من گھڑت) کہا ہے۔ مستدرک حاکم کی تلخیص میں امام ذہبی کہتے ہیں (بل موضوع) بلکہ یہ حدیث تو بنائی گئی ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ اور عبداللہ بن مسلم فہری کے متعلق میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔)

اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے ضعف پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ یہ روایت

قطعاً صحیح نہیں۔

آدم ہندوستان میں

اس روایت کا رد (ابن عساکر) کی یہ روایت بھی کرتی ہے، حضرت ابوھریرہ کہتے ہیں حضرت آدم کو ہندوستان میں اتارا گیا جب آدم تنہائی سے گھبرانے لگے تو جبریل آئے اور اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ یہ اذان سن کر آدم کہنے لگے یہ محمد کون ہیں جبریل نے جواب دیا تیری اولاد میں سے آخری نبی ہے۔

اگر چہ یہ روایت بھی ضعیف ہے: مگر اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر آنے سے پہلے آدم کو محمد ﷺ کے بارے میں علم نہیں تھا۔

اب جھوٹی روایات کے پجاریوں کو ان دونوں روایتوں میں کوئی تطبیق دینی چاہئے۔)

میں دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہوں

دو ذبیح سے مراد سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ ہیں

سلسلة الاحاديث الضعيفة للالباني رحمه الله رقم الحديث (٣٣١)

البانی کہتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔)

مستدرك حاكم (٦/٢٥٩) رقم الحديث (٤٠٤٨)

طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ١٢٥

نذر عبد المطلب کی استنادی حیثیت

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں۔

چشمۂ زمزم کی بازیابی کے ذکر کے ساتھ مصادر میں جناب عبد المطلب ہاشمی کی نذر

قربانی کا حوالہ آتا ہے جس کے مطابق انھوں نے منت مانی تھی کہ پروردگار عالم اگر انھیں دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو کعبہ کے پاس اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے کیونکہ زمزم کھودتے وقت بعض قریشی اکابر بالخصوص خاندان بنوعبد مناف کے ایک ذیلی گھرانے بنونوفل کے سربراہ عدی بن نوفل نے ان کو طعنہ دیا تھا کہ اس قدر کدوکاوش کی ضرورت اور دوسروں سے بڑے بننے کی حاجت کیا ہے جبکہ ان کی اولاد ہی نہیں سوائے ایک فرزند کے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے جس انداز سے یہ روایت نقل کی ہے وہ اس کی کمزوری کو اجاگر کرتی ہے:

قال ابن اسحاق: وکان عبد المطلب بن هاشم' فیما یزعمون' والله اعلم' قد نذر۔ حین لقی من قریش ما لقی عند حفر زمزم۔ لئن ولد له عشرة نفر ثم بلغوا معه حتی یمنعوه لینحرن احدهم لله عند الکعبة' فلما توافی بنوه عشرة' وعرف انه سیمنعونه' جمعهم ثم اخبره بنذره' ودعاهم الی الوفاء لله بذلك فاطاعوه ...... (ابن ہشام' ۱/۱۶۴ و مابعد)

بہرحال روایت کے مطابق جب ان کے دس فرزند جوان و مدافع ہو گئے تو انھوں نے اپنے فرزندوں کو جمع کر کے اپنی نذر ان کو بتائی اور اسے پورا کرنے کے لئے ان کو ہمت دلائی اور ان سب نے ان کی اطاعت کی۔

نذر پورا کرنے اور قربانی کے بدلے اونٹ ذبح کرنے کا واقعہ بہت طویل ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ کعبہ میں رکھے تیروں کے ذریعہ ہر بچہ اور فرزند کے نام پر ان کو چلانے کا فیصلہ ہوا اور جس فرزند کا نام نکل آئے اس کو قربان کرنے کا معاملہ طے کیا گیا۔ صاحب القداح یعنی کعبہ کے تیروں کے نگراں پروہت نے یہ کام انجام دیا اور ہر بار جناب عبداللہ کا نام آتا رہا اور عبدالمطلب نے ان کو ذبح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اکابر قریش نے اپنی مجالس میں جب یہ دیکھا کہ وہ عبداللہ کو قربان کرنے جا رہے ہیں تو وہ آڑے آئے اور دیوارِ آہنی بن کر

کھڑے ہو گئے کہ وہ ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ بالآخر ان کے عزم مصمم کے سامنے یہ طے ہوا کہ ایک حجازی عرافہ (کاہنہ) سے فیصلہ کرائیں اور وہ جو کہے وہی کریں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ مدینہ گئے اور وہاں معلوم ہوا کہ وہ خاتون محترمہ خیبر میں ہے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس نے بڑے سوچ بچار کے بعد فیصلہ دیا کہ فرزند کی جگہ اونٹ ذبح کر دیں۔ تیراندازی کے ذریعہ اونٹوں کی تعداد بڑھتی گئی حتی کہ وہ سو ہو گئی اور تب عبداللہ کی جگہ اونٹوں کا نام نکلا اور عبدالمطلب نے ان کو ذبح کر کے اپنی نذر پوری کی اور فرزند کو بچا لیا(ابن هشام ۱/۱٦٤ ـ ۱٦۸ سهیلی ۲/۱۳۱ـ نیز ۱۳۷ـ ۱۳۹ ابن سعد' ۱/۸۸ـ۹۲ ابن اثیر'۲/۵ـ۷' ١٤ بلاذری' ۱/۷۸ـ۷۹ طبری' ۲/۲۳۹ ـ۲٤۳ بحوالہ روایت ابن اسحاق وتبصرہ ابن کثیر' ۲/۲٤۸ـ۲٤۹ بحواله ابن اسحاق و یونس بن بکیر)۔

نذر عبدالمطلب اور قربانی عبداللہ کی تاریخ وزمانے پر روایات میں کافی ابہام پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے پیروکار مؤلفین سیرت کے مطابق اس واقعہ کے فوراً بعد ہی عبد اللہ کی شادی کا معاملہ ہوا۔ اس سے یہ قرینہ ملتا ہے کہ فرزند کی قربانی کی منت اور اس پر عمل آوری کا کام ولادت نبوی سے ایک دو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ یعنی ۵۷۰۔۱ء کا کیونکہ شادی کے قلیل عرصہ کے بعد ہی عبداللہ کی وفات کا سانحہ پیش آ گیا۔

قال ابن اسحاق: ثم انصرف عبد المطلب آخذا بید عبد الله' فمر به' فیما یزعمون' علی امراة من بنی اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب...... و هی اخت ورقة بن نوفل......'وهی عند الكعبة'فقالت له حین نظرت الی وجهه: این تذهب یا عبد الله؟ قال: مع ابی' قالت: لك مثل الابل التی نحرت عنك وقع علی الآن!! قال: انا مع ابی' ولا استطیع خلافه ولا فراقه......(ابن هشام'۱/۱٦۸ـ۱٦۹ سهیلی' ۲/۱٤۱ـ۱٤۲ وما قبل نیز ابن

سعد، ۱/۹۵-۹۷ طبری، ۲/۲۴۳-۲۴۴ حبواله ابن اسحاق ابن کثیر، ۲/۲۴۴-۲۴۸ بحواله ابن اسحاق حلبی، ۱/۳۹-۴۰)۔

بلاذری کی ایک روایت میں جو حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہاشمی کی سند پر مروی ہے زمزم کھودنے اور فرزند کی قربانی کی تاریخیں بیان کی گئی ہیں۔ اول الذکر واقعہ عبدالمطلب ہاشمی کے چالیسویں سال میں پیش آیا اور دوسرا اس کے تیس سال بعد۔ واقدی کی روایت میں تصریح ہے کہ فرزند کے عوض اونٹوں کی قربانی کا واقعہ فیل کے حادثے سے پانچ سال قبل پیش آیا تھا اور اسی سال قربانی میں عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند اکبر حارث کا انتقال ہوا اور مرحوم کا فرزند ربیعہ اس وقت دو برس کا بچہ تھا۔ لہٰذا ربیعہ رسول اکرم ﷺ سے سات سال بڑا تھا (بلاذری، ۱/۷۸-۷۹:...... فمتی کان اراد ذبح ولده؟ قال: بعد ذلك [ای حفر زمزم] بثلاثين سنة...... وقال: وفي سنة التي نحر فيها عبد المطلب الابل، مات الحارث بن عبد المطلب ولا بنه ربيعة سنتان۔ وقال الواقدي: وكان نحر الابل قبل الفيل بخمس سنين، فكان ربيعة اسن من رسول الله ﷺ بسبع سنين)۔

اس بنا پر نذر قربانی کا یہ واقعہ ۵۶۶ء اور ۵۶۷ء کے زمانے کا بن جاتا ہے جبکہ جناب عبدالمطلب کی عمر ستر سال تھی۔ توقیتِ واقعات کے لحاظ سے یہ تاریخ وسنہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وفات عبدالمطلب کے سنہ اور ان کی عمر اس سے مطابقت رکھتی ہے۔ یعقوبی کے مطابق زمزم کے دریافت کرنے کے دس سال بعد جناب عبداللہ کی شادی بی بی آمنہ سے ہوئی تھی اور ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ پندرہ سال (بضع عشرة سنة) کے بعد ہوئی تھی اور تزویج عبداللہ اور ان کی نذر قربانی کے درمیان ایک سال کا وقفہ تھا یعنی شادی سے ایک سال قبل۔ یہ توقیت بلاذری سے کافی مختلف ہے اور واقعات کے سنین سے بھی مطابقت نہیں رکھتی۔ (یعقوبی، ۲/۹)

اس تقویمی حساب اور تاریخی تعیین میں فرزندانِ عبدالمطلب ہاشمی کے سنین ولادت

وعمر کا حساب بھی رکھنا ضروری ہے۔فرزند اکبر حارث بن عبدالمطلب اور فرزند آخر حمزہ بن عبدالمطلب کے درمیان تیس بتیس سال کا وقفہ ہے۔ حارث کی ولادت کے وقت عبد المطلب ہاشمی کی جو عمر بھی رہی ہو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کے وقت والد ماجد کی عمر شریف ستر بہتر سال رہی تھی۔ ان کی ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد ہونے سے دو سال قبل کی ہے یعنی عام الفیل سے دو سال پہلے ۵۶۹ء۔۵۷۰ء کے زمانے میں وہ اس جہان رنگ و بو میں تشریف لائے تھے۔ یہ تخمینی حساب واقدی کی بیان کردہ روایت کی تصدیق کرتا ہے اور بلاذری کی روایت بسند عبداللہ بن جعفر کی بھی۔ لہٰذا ابن اسحاق وابن ہشام اور سہیلی وغیرہ کی توقیت کا اشارہ صحیح نہیں ہے۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روایت ابن اسحاق میں دو واقعات ۔قربانی فرزند اور تزویج عبداللہ۔ کے درمیان روایت کی ایک کڑی غائب ہے۔ ابن سعد وغیرہ کی روایت میں اس کا صحیح اندازہ ہوتا ہے کیونکہ وہ عبداللہ کی شادی کے واقعہ کو بالکل الگ بیان کرتے ہیں اور اسے نذر والد وقربانی فرزند کے واقعات سے متصل نہیں کرتے۔ جیسا کہ مزید بحث آگے آتی ہے۔

ابن اسحاق کی روایت اور طریقۂ روایت پر بھی یہاں چند الفاظ ضروری ہیں کہ وہ روایت کا مقام ومرتبہ متعین کرتے ہیں اور اس سے یہ گتھی بھی سلجھ سکتی ہے کہ ان دو واقعات کو جوڑنے میں کیا سبب ہوا۔ ابن اسحاق اگرچہ روایت یا روایات سیرت پر کھل کر تنقید کم کرتے ہیں لیکن ان کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی روایت کو کمزور ضعیف یا عوامی سمجھتے ہیں تو وہ ایک فقرہ جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے (فیما یزعمون) ضرور درمیان روایت لاتے ہیں اور اگر مزید ان کو وجہ ضعف کی طرف اشارہ کرنا ہو تو واللہ اعلم کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ روایوں کے بیان کرنے کے لئے ''قالوا'' (انھوں نے کہا) یا ''حدثوا'' (انھوں نے بیان کیا) جیسے الفاظ روایت کی جگہ ''زعموا'' / ''زعم'' (ان کا گمان/ خیال ہے) لاتے ہیں اور یہ تمام اشارات تنقید بلکہ الفاظ تضعیف ہیں۔ عبدالمطلب کی نذر کی روایت کے شروع میں ''فیما یزعمون' واللہ اعلم'' دونوں اسباب وعلل تضعیف وتنقید موجود ہیں۔ عبداللہ کے سب سے چہیتے فرزند (احب ولد عبد المطلب الیہ) ہونے میں

''فیما یزعمون'' موجود ہے۔ عرافہ سے متعلق روایت میں پھر یہ فقرہ آیا ہے۔ سو اونٹوں پر تیر نکل آنے کی روایت کے لئے ''فزعموا'' استعمال ہوا ہے اور پھر اسدی خاتون سے عبد اللہ کی ملاقات اور مکالمہ میں بھی ''فیما یزعمون'' دہرایا گیا ہے۔ یہ تمام علائم واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت عوامی ہے کہانی ہے اور نا قابل اعتبار بھی۔

جناب عبد المطلب کی نذر فرزند عبد اللہ کی قربانی کے ارادے ان کے عوض اونٹوں کا نحر اور عبد اللہ کے والد ماجد کے ساتھ جاتے ہوئے راہ میں ایک خاتون کے ورغلانے غرضکہ اس پوری روایت کا دروبست یہ بتاتا ہے کہ راویان خوش بیان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند گرامی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح عظیم کے تاریخی واقعہ کو عبد المطلب وعبد اللہ کے قصہ میں پوری طرح سے دہرایا ہے۔ واقعۂ ابراہیمی کا پرتو قصۂ عبد اللہ پر صاف نظر آتا ہے۔ ان دونوں واقعات کی چند مماثلتوں کا دوبارہ ذکر اس لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند قربان کرنے کا حکم رویا صادقہ میں ہوا اور انھوں نے نذر مان لی۔ ان کے ذبح عظیم کا مقام بھی کعبۃ اللہ کے ارد گرد یا قریب تھا۔ سب سے محبوب فرزند کو قربان کرنے کا فیصلہ جناب ابراہیم نے کیا۔ جناب عبد المطلب ہاشمی نے ایک تکرار کے دوران دس فرزندوں کے عطا ہونے پر کعبہ کے قریب ایک فرزند کو راہ الٰہی میں ذبح کرنے کی منت مان لی۔ عبد المطلب ہاشمی نے اپنے محبوب ترین فرزند عبد اللہ کو قربان کرنے کا فیصلہ کیا۔ جناب عبد المطلب کو بھی بعض روایات کے مطابق خواب میں نذر پوری کرنے کا حکم ہوا تھا۔

(۲) فرزند براہیمی نے مکمل اطاعت وسپردگی کا مظاہرہ کیا اور باپ کے فیصلۂ قربانی کے سامنے سر جھکا دیا۔ جناب عبد المطلب کے تمام فرزندان گرامی نے والد ماجد کی نذر پوری کرنے کے فیصلے سے اتفاق کیا اور سر اطاعت خم کر دیا۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارادہ سے باز رکھنے اور حضرت اسمٰعیل کو اطاعت پدری سے روکنے کا کام ابلیس نے انجام دیا۔ جناب عبد المطلب کو اس عظیم ارادے رد کنے کا فریضہ بنو مخزوم کے ننہالی رشتہ داروں نے انجام دیا۔

(۴) فرزند کی جگہ جانور ذبح کرنے کا فیصلہ تقدیر الٰہی سے ہوا اور حضرت اسمٰعیل کی جگہ ایک بکری یا بھیڑ قربان ہوئی۔ جناب عبداللہ کا سر عزیز بچانے کے لئے ایک کاہنہ/عرافہ کی خدمات لی گئیں اور اس نے فرزند کے بجائے اونٹوں کو ذبح کرنے کا مشورہ دیا۔ جناب عبدالمطلب نے عرب روایت کے مطابق سو اونٹوں پر قرعہ نکالا اور فرزند کا بدل تلاش کرلیا۔

(۵) قربان گاہ سے واپسی پر حضرت اسمٰعیل کو کسی شیطانی یا ابلیسی ذات نے گمراہ کیا تھا یا نہیں مگر اس کے مقابلے میں جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کو ایک عورت نے ''نحر ابل'' (اونٹ کی قربانی) کا حوالہ دے کر جناب آمنہ بنت وہب زہری سے شادی کرنے سے روکنے کی ضرور کوشش کی مگر فرزند کی تابعداری نے اس کی چلنے نہ دی۔

ان تمام ''متشابہات'' اور واقعات کی مماثلوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نذر عبدالمطلب کا پورا واقعہ عوامی کہانی ہے اور حضرات ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام سے دونوں ہاشمی اکابر کو مشابہ قرار دینے کی کوشش۔ یہ ایک اسطوری قصہ نگاری ہے (مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: نذر عبدالمطلب ہاشمی کی استنادی حیثیت' الفرقان لکھنؤ' اکتوبر ۲۰۰۲ء ۳۳۔۴۲)۔

کیا نبی ﷺ بارہ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے

محمد بن اسحاق کہتے ہیں نبی ﷺ سوموار کے دن جبکہ ربیع الاول عام الفیل کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں پیدا ہوئے۔ ابن هشام مع الروض الانف للسهيلي (۱/۲۷۸) ضعیف هے۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۰۰۔۱۰۱) البدايه والنهايه (۲/۲۴۲) والمنتظم (۲/۲۴۵) والدلائل لابی نعيم (۱۱۰)

سیرت ابن هشام میں یہ روایت بغیر سند کے ہے۔ طبقات ابن سعد والی روایت میں واقدی متروک ہے۔ واقدی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ دس ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اس طرح ابو معشر کا قول ہے کہ آپ دو ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ مگر یہ ابو معشر ضعیف ہے۔

ولادت کی تاریخ میں متقدمین اور متاخرین سیرت نگار مؤرخین میں سخت اختلاف ہے' مگر اس پر اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ تاریخ کسی نے پانچ ربیع الاوّل' آٹھ ربیع الاوّل' نو' دس' بارہ اور سترہ ربیع الاوّل بھی کہا گیا ہے' شیخ عبدالقادر جیلانی کہتے ہیں آپ دس محرم کو پیدا ہوئے دیکھیں غنیۃ الطالبین۔

زبیر بن بکار کے قول کے مطابق آپ رمضان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ سہیلی کہتے ہیں یہ قول ان کے موافق ہے جو کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ محترمہ ایام تشریق میں حاملہ ہوئیں۔[1]

زرقانی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ رجب میں پیدا ہوئے' {زرقانی جلد اص ۳۰} ولادت کی تاریخ کا سو فیصد تعین کرنا ڈیٹ فِکس کرنا یا اس پر اجماع کا دعویٰ کرنا' یا یہ کہنا کہ جمہور نے ولادت کی تاریخ بارہ ربیع الاول بتائی ہے یہ بات درست نہیں'' البتہ نو ربیع الاول اور بارہ ربیع الاول بہت سارے محققین کا موقف ہے۔

البتہ امام ابن جوزی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہوئے' حافظ ابن کثیر 12 کی روایت کو جمہور اور مشہور روایت کہتے ہیں' اور ماہر فلکیات محمود پاشا نے 9 ربیع الاول کو راجح قرار دیا ہے اسی طرح شبلی نعمانی' انور شاہ کشمیری قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا کی تحقیق کو صحیح کہا ہے۔ اس کے باوجود ہمارا موقف یہ ہے کہ ولادت کی تاریخ کے تعین میں تمام روایات بے سند اور مشکوک ہیں اس وقت ہمارے پیش نظر سیرت کے سچے موتی امیر حمزہ کی کتاب ہے اس کے ص 52' 51 پر لکھا گیا ہے آپ پیر کے دن 12 ربیع الاول میں پیدا ہوئے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور اکثر کا کہنا ہے کہ آپ ربیع الاول کی بارھویں رات کو پیدا ہوئے۔ یہ غلط بات ہے کہ آپ 12 ربیع الاول کو پیدا ہوئے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے؟

((اَنَا اعرابکم' اَنَا قُرَشي والسترضعت في بني سعد بن بكر))

---

[1] یہ زبیر بن بکار نبی ﷺ کے تقریباً دو سو سال بعد پیدا ہوئے انہوں نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی' یہ زبیر کا اپنا تخیل ہے۔

ترجمہ: میں تم میں سب سے زیادہ فصیح عربی بولنے والا ہوں' میں قریشی ہوں اور قبیلہ سعد بن بکر میں میں نے دودھ پیا ہے۔ تحقیق۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اخرجه ابن سعد (۱/۱/۷۱) والقاری فی الابرار (۱۱۶) اس میں مبشر بن عبید متروک ہے۔ الروض الانف للسهيلی (۱/ ۲۹۵)

بوقت ولادت سارا آنگن روشن ہو گیا ستارے قریب آ گئے

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے یہ کہتی ہیں میں آنحضرت کی ولادت کے وقت وہاں موجود تھی میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا ستارے قریب آ گئے کہتی ہیں میں ڈر گئی کہیں ستارے مجھ پر نہ گر پڑیں۔ ضعیف ہے۔ اخرجه ابو نعيم في الدلائل(۹۳) والبيهقي في الدلائل (۱/۱۱۱) واور دہ الهيثمي في المجمع (۸/۲۲۰) ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں عبدالعزیز بن عمران متروک ہے۔

والطبری فی تاریخه (۱/۴۵۴) واورده ابن جوزی فی المنتظم (۲/۲۴۷) وابن اثیر فی الكامل (۱/۳۵۶) وفی شرح المواهب (۱/۱۶۳) الروض الانف للسهيلی (۱/۲۷۹)

درست بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت دن کے وقت ہوئی نہ کہ رات کے وقت۔

میں اور رسول اللہ عام الفیل میں پیدا ہوئے' حضور بڑے ہیں البتہ میری ولادت پہلے ہوئی

مطلب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا قیس بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں قیس کہتے ہیں میں اور رسول اللہ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان نے بنی یعمر کے

بھائی قباث بن اشیم سے پوچھا تم بڑے ہو یا رسول اللہ بڑے ہیں انہوں نے کہا بڑے رسول اللہ ہیں البتہ میری ولادت پہلے ہوئے اور میں نے ابرہہ کے ہاتھی کی لید سبز رنگ میں بدلی ہوئی دیکھی ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ ترمذی: کتاب المناقب' باب ماجاء فی میلاد النبی حدیث (۳۶۱۹) ترمذی کہتے ہیں حسن غریب ہے ہم اس کو صرف محمد بن اسحاق کی روایت سے جانتے ہیں' امام ترمذیؒ نے اس باب میں صرف یہی ایک روایت نقل کی ہے۔

حضور کی عمر آٹھ سال ہوئی تو دادا عبدالمطلب انتقال کر گئے؟

یہ بات بھی سیرت کے سچے موتی ص 56 پر لکھی ہے۔ مگر یاد رہے یہ قول واقدی کا ہے۔ اور واقدی متروک الحدیث ہے' اگرچہ آپ کی عمر اس کے قریب قریب ہی تھی تاہم پورے وثوق و پختگی سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میرے رب کا جو مجھ پر انعام واکرام ہے ان میں ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میرے ستر کو کسی نے نہیں دیکھا۔

اسنادہ ضعیف ۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر رقم (۹۳٦)

ورواہ ابن جوزی فی العلل المتناھیۃ رقم (۲٦٤)

اس میں سفیان متفرد ہے' ابن عدی کہتے ہیں یہ احادیث چوری کیا کرتا تھا۔ اس کی روایات من گھڑت ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے احتجاج جائز نہیں۔ ہیثمی کہتے ہیں اس میں سفیان بن الفزاری متھم راوی ہے۔ مجمع الزوائد رقم (۱۳۸۵۲)

دادا(عبدالمطلب) کا اپنے پوتے (محمد ﷺ) کے لیے اضطراب۔

حضور کی گمشدگی کا واقعہ

کندیر بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں یہ کہتے ہیں میں نے دور جاہلیت میں حج کیا اس دوران میں نے دیکھا ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور وہ دعا کر رہا تھا

رب رد الی راکبی محمد ردہ الیٰ واصطنع عندی یدا

میرے اللہ میری سواری کو محمد ﷺ سمیت لوٹا۔

محمد کو مجھ سے ملا اپنی جناب سے احسان فرما۔

کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے کہا عبدالمطلب بن ھاشم ہے ان کا اونٹ کہیں چلا گیا ہے انہوں نے اپنے بیٹے محمد ﷺ کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا ہے راوی کہتا ہے عبدالمطلب اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ محمد ﷺ اونٹ سمیت آگئے تو عبدالمطلب کہنے لگے میرے بیٹا جس قدر میں تیرے لیٹ ہونے پر پریشان ہوا ہوں آج تک مجھے اتنی پریشانی کبھی نہیں ہوئی اور اللہ کی قسم آج کے بعد میں تم کو کسی کام کے لئے نہیں بھیجوں گا: بیٹا تو کبھی بھی مجھ سے جدا نہ ہوا کر۔

اسنادہ ضعیف۔ مستدرك للحاكم (٢/٦٠٣، ٦٠٤) رقم(٤١٨٤)

اس میں عباس بن عبدالرحمٰن راوی مجهول ہے اگرچہ اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اس طرح اس واقعہ کو سیرت کے سچے موتی میں نقل کیا گیا ہے اس کی سند کو حسن لذاتہ کہا ہے جبکہ یہ ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب (۱/۳۷۴) میں اس کو مستور کہا ہے تهذيب الكمال (٣١٢٧) (١٤/٢٢٢) وتهذيب التهذيب (٥/١٢١)

شام کے محلات کا نظر آنا

روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ

کی والدہ شفا رضی اللہ عنہا بنت اوس ولادت کے وقت آمنہ کے پاس موجود تھیں، وہ کہتی ہیں، کہ جب آپ پیدا ہوئے تو پہلے غیب سے ایک آواز آئی، پھر مشرق و مغرب کی ساری زمین میرے سامنے روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ شام کے محل مجھ کو نظر آنے لگے۔ میں نے آپ کو کپڑا پہنا کر لٹایا ہی تھا کہ اندھیرا چھا گیا۔ اور میں ڈر کر کانپنے لگی۔ پھر داہنی طرف سے کچھ روشنی نکلی تو یہ آواز سننے میں آئی، کہ کہاں لے گئے تھے۔ جواب ملا کہ مغرب کی سمت، ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی۔ میں ڈر کر کانپی۔ پھر آواز آئی کہ کہاں لے گئے تھے جواب ملا کہ مشرق کی سمت۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ یہ حکایت ابونعیم میں ہے۔ اس کا بیچ کا راوی احمد بن محمد بن عبدالعزیز الزہری نامعتبر ہے۔ اور اس کے بقیہ روایت مجہول الحال ہیں۔ سیرت النبی ص ۷۴۳ ج ۳۔ دلائل النبوۃ اردو ص ۱۳۹

گلے میں تعویز ڈالنے کا قصہ

روایت ہے کہ آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے، اے آمنہ تیرا بچہ تمام جہاں کا سردار ہوگا۔ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ رکھنا۔ اور یہ تعویذ گلے میں ڈال دینا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو سونے کے ایک پتر پر کچھ اشعار لکھے ملے۔

سید صاحب فرماتے ہیں یہ قصہ ابونعیم میں ہے۔ اس کا راوی ابوغزیہ محمد بن موسیٰ الانصاری ہے۔ جس کی روایتوں کو امام بخاری منکر کہتے ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دوسروں کی حدیثیں چرایا کرتا تھا۔ اور روایات وضع کر کے ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا۔ متاخرین میں حافظ عراقی نے اس روایت کو بے اصل اور شامی نے انتہائی ضعیف کہا ہے۔ ابن اسحاق نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن کوئی سند بیان نہیں کی۔ ابن سعد میں یہ روایت واقدی کے حوالہ سے مذکور ہے۔ جس کی دروغ گوئی محتاج بیان نہیں۔

زمین پر ستاروں کا جھک آنا

ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص صحابی کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت موجود تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب آمنہ کو درد زہ پیدا ہوا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام ستارے زمین پر جھکے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں ڈری کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑیں۔ اور جب آپ پیدا ہوئے تو جدھر نظر جاتی تھی۔ تمام گھر روشنی سے معمور تھا۔

یہ قصہ ابونعیم' طبرانی اور بیہقی میں مذکور ہے۔ اس کی روایت میں یعقوب بن محمد زہری پایۂ اعتبار سے ساقط ہے' اور عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمان بن عوف محض ایک داستان گو اور جھوٹا انسان تھا۔

حالت حمل میں حمل کا محسوس نہ ہونا

آمنہ کہتی ہیں کہ مجھے ایام حمل کی کوئی علامت پیدا نہیں ہوئی۔ اور عورتوں کو ان ایام میں جو گرانی اور تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ بھی نہیں ہوئی۔ بجز اس کے کہ معمول میں کچھ فرق آ گیا تھا۔

سید صاحب لکھتے ہیں کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس قصہ کو محمد بن اسحاق اور ابونعیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ لیکن ابن اسحاق کی کتاب جو آج کل ابن ہشام کے نام سے مشہور اور چھپی ہوئی ہے۔ اور نیز دلائل ابی نعیم کے مطبوعہ نسخہ میں اس قسم کا کوئی واقعہ مذکور نہیں۔ قسطلانی کی پیروی میں دوسرے بے احتیاط متاخرین مثلاً سیرت حلبیہ اور مصنف خمیس نے بھی ابن اسحاق اور ابونعیم ہی کی طرف اس کی نسبت کی ہے۔

لیکن ابن سید الناس نے عیون الاثر میں بجا طور پر اس روایت کے لیے واقدی کا حوالہ دیا ہے۔ دراصل یہ قصہ ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ اور اس روایت کے دو سلسلے لکھے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر ایک کا سر سلسلہ واقدی ہے۔ اور اس کی نسبت محدثین کی رائے

پوشیدہ نہیں۔ علاوہ ازیں ان میں سے کوئی سلسلہ بھی مرفوع نہیں۔ پہلا سلسلہ عبداللہ بن وہب پر ختم ہوتا ہے۔ جو اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں' وہ کہتی ہیں ہم سنا کرتے تھے۔ دوسرے سلسلے کو واقدی زہری پر جا کر ختم کر دیتا ہے۔

کیا آمنہ کے کئی بچے ہوئے؟

ایک روایت اس کے بالکل برعکس ہے جو ابن سعد میں ہے کہ آمنہ کہا کرتی تھیں کہ میرے پیٹ میں کئی بچے رہے۔ لیکن اس بچہ سے زیادہ بھاری اور گراں مجھے کوئی محسوس نہیں ہوا۔

سید سلیمان ندوی مرحوم تحریر فرماتے ہیں

اول تو یہ روایت معروف اور مسلم واقعہ کے خلاف ہے' آمنہ کے ایک کے سوا اور کوئی بچہ نہیں ہوا' اور نہ حمل رہا دوسرے یہ کہ اس روایت کا سلسلہ نا تمام ہے۔ اسی معنی کی ایک اور روایت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ صحابی کی زبانی منقول ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں اپنے والدین کا پہلوٹا ہوں' جب میں شکم مادر میں تھا تو میری ماں عام عورتوں سے زیادہ گرانی محسوس کرتی تھی۔ (کنز العمال' کتاب الضعفاء)

معافی بن زکریا القاضی نے اس روایت پر اتنی ہی جرح کی ہے کہ یہ منقطع ہے۔ یعنی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے راوی مکحول میں ملاقات نہیں۔ اس لئے بیچ میں سے ایک راوی کم ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی عمر بن صبیح کذاب' وضاع اور متروک تھا۔

عمرو بن صبیح راوی کا تعارف

عمر بن صبیح: اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ یہ خراسان کا باشندہ تھا۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ثقہ اور امین نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ امام ازدی فرماتے ہیں کذاب ہے۔ احمد بن علی السلیمانی کا قول ہے کہ اس نے ایک

خطبہ وضع کیا تھا۔ جس کے بارے میں اس کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ حضور کی زندگی کا آخری خطبہ ہے۔ اس نے ایک منتر بھی وضع کر کے حضور کی جانب منسوب کیا ہے کہ اسے پڑھ کر سونے سے انسان احتلام سے محفوظ رہتا ہے۔ میزان الاعتدال (۲٤۸/٥) تهذيب الكمال (۱۰۱۳/۲) خلاصه تهذيب الكمال (۲۷۲/٥) تهذيب التهذيب (٤٦۳/۷) تقريب (۷٥/۲) الكاشف (۳۱٤/۲) الجرح والتعديل (٦۲۹/٦)

حضور کے سال پیدائش میں روئے زمین پر کسی لڑکی کا پیدا نہ ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت کا وقت آیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے۔ سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا۔ اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنیں۔ درختوں میں پھل آ گئے۔ آسمان میں زبرجد یا قوت کے ستون کھڑے کیے گئے۔ نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے درخت اُگائے گئے۔ مکہ کے بُت اوندھے ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ داستان مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ میں ابو نعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ لیکن ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخہ میں جہاں اس کا موقع ہو سکتا تھا وہاں یہ روایت مجھ کو نہیں ملی۔ ممکن ہے کہ ابو نعیم نے اپنی کسی اور کتاب میں یہ روایت لکھی ہو یا یہ مطبوعہ نسخہ مکمل نہ ہو۔ بہر حال اس روایت کی بنیاد صرف اس قدر ہے کہ ابو نعیم چوتھی صدی کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ان کے والد قتیبہ جو بڑے فاضل تھے بیان کرتے تھے۔ قسطلانی نے مواہب میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ عمرو بن قتیبہ مطعون ہے۔ حافظ سیوطی نے خصائص میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ عمرو بن قتیبہ مطعون ہے۔ حافظ سیوطی نے خصائص میں اس روایت کو منکر کہا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔

جانوروں کا کلام کرنا

یہ ایک طویل داستاں ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔اس کہانی کے الفاظ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل میں آ جانے کی جو نشانیاں تھیں' ان میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اُس رات قریش کے سب جانور بولنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ رب کعبہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر میں آ گئے۔ وہ دنیا جہاں کی امان اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں میں کوئی ایسی نہ تھی کہ اس کا جن اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا ہو۔ اور ان سے کہانت کا علم چھین نہ لیا گیا ہو۔ اس روز دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے۔ اور سلاطین اس دن گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے مغرب کے وحشی جانوروں کو جا کر بشارت دی۔ اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوش خبری سنائی۔ اور پورے ایام حمل میں ہر ماہ آسمان وزمیں سے یہ ندا سنی جانے لگی۔ کہ بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمیں پر ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آیا۔

حضرت کی والدہ فرماتی تھیں کہ جب میرے حمل کے چھ مہینے گزرے تو خواب میں مجھے کسی نے ٹھوکر دے کر کہا اے آمنہ تمام جہاں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا' اور اپنی حالت کو چھپائے رکھنا۔ کہتی ہیں کہ جب ولادت کا زمانہ آیا تو عورتوں کو جو کچھ پیش آتا ہے' وہ مجھ کو بھی پیش آیا۔ اور کسی کو میری اس حالت کی خبر نہ تھی۔ میں گھر میں تنہا تھی۔ عبدالمطلب خانہ کعبہ کے طواف کو گئے تھے۔ تو میں نے ایک زور کی آواز سنی' جس سے میں ڈر گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک سپید مرغ ہے جو اپنے بازو کو میرے دل پر مار رہا ہے' اس سے میری تمام دہشت دور ہو گئی۔ اور درد کی تکلیف بھی جاتی رہی۔ پھر ایک طرف دیکھا کہ سپید شربت ہے۔ پیاسی تھی' دودھ سمجھ کر اس کو پی گئی۔ اس کے پینے سے ایک نور نکل کر مجھ سے بلند ہوا' پھر میں نے دیکھا کہ چند عورتیں جن کے قد لمبے لمبے ہیں' گویا عبد

المطلب کی بیٹیاں ہیں۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں۔ میں تعجب کر رہی ہوں کہ ان کو کیسے میرا حال معلوم ہوا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان عورتوں نے کہا کہ ہم فرعون کی بیوی آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم اور یہ حوریں ہیں میرا درد زیادہ بڑھ گیا۔ اور ہر گھڑی آواز اور زیادہ بلند تھی۔ اتنے میں ایک سپید دیبا کی چادر آسمان و زمین کے درمیان پھیلی نظر آئی۔ اور آواز آئی کہ اس کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپالو' میں نے دیکھا کہ چند مرد ہوا میں معلق ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں' اور میرے بدن سے موتی کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپک رہے ہیں' جس میں مشک خالص سے بہتر خوشبو تھی۔ اور میں دل میں کہہ رہی تھی کہ کاش عبد المطلب اس وقت میرے پاس موجود ہوتے۔ پھر میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا جو نہ معلوم کدھر سے آئے تھے۔ وہ میرے کمرے میں گھس آئے۔ ان کی منقاریں (چونچیں) زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ میری آنکھوں سے اس وقت پردے اٹھا دیئے گئے۔ تو اس وقت مشرق ومغرب سب میری نگاہوں کے سامنے تھے۔ تین جھنڈے نظر آئے۔ ایک مشرق میں' ایک مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر۔ اب دردزہ زیادہ بڑھ گیا۔ تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مجھے کچھ عورتیں ٹیک لگائے بیٹھی ہیں' اور اتنی عورتیں بھر گئیں کہ مجھے گھر کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اس اثنا میں بچہ پیدا ہوا میں نے پھر کر دیکھا تو وہ سجدہ میں پڑا تھا۔ اور دو انگلیوں کو آسماں کی طرف دعا کی طرح اٹھائے ہوئے تھا۔ پھر ایک سیاہ بادل نظر آیا جو آسماں سے اتر کر نیچے آیا۔ اور مجھ پر چھا گیا۔ اور بچہ میری نگاہ سے چھپ گیا۔ اتنے میں ایک منادی سنی کہ محمد ﷺ کو زمین کے مشرق اور مغرب گھماؤ' اور سمندروں کے اندر لے جاؤ۔ کہ سب ان کا نام نامی اور شکل وصورت پہچان لیں' اور جان لیں کہ یہ مٹانے والے ہیں۔ یہ اپنے زمانہ میں شرک کا نشان مٹا دیں گے۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں بادل ہٹ گیا۔ اور آپ دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپٹے نظر آئے۔ جس کے نیچے سبز ریشم تھا۔ ہاتھوں میں سفید موتیوں کی تین کنجیاں تھی۔ اور ایک آواز آئی کہ محمد کو فتح ونصرت اور نبوت کی تین کنجیاں دی گئیں ہیں۔

سید صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے دل پر جبر کر کے یہ حکایت نقل کی ہے۔ اس لئے کہ میلاد کے عام جلسوں کی رونق ان ہی روایتوں سے ہے۔ یہ روایت ابونعیم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور سند کا سلسلہ بہ ظاہر متصل بھی ہے۔ لیکن اگر کسی کو اسماء الرجال سے آگاہی بھی نہ ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق ہی رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر دے گا۔ کہ یہ تیسری چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے۔

اس روایت میں یحییٰ بن عبد اللہ البابلتی اور ابوبکر بن ابی مریم ہیں۔ پہلا شخص بالکل ضعیف ہے اور دسورا نا قابل حجت ہے۔ ان کے آگے کے راوی سعید بن عمرو الانصاری اور ان کے باپ عمرو الانصاری کا کوئی پتہ نہیں۔

ابوبکر ابن ابی مریم کے حالات

ابوبکر بن ابی مریم: یہ شخص قبیلہ غسان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور حمص کا باشندہ تھا۔ اس کے باپ کا نام عبد اللہ اور ابومریم کنیت ہے۔ خود اس کی کنیت تو ابوبکر ہے۔ لیکن اس کے نام میں زبردست اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام بکر ہے' ایک قول یہ ہے کہ بکیر ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عمرو ہے۔ کوئی عامر بتاتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے عبد السلام ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ بہت عبادت گزار شخص تھا۔ ابوالیمان' بقیہ' اور بابلتی وغیرہ اس سے روایات نقل کرتے ہیں۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے روایت حدیث میں غلطیاں بہت کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حجت کے قابل نہیں۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ اس کا حافظہ نہایت ردی تھا۔ جب کوئی روایت یہ تنہا بیان کرے تو وہ قابل حجت نہیں۔

بقیہ کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی مریم کے گاؤں میں زیتون کے درخت بہت تھے۔ اور کوئی درخت ایسا نہ تھا۔ جس کی جانب اس نے منہ کر کے پوری رات عبادت نہ کی ہو' ہر

وقت روتا رہتا تھا۔ جوز جانی کہتے ہیں بہت پرہیز گار انسان تھا ۱۵۶ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ت (۵٤۰۷) تہذیب التہذیب (۱۲/۲۸)(۱۳۹) تقریب التہذیب (۲/۳۹۸) سیر الاعلام (۷/٦٤) الطبری (۱/۲۰۷۱) طبقات ابن سعد (۷/٤۸۷) التاریخ الکبیر (۹/۹) المغنی (۷۳٤۰) مجمع الزوائد (۱/۱۸۸)

گویا یہ کوئی بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ لیکن یہ ہر ہر درخت کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کی منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ بھی کوئی سلوک کی منزل ہو گی۔ کیونکہ صوفیاء کو آبادی میں سلوک کی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے وہ جنگلوں کا رخ کرتے ہیں۔ ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی جھوٹ ہو' اس لئے اس واقعہ کو نقل کرنے والا ان کا شاگرد بقیہ ہے۔ جو غالی درجہ کا شیعہ ہے۔ بلکہ ابوسعید محدث نے تو بقیہ کے حال پر نہایت عمدہ تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

احادیث بقیہ 'یست نقیہ' فکن منہا علی التقیہ۔ بقیہ کی احادیث اچھی نہیں ہوتیں تو ان سے تقیہ کر (یعنی بچ کر رہ)

قارئین یہ ضرور ذہن نشین رکھیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور کے چچا حضور سے صرف ڈیڑھ دو سال بڑے تھے' اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو ابن عباس کے نام سے مشہور ہیں۔ اور خلفائے عباسیہ ان ہی کی اولاد سے ہیں یہ ہجرت مدینہ سے صرف دو سال قبل پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں جتنی روایات ان حضرات کی جانب منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ سب نہ صرف خالص جھوٹ ہیں۔ بلکہ راوی کی جہالت بھی ثابت کرتی ہیں۔ ایسی روایات کے لئے مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

ہمیں اسی داستاں میں سب سے زیادہ حیرت ناک دو باتیں خاص طور پر نظر آئیں۔

۱۔ کوئی عورت زچگی کے وقت کسی مرد کی آمد پسند نہیں کرتی۔ حتیٰ کہ خاوند کی بھی۔ کجا کہ ایسے وقت میں وہ اس بات کی خواہش کرے کہ اس کا سسر اس کے پاس ہو' حالانکہ سسر سے تو بہو کو ایک خاص قسم کا حجاب ہوتا ہے۔

۲۔ جب حضور کی ولادت کے باعث اس دور کے عاملوں کے جنات غائب ہو گئے۔ اور ان کی کہانت یعنی فنِ عملیات سلب ہو گیا تو اس دھندے کو اب حضور کے ماننے والوں نے کیسے اپنا لیا؟ اور کاہنوں کی طرح غیب کی خبریں کس طرح بیان کرنے لگے۔ اور کس طرح انہوں نے جنات کی دوستی کو اپنے لئے جائز سمجھا؟

یہ بھی غور طلب امر ہے کہ مشرق و مغرب تو دکھا دیئے جاتے ہیں۔ اور وہاں جھنڈے بھی گاڑے جاتے ہیں۔ لیکن جنوب و شمال کا کسی روایت میں پتہ نہیں چلتا۔ کیا ان راویوں کے نزدیک صرف دو ہی سمتیں ہوتی تھیں؟ پھر تو ان کی عقلوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

پیدائش کے ساتھ سینہ چاک ہونا

اسی قسم کی ایک اور روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی عبداللہ جب پیدا ہوئے تو ان کے چہرے پر سورج کی سی روشنی تھی۔ اور والد نے ایک دفعہ خواب دیکھا۔ بنو کی ایک کاہنہ نے یہ خواب سن کر یہ پیشین گوئی کی کہ اس لڑکے کی پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا۔ جو تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ جب آمنہ کے شکم سے بچہ پیدا ہوا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ ولادت کے اثنا میں تم کو کیا کچھ نظر آیا۔ انہوں نے کہا۔ جب مجھے درد ہونے لگا تو میں نے بڑے زور کی آواز سنی جو انسانوں کی آواز کی طرح نہ تھی۔ اور سبز ریشم کا پھریرا یاقوت کے ڈنڈے میں لگا ہوا آسمان و زمین کے بیچ میں گڑا نظر آیا۔ اور میں نے دیکھا کہ بچہ کے سر سے روشنی کی کرنیں نکل نکل کر آسمان تک جاتی ہیں۔ شام کے تمام محل آگ کا شعلہ معلوم ہوتے تھے۔ اور اپنے پاس مرغابیوں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ اس نے بچہ کو سجدہ کیا۔ پھر اپنے پروں کو کھول دیا۔ اور سعیرہ اسدیہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہوئی گزری کہ تیرے اس بچہ نے بتوں اور کاہنوں کو بڑا صدمہ پہنچایا۔ ہائے سعیرہ ہلاک ہو گئی۔ پھر ایک بلند و بالا سپید رنگ جوان نظر آیا۔ جس نے بچہ کو میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن لگایا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کا طشت تھا اس نے بچہ کے

پیٹ کو پھاڑا۔ پھر اس کے دل کو نکالا۔ اس میں سے ایک سیاہ داغ نکال کر پھینک دیا۔ پھر سبز حریر کی تھیلی کھولی۔ اس میں سے ایک انگوٹھی نکال کر مونڈھے کے برابر مہر لگائی اور اس کو ایک کرتہ پہنا دیا۔ اے عباس رضی اللہ عنہ میں نے یہ دیکھا۔

اس روایت کو لکھنے کے بعد سید صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

اس روایت کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے کہ ناقلین نے اس کے ضعف کو خود تسلیم کیا ہے اور سیوطی نے لکھا ہے کہ اس روایت اور اس سے پہلے کی دو روایتوں میں سخت نکارت (یعنی منکر باتیں) ہے۔ اور میں نے اپنی اس کتاب خصائص میں ان تینوں سے زیادہ منکر کوئی روایت نقل نہیں کی (یعنی ہماری کتاب میں منکرات تو بہت ہیں لیکن وہ اتنے اعلیٰ پیمانہ کی نہیں ہیں) اور میرا دل ان کے لکھنے کو نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں نے محض ابونعیم کی تقلید میں لکھ دیا ہے۔ (یعنی اگر ابونعیم میں گڑھے میں نہ گرتے تو میں بھی نہ گرتا)

جن روایتوں کو سیوطی لکھنے کے قابل نہ سمجھیں۔ آپ ان کے ضعف کے درجہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ سیوطی کی کتابوں کا درار و مدار ہی ضعیف روایتوں پر ہے۔ سیوطی اس روایت کا ماخذ ابونعیم کو بتاتے ہیں۔ مگر یہ روایت مجھے دلائل ابی نعیم کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں ملی۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دو سال بڑے تھے۔ جب آمنہ نے وفات پائی تو وہ سات آٹھ برس کے بچہ ہوں گے۔

کعبہ پر قبضہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آمنہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا قصہ بیان کرتیں تھیں' کہ میں حیرت میں تھی کہ تین آدمی دکھائی دیئے۔ جن کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا' جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا' جس کے چار گوشے تھے۔ اور ہر گوشہ میں سپید موتی رکھا تھا' ایک آواز آئی۔ اے اللہ حبیب یہ پوری دنیا پورب' پچھم' خشکی وتری سب مجسم ہو کر آئی ہے' اس کے جس گوشہ کو دل چاہے مٹھی میں لے لیجئے' آمنہ کہتی ہیں کہ میں نے

گھوم کر دیکھا۔ کہ بچہ کہاں ہاتھ رکھتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس نے بیچ میں ہاتھ رکھا تو کہنے والے کی آواز سنی' کہ رب کعبہ کی قسم محمد نے کعبہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہاں یہ کعبہ اس کا قبلہ اور مسکن رہے گا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سپید حریر تھا' اس نے اس کو کھولا تو اس میں سے ایک انگوٹھی نکلی' جس کو دیکھ کر دیکھنے والوں کی آنکھیں حیرت کرتی تھیں' پھر وہ میرے پاس آیا تو طشت والے نے اس انگوٹھی کو لے کر اس آفتابہ سے سات بار اس کو دھویا۔ اور بچہ کے مونڈھے پر مہر کر دی' اور حریر میں اس کو لپیٹ کر مشک خالص کے دھاگے سے باندھ دیا اور تھوڑی دیر تک اپنے بازوؤں میں لپٹائے رکھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ رضوان جنت تھا پھر بچہ کے کان میں کچھ کہا۔ آمنہ کہتی ہیں میں اسے سمجھ نہ سکی۔ اور پھر اس نے کہا۔ اے محمد بشارت ہو کہ کسی نبی کو کوئی ایسا علم عطا نہیں کیا گیا۔ جو تم کو نہیں دیا گیا۔ تم سب پیغمبروں سے زیادہ شجاع بنائے گئے۔ تم کو فتح ونصرت کی کنجی دی گئی۔ اور رعب وداب بخشا گیا۔ جو تمہارا نام سنے گا۔ خواہ اس نے تم کو کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو وہ کانپ جائے گا۔ اے اللہ کے خلیفہ۔

اس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحیٰی بن عائذ المتوفی ۳۷۸ھ نے اپنی کتاب ''میلاد'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن دحیہ محدث نے بڑی جرأت کر کے اس کو غریب کہا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کو غریب کہنا بھی اس کی توثیق ہے۔ یہ تمام تر بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

تمام دنیا پر قبضہ

آمنہ کا بیان ہے کہ جب میرے یہاں حضور کی ولادت ہوئی تو ایک بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا' جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے' پروں کے پھڑپھڑانے اور لوگوں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ ابر کا ٹکڑا بچہ کے اوپر چھا گیا۔ اور بچہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ البتہ منادی کی آواز سنائی دی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ۔ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ۔ کہ تمام دنیا ان کے نام ونشان کو پہچان لے' اور جن وانس' چرند وپرند اور ملائکہ بلکہ ہر ذی روح کے سامنے ان کو لے جاؤ۔ ان کو آدمؑ کا خلق' شیث کی معرفت' نوحؑ کی شجاعت'

ابراہیمؑ کی دوستی' اسمٰعیلؑ کی زبان' اسحاقؑ کی رضا' صالحؑ کی فصاحت' لوطؑ کی حکمت' موسیٰؑ کی سختی' ایوبؑ کا صبر' یونسؑ کی طاعت' یوشعؑ کا جہاد' داؤدؑ کی آواز' دانیالؑ کی محبت' الیاسؑ کا وقار' یحییٰؑ کی پاکدامنی اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو۔ اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں انہیں غوطہ دو'

آمنہ کہتی ہیں پھر یہ منظر ہٹ گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ سبز حریر میں لپٹے ہیں۔ اور اس کے اندر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ آواز آئی۔ ہاں محمد نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا۔ اور کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے حلقہ اطاعت میں نہ آ گئی ہو' کہتی ہیں کہ پھر میں نے دیکھا تو نظر آیا۔ کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اور مشک خالص کی سی خوشبو آپ سے نکل رہی ہے۔ دفعتہً تین آدمی نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت ہے۔ اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم ہے۔ اس نے سفید ریشم کو کھول کر اس میں سے انگوٹھی۔ جس کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں' نکالی۔ پہلے اس نے انگوٹھی کو سات دفعہ اس آفتابے کے پانی سے دھویا۔ پھر مونڈھے پر مہر کر کے بچہ کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے بازوؤں میں لپیٹ لیا۔ اور پھر مجھے واپس کر دیا۔

اس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں السعادۃ والبشری نامی ایک میلاد کی کتاب سے اس کو نقل کیا ہے۔ اور السعادۃ والبشری کا مصنف کہتا ہے کہ اس نے خطیب سے اس روایت کو لیا ہے۔ روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کسے معلوم نہیں۔ قسطلانی نے اس روایت کو ابونعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ مگر دلائل ابو نعیم کے مطبوعہ نسخہ میں تو اس کا پتہ نہیں۔ غنیمت یہ ہے کہ حافظ قسطلانی نے خود تصریح کر دی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔

گہوارے میں کلام کرنا

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴ پر واقدی کی سیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے گہوارے میں کلام کیا۔ ابن سبع کی خصائص میں ہے کہ فرشتے آپ کا پنگوڑا ہلاتے تھے' سب سے پہلا فقرہ زبان مبارک سے یہ نکلا۔ الحمد لله كبيرا

والحمد لله کثیرا۔ابن عائذ وغیرہ میلاد کی بعض اور کتابوں میں اور فقرے بھی منسوب ہیں۔مثلاً کہ آپ نے لا الٰہ الا اللہ یا جلال ربی الرفیع پڑھا۔

واقدی کی سیر سے مراد اگر واقدی کی مغازی ہے تو اس کا کلکتہ کا مطبوعہ نسخہ جو میرے پیش نظر ہے۔اس میں یہ واقعہ مذکور نہیں۔اور اگر ہوتا بھی تو واقدی کا کیا اعتبار ہے؟ابن سبع اور ابن عائذ وغیرہ زمانہ متاخر کے لوگ ہیں۔اور قدماء سے روایت کی نقل میں بے احتیاط ہیں۔کسی قدیم ماخذ سے اس روایت کا علم نہیں ہوتا۔معلوم نہیں انہوں نے یہ روایتیں کہاں سے لیں۔

چاند سے باتیں کرنا

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔یا رسول اللہ مجھ کو جس نشانی نے آپ کے مذہب میں داخل ہونے کا خیال دلایا' وہ یہ ہے کہ جب آپ گھوارے میں تھے۔تو میں نے دیکھا کہ آپ چاند اور چاند آپ سے باتیں کرتا تھا۔اور انگلی سے آپ اس کو جدھر اشارہ کرتے تھے' ادھر جھک جاتا تھا۔فرمایا ہاں' وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور میں اس سے باتیں کرتا تھا۔وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔اور عرش کے نیچے جا کر جب وہ تسبیح کرتا۔تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔

یہ حکایت دلائل بیہقی' کتاب المائتین صابونی' تاریخ خطیب اور تاریخ ابن عساکر میں ہے۔مگر خود بیہقی نے تصریح کی دی ہے کہ یہ صرف احمد بن ابراہیم حُبلی کی روایت ہے' اور وہ مجہول ہے۔صابونی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ روایت سند اور متن دونوں لحاظ سے غریب ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دو سال بڑے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر خوارگی کے زمانہ میں وہ خود شیر خوار ہوں گے۔

ایک یہودی کی بشارت

بیان کیا جاتا ہے کہ جس شب آپ پیدا ہوئے' قریش کے بڑے بڑے سردار جلسہ جمائے بیٹھے تھے۔ ایک یہودی نے جو مکہ میں سوداگری کرتا تھا' ان سے آ کر دریافت کیا' کہا تمہارے یہاں آج کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟ سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اسی نے کہا اللہ اکبر' تم کو نہیں معلوم تو خیر میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو سن لو' آج شب کو اس پچھلی امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں ایک نشانی ہے' اس میں گھوڑے کے ایال کی طرح کچھ اوپر تلے بال ہیں' اور وہ دو دن تک دودھ نہ پیئے گا۔ کیونکہ ایک جن نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے۔ جس سے وہ دودھ نہیں پی سکتا۔ جب جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور لوگ گھروں کو لوٹے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ لوگ اس یہودی کو آمنہ کے گھر لائے۔ اس نے بچہ کے پیٹ پر تل دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم۔ اسرائیل کے گھرانے سے نبوت رخصت ہو گی۔ اے قریش تم اس کی پیدائش سے خوش ہو' ہوشیار' اللہ کی قسم یہ ایک دن تم پر ایسا حملہ کرے گا جس کی خبر چار دانگ عالم میں پھیلے گی۔

یہ روایت حاکم کی مستدرک میں ہے' (٢/٦٠٢) رقم (٤١٧٧) السيرة النبويه (١/١٠١) مختصر المستدرك (٢/١٠٥٥) اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ مگر اہل علم جانتے ہیں کہ حاکم کا کسی روایت کو صحیح کہنا ہمیشہ تنقید کا محتاج رہتا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک کی ج ۲ ص ۶۰۲ میں حاکم کی تردید کی ہے۔ اس کا سلسلہ روایت یہ ہے کہ یعقوب بن سفیان فسوی' ابوغسان محمد بن یحییٰ کنانی سے اور وہ اپنے باپ یحیی بن علی کنانی سے اور وہ محمد بن اسحاق (مصنف سیرت) سے روایت کرتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن اسحاق نے خود اپنی سیرت میں یہ روایت نہیں لی۔ ابوغسان محمد بن یحییٰ کو گو بعض محدثین (بخاری) نے ثقہ کہا ہے مگر محدث سلمانی نے اس کو منکر الحدیث (ایسی باتیں بیان کرنے والا جن کی تصدیق دیگر معتبر روایات سے نہیں ہوتی)

کہا ہے۔ ابن حزم نے اس کو مجہول کہا ہے۔ بہرحال اس تک غنیمت ہے۔ مگر اس کے باپ یحییٰ بن علی کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔ کہ یہ کون تھا' اور کب گزرا ہے؟

اس قسم کی ایک روایت اسی راہب کے متعلق ابوجعفر بن ابی شیبہ سے مروی ہے۔ اور ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن زرقانی نے لکھا ہے کہ ابوجعفر بن ابی شیبہ نامعتبر ہے۔

پیدا ہوتے ہی سجدہ کرنا

آمنہ کہتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ایک روشنی چمکی۔ جس سے تمام مشرق ومغرب روشن ہو گئے۔ اور آپ دونوں ہاتھ ٹیک کر زمین پر گر پڑے۔ (شاید مقصود یہ ہے کہ آپ سجدہ میں گر گئے) پھر مٹھی سے مٹی اٹھالی۔ (اہل میلاد اس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ آپ نے پوری روئے زمین پر قبضہ کرلیا) اور آسمان کی طرف سر اٹھایا۔

یہ حکایت ابن سعد میں متعدد طریقوں سے مذکور ہے۔ مگر ان میں سے کوئی قوی نہیں۔ اس کے قریب قریب ابونعیم اور طبرانی میں روایتیں ہیں۔ ان کا بھی یہی حال ہے۔

نور نبوی کی تخلیق

اس موضوع اور ولادت رسول سے متعلق جو روایات عام طور پر کتب سیرت اور میلاد ناموں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم ان پر سید سلیمان ندوی مرحوم کی تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے سیرت النبی کی جلد سوئم میں فرمائی ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی روایت یہ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح وقلم' عرش وکرسی' آسمان وزمین اور جن وانس غرض سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا۔ اور پھر لوح وقلم۔ عرش وکرسی' آسمان وزمین اور ارواح وملائکہ سب چیزیں اسی نور سے پیدا ہوئیں۔

اس کے متعلق۔

اول ماخلق اللہ نوری

''سب سے اول اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔''

کی روایت عام طور سے زبانوں سے جاری ہے۔ مگر اس روایت کا احادیث کے دفتر میں مجھے کہیں کوئی پتہ نہیں ملا' البتہ ایک روایت مصنف عبدالرزاق بن ہمام میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

یا جابر اول ما خلق اللہ نور نبیك من نورہ

''اے جابر سب سے اول اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔''

اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے' اور ان ہی سے لوح وقلم۔ عرش وکرسی' آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔

زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی' ہندوستان میں مصنف عبدالرزاق کی گو دوسری جلد ملتی ہے۔ مگر پہلی نہیں ملتی۔ دوسری جلد دیکھ لی گئی۔ ہے مگر اس میں یہ حدیث مذکور نہیں۔ اس لئے اس روایت کی تنقید نہیں ہو سکی۔ اور چونکہ کتاب مذکور میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثیں تک موجود ہیں۔ اور فضائل ومناقب میں اس کی روایتوں کا اعتبار کم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے۔ اس تردد کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے کہ صحیح احادیث میں مخلوقات الٰہی میں سب سے پہلے قلم تقدیر کی پیدائش کا تصریحی بیان ہے کہ

اِنّ اول ما خلق اللہ القلم

''اللہ تعالیٰ نے سب سے اول قلم کو پیدا فرمایا''

(ترمذی کتاب القدر) باب ۱۷ حدیث (۲۱۵۵) سلسلۃ الاحادیث

الصحيحة (١٣٣) تخريج شرح العقيده الطحاوية (٢٣٢) المشكاة (٩٤)

نور کی منتقلی

روایتوں میں ہے کہ یہ نور پہلے ہزاروں برس سجدے میں پڑا رہا۔ پھر حضرت آدمؑ کے تیرہ وتاریک جسم کا چراغ بنا۔ پھر آدم نے مرتے وقت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کیا۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کے سپرد ہوتا ہوا یہ نور عبداللہ کے سپرد ہوا اور پھر عبداللہ سے آمنہ کو منتقل ہوا۔

نور کا سجدے میں پڑے رہنا' اور اس کا موجود رہنا بالکل موضوع ہے۔ اور نور کا ایک دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہونا قطعاً بے سروپا ہے۔ ابن سعد' طبرانی' ابونعیم' اور بزار میں اس آیت پاک

الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ

وہ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا جب آپ کھڑے ہوتے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں اپنی حالت تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

کی تفسیر میں ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے۔ کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کا پیغمبروں کی پشت بہ پشت منتقل ہونا اللہ تعالیٰ دیکھ رہا تھا۔ لیکن اول تو پوری آیت کے الفاظ اور سیاق وسباق اس مطلب کا ساتھ نہیں دیتے۔ اور دوسرے یہ روایت اعتبار کے قابل نہیں۔

نور کے وسیلے سے دعا

روایت ہے کہ یہ نور جب عبدالمطلب کے سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ سوکر اٹھے۔ تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہے۔ اور بدن پر جمال ورونق (یا جوان) کا خلعت ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ آخر کار ان کے باپ ان کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ اللہ نے اجازت دی

ہے۔ کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے۔ اس نور کے اثر سے عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور وہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ قریش پر جب قحط وغیرہ کی کوئی مصیبت پیش آتی تھی تو اس نور کے وسیلے سے وہ دعا مانگتے تھے۔ تو قبول ہوتی تھی۔

یہ روایت ابوسعد نیشاپوری المتوفی ۷۰۴ھ نے اپنی کتاب شرف المصطفیٰ میں ابوبکر بن ابی مریم کے واسطے سے کعب احبار (نومسلم یہودی) تابعی سے روایت کی ہے۔ اول تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے۔ آگے کی سند نہیں۔ علاوہ ازیں کعب احبار گو نومسلم اسرائیلیوں میں سب سے بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم امام بخاری ان کے کذب کا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ اسلام میں اسرائیلیات اور عجیب وغریب حوادث کی روایات کے سرچشمہ یہی ہیں۔

بیچ کا راوی ابوبکر بن ابی مریم۔ باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ اس کا دماغ ایک حادثہ کے باعث ٹھیک نہیں رہا تھا۔

عبداللہ سے ایک کاہنہ کی درخواست

روایت ہے کہ یہ نور جب عبداللہ کی پیشانی میں چمکا (یعنی جوانی کا جوبن آیا) تو ایک عورت جو کاہنہ تھی اس نے نور کو پہچانا۔ اور چاہا کہ خود عبداللہ سے ہم بستر ہو کر اس نور کی امین بن جائے۔ مگر یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی۔ اس وقت عبداللہ نے عذر کیا۔ اور گھر چلے گئے۔ وہاں یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی۔ عبداللہ نے واپس آ کر اس کاہنہ سے درخواست کی' تو اب اس نے رد کر دی' کہ اب وہ نور تمہاری پیشانی سے منتقل ہو چکا۔

یہ روایت الفاظ اور جزئیات کے اختلاف کے ساتھ ابن سعد' خرائطی' ابن عساکر' بیہقی اور ابونعیم میں مذکور ہے۔ ابن سعد نے تین طریقوں سے اس کی روایت کی ہے' ایک طریقہ میں پہلا راوی واقدی ہے' دوسرے میں کلبی ہے۔ یہ دونوں مشہور دروغ گو ہیں۔ تیسرا طریقہ ابویزید مدنی تابعی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ (یعنی اوپر کے راوی غائب ہیں)۔

ابویزید مدنی کی اگرچہ بعض آئمہ نے توثیق کی ہے۔ مگر مدینہ کے شیخ الکل امام مالک

فرماتے ہیں کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ابوزرعہ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم۔

ابونعیم نے چار طریقوں سے اس کی روایت کی ہے۔ لیکن ان میں کوئی بھی قابل وثوق نہیں۔ ایک طریقہ میں نضر بن سلمہ' احمد ابن محمد' اور عبدالعزیز بن عمرو الزہری ہیں' اور یہ تینوں نامعتبر ہیں۔ دوسرے میں مسلم بن خالد الزنجی ہے۔ جو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ اور متعدد مجہول راوی ہیں۔ تیسرا سلسلہ یزید بن شہاب الزہری پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے آگے کا سلسلہ بیان نہیں کرتا۔ اور اس کا حال بھی معلوم نہیں۔ بیہقی کا سلسلہ وہی تیسرا ہے۔ خرائطی اور ابن عساکر کا سلسلہ بھی ناقابل اعتبار ہے۔ سیرت النبی ص ۷۴۱ ج ۳ الروض الانف (۱/۲۷۵)

مؤرخ کلبی

ان کی کرم فرمائیوں کے کرشمے متعدد مضامین میں نظر آتے ہیں۔ یہ اپنے دور کے مشہور مؤرخ مشہور ماہر انساب اور مسلمہ تفسیر کے امام تصور کیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی تفسیری کہانیوں سے کوئی تفسیر خالی نہیں۔ ویسے بھی ایک تفسیر کے مصنف ہیں جو آج تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے' اور جو ایک عرصہ سے ترجمہ ہو کر بازار میں شائع ہو رہی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ آج وہ تفسیر ابن عباس کے نام سے مشہور ہے۔ اور متقدمین میں یہ تفسیر کلبی کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے یہ تمام تفسیر ابوصالح سے سنی ہے۔ اور ابوصالح نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ اسی لئے یہ دو ناموں سے مشہور ہوئی۔ یعنی تفسیر ابن عباس' اور تفسیر کلبی۔ آیئے اب حافظ ذہبی کی زبانی اس کا کچھ حال ملاحظہ کیجئے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں۔

اس کا نام محمد بن السائب ہے۔ ابوالنضر اس کی کنیت۔ بنو کلب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ماہر انساب' مفسر اور مؤرخ ہے۔ امام شعبی وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کا بیٹا ہشام اور ابومعاویہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ اس کی روایت جامع ترمذی میں پائی جاتی ہے۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ کلبی خود کہا کرتا تھا کہ مجھ سے ابوصالح نے ایک بار بطور نصیحت یہ بات فرمائی تھی۔ اے کلبی تو نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جتنی روایات مجھ سے سنی ہیں انہیں کسی سے بیان نہ کرنا۔

ابومعاویہ کہتے ہیں میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا ہے۔ اتنی جلد کسی نے قرآن حفظ نہیں کیا۔ میں نے صرف چھ یا سات دن میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور جس طرح مجھے بھول واقع ہوئی ہے۔ ایسی بھول کسی کو واقع نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ اس طرح کہ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں لی' تا کہ داڑھی نیچے سے کاٹ کر برابر کروں' اور اوپر سے کاٹ دی۔

امام یزید بن ہارون کا بیان ہے۔ کہ مجھ سے خود کلبی نے یہ بیان کیا کہ میں نے جس شے کو ایک بار یاد کر لیا۔ کبھی بھولا نہیں۔ لیکن ایک بار میں نے حجام کو بلوایا اور اپنی داڑھی برابر کرانے کے لئے مٹھی میں لی۔ اور بجائے نیچے سے کٹوانے کے اوپر سے کٹوا لی۔ (یعنی ایک بار خود کاٹی اور ایک بار حجام سے کٹوائی)

یعلی بن عبید کہتے ہیں کہ امام سفیان ثوری نے لوگوں سے فرمایا اے لوگو اس کلبی کی روایتوں سے بچو۔ کسی نے ان سے عرض کیا۔ آپ بھی تو اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تو اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں' یعنی یہ جانتا ہوں کہ اس کی کون سی روایت درست ہے اور کون سی غلط۔

عبداللہ کے فراق میں دوسو عورتوں کا مرجانا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ عبد مناف اور قبیلہ مخزوم کی دوسو عورتیں گنی گئیں جنہوں نے اس غم میں کہ عبداللہ سے ان کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی مر گئیں' لیکن انہوں نے شادی نہیں کی۔ اور قریش کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو اس غم میں بیمار نہ پڑ گئی ہو۔

یہی حکایت ہے جس کا غلط ترجمہ اردو مؤلفین میلاد نے یہ کیا ہے کہ اس رات دوسو عورتیں رشک وحسرت سے مر گئیں۔ یہ روایت سند کے بغیر زرقانی شرح مواہب لدینہ

میں بصیغہ روی بیان کی گئی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں کلام ہے۔ درحقیقت یہ روایت بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ کسی معتبر کتاب میں اس کا پتہ نہیں۔

ایک کاہن کی پیشین گوئی

ابونعیم' حاکم' بیہقی اور طبرانی میں ایک روایت ہے کہ ایک بار عبدالمطلب یمن گئے۔ وہاں ایک کاہن ان کے پاس آیا اور ان کی اجازت سے ان کے نتھنوں کو دیکھ کر بتایا۔ کہ ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے میں بادشاہی کی علامت ہے۔ تم بنوزہرہ کی کسی لڑکی سے جا کر شادی کرو۔

ان تمام مصنفوں کا مشترک راوی عبدالعزیز بن عمران الزہری ہے۔ اس کی نسبت میزان میں ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ نسائی نے کہا متروک ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ ثقہ نہیں تھا۔

عبدالعزیز کے بعد کا راوی یعقوب بن محمد الزہری ہے۔ جس کی نسبت یحی بن معین کہتے ہیں کہ اگر ثقہ راوی سے روایت کرے تو لکھ لو ابوزرعہ نے کہا وہ کچھ نہیں' وہ واقدی کے قریب ہے۔ امام احمد نے کہا وہ کچھ نہیں۔ اس کی حدیث لاشئ کے برابر ہے۔ ساجی نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں بعض اور مجہول راوی ہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن امام ذہبی نے نقد مستدرک میں یعقوب اور عبد العزیز دونوں کو ضعیف کہا ہے۔

آتش کدوں کا بجھنا

روایت ہے کہ ولادت کی رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اور ساوہ کی نہر (واقع فارس)' اور بعض روایتوں میں طبریہ کی نہر (واقع شام) خشک ہو گئی۔ اور فارس کا آتش کدہ جو ہزاروں برس سے روشن تھا بجھ گیا۔ اور کسریٰ

نے ایک ہولناک خواب دیکھا جس کی تعبیر یمن کے ایک کاہن سطیح سے دریافت کی گئی۔

یہ قصہ بیہقی، خرائطی، ابن عساکر اور ابونعیم میں سند اور سلسلہ روایت کے ساتھ مذکور ہے۔ ان سب کا مرکزی راوی مخزوم بن ہانی ہے۔ جو اپنے باپ ہانی مخزومی سے جس کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی نقل کرتا ہے۔ ہانی نام کا کوئی صحابیہ جو مخزومی ہو اور ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو، معلوم نہیں۔ (بلکہ اس نام کا بنو مخزوم میں کوئی صحابی نہیں گزرا) اصابہ وغیرہ میں اسی روایت کے سلسلے میں ان کا نام مشکوک طور پر آیا ہے۔ ان کے صاحبزادے مخزوم بن ہانی سے محدثین میں کوئی بھی شناسا نہیں۔ نیچے کے راویوں کا بھی یہی حال ہے۔

یہاں تک کہ ابن عساکر جیسے ضعیف روایتوں کے سرپرست بھی اس روایت کو غریب کہنے کی جرات کرتے ہیں۔ اور ابن حجر جیسے کمزور روایتوں کے سہارا اور پشت پناہ بھی اس کو مرسل ماننے کو تیار ہیں۔ ابونعیم کی روایت میں محمد بن جعفر بن اعین مشہور وضاع ہے۔

نبی کریم ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟

مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے۔ اور اس سلسلہ میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔

سید سلیمان ندوی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ روایت متعدد طریقوں سے مروی ہے۔ مگر ان میں کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں جو ضعیف نہ ہو۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔ کہ آپ کا مختون پیدا ہونا متواتر روایتوں سے ثابت ہے۔ اس پر علامہ ذہبی نے تنقید کی ہے کہ تواتر کجا صحیح طریقہ سے ثابت نہیں۔ (مستدرك ج ٢ باب اخبار النبی) اور بقول علامہ ابن القیم اگر یہ ثابت بھی ہو تو اس میں آنحضرت ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں۔ کیونکہ ایسے بچے اکثر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ہم نے زاد المعاد کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ علامہ ابن القیم نے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا ختنہ کرایا۔ اور تمام اہل مکہ کی

دعوت کی۔ جس پر قریش کے متعدد شعراء نے قصیدے کہے۔ پھر امام ابن القیم نے ان قصائد کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

امام ابن القیم نے اپنے زمانہ کے کئی افراد کے نام لکھ کر یہ بیان کیا ہے کہ یہ حضرات مختون پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ حضور کی کوئی تخصیص نہیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ مختون پیدا ہوئے ایک فتویٰ

نبی کریم ﷺ کو اللہ وحدہ لاشریک لہ نے سب سے اعلیٰ وارفع بنایا ہے اور بے شمار صفات وخوبیوں سے نوازا ہے آپ کے مختون پیدا ہونے کے متعلق مختلف روایات ہیں جو اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

(۱) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری کرامت میں سے ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں کسی نے میری شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔" (طبرانی صغیر ۹۳۶، طبرانی اوسط، العلل المتناهية ۱/۱۶۵ دلائل النبوة لابی نعیم ۱/۴۶ مجمع الزوائد ۱۳۸۵۲)

لیکن اس کی سند میں سفیان بن محمد الغزاری المصیصی سارق الحدیث اور متہم بالکذب ہے۔ (میزان ۲/۱۸۲ لسان المیزان ۶/۱۸۵) اسی طرح اس کی سند میں ہشیم اور حسن بصری مدلس بھی ہیں۔

(۲) عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مختون ومسرور پیدا ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۱۰۳٬۱ دلائل النبوة لابی نعیم ۱/۴۶ البدایه والنهایه ۲/۲۶۵) یہ روایت یونس بن عطاء کی وجہ سے صحیح نہیں۔

(۳) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کا ختنہ کیا جس وقت اس نے آپ کے دل کی طہارت کی۔ (طبرانی اوسط اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن عینیہ اور سلمہ بن محارب کے بارے علامہ ہیثمی فرماتے ہیں میں ان دونوں کو نہیں پہچانتا۔ مجمع الزوائد ۱۳۹۵۲)

(۴) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ عبدالمطلب نے ساتویں دن نبی ﷺ کا ختنہ کیا اور دعوت کی اور آپ کا نام محمد ﷺ رکھا (سیر اعلام النبلاء ۱/ ۲۱)
اس کی سند میں ولید بن مسلم مدلس ہیں اس روایت کو امام ذہبی نے عباسؓ والی روایت سے اصح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد ۱/۸۲۔۸۱ میں اس کے متعلق تین اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) آپ پیدائشی مختون و مسرور پیدا ہوئے لیکن اس بات میں جو حدیث سب سے زیادہ مشہور ہے وہ بھی غیر صحیح ہے ابن جوزی نے اسے ''الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں اور یہ آپ ﷺ کے خواص میں سے بھی نہیں اس لئے کہ بہت سے لوگ مختون پیدا ہوئے ہیں۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ختنہ اس دن ہوا جب حلیمہ دائی کے ہاں ملائکہ نے آپ ﷺ کا شق صدر کیا۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے ختنہ کیا اور اس تقریب پر دعوت بھی کی اور آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس باب میں ایک مسند غریب روایت کی گئی ہے۔

یہ مسئلہ دو فاضلوں کمال الدین ابی طلحہ اور کمال الدین بن العدیم کے درمیان واقع ہوا اول الذکر نے اس پر کتاب لکھ ماری اور ہر طرح کی بے لگام روایات اکٹھی کر دیں کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے اور ثانی الذکر نے اس کا نقض کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ کا عرب کے دستور کے مطابق ختنہ ہوا چونکہ یہ رواج تھا اس لئے ثبوت کے لئے کسی سند کی حاجت نہیں مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہئے۔ |تفہیم دین|

طٰہٰ اور یاسین آپ کے صفاتی ناموں کی حقیقت

یٰسین اور طٰہٰ نام نہیں حروف مقطعات ہیں اور حروف کا معنی نہیں ہوتا جبکہ نام بامعنی ہوتا ہے۔ قاضی عیاض اپنی کتاب الشفاء میں کہتے ہیں رُوِیَ عنه ﷺ لی عشرة

اَسْمَاءٌ وذکر مِنھا طه ویٰس۔

کہ نبی ﷺ سے مروی ہوا ہے کہ میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں ان میں دو نام یٰسین اور طٰہٰ ہیں۔ یہ روی مریضانہ صیغہ ہے کوئی معلوم نہیں کس نے آپ سے یہ روایت سنی ہے۔ لہٰذا حروف مقطعات آپ کے نام نہیں ہیں۔ بعض نے طه کا معنیٰ یا طاہر کیا ہے اور یٰسین کا معنیٰ یا سید اے سردار کیا ہے۔ الشفاء للقاضی عیاض جلد اول ص ۱۷۸ جو کہ غلط ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حروف مقطعات کا معنیٰ نہیں کیا جا سکتا۔

برکاتِ محمدی

یہ وہ سرخی ہے جو قاری احمد نے اپنی کتاب تاریخ مسلمانان عالم کی جلد دوئم میں جو تاریخ مصطفیٰ کے نام سے موسوم ہے' قائم کی ہے' اس سرخی کے تحت وہ تاریخی برکات اور معجزات بیان کئے گئے ہیں جو آپ کی ذات کے باعث حلیمہ کے ساتھ راستے میں یا ان کے یہاں قیام کے دوران پیش آئے۔ ہم یہ تمام داستاں قاری احمد پیلی بھتی کی زبانی قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ قاری صاحب تاریخ اسلام کے مصنف ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب تاریخی کتب کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھی ہے' انہوں نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے انہیں خود متعدد کتابوں مثلاً ابن سعد' ابن اثیر' ابن ہشام' مدارج النبوت اور مواہب لدینہ وغیرہ میں دیکھا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بیان صرف قاری صاحب کا نہیں۔ بلکہ ان تمام افراد کا مطمح نظر ہے جن کا تعلق تاریخ سے ہے۔ اور ان علماء کا بھی جو ان کہانیوں کے ہم نوا ہیں اور جو اس امر کے نواہاں ، ہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح حضور کے معجزات اور کرامات میں اضافہ کیا جائے۔ خواہ وہ واقعہ فرضی ہی کیوں نہ ہو' اور خواہ وہ کسی صورت میں ہمیں حاصل ہوا ہو۔ اس طرح وہ خطباء بھی ان کہانیوں کا شکار ہیں' جن کا فن خطابت ان ہی کہانیوں کا مرہون منت ہے' ان کی ذات سے اگر ان کہانیوں کو جدا کر دیا جائے' تو ان کی روٹیاں کمانے کا دھندا ختم ہو جائے۔ اور اکثر مساجد بے رونق ہو جائیں۔

الغرض قاری صاحب فرماتے ہیں' حلیمہ کا بیان ہے کہ جب میں سیدہ آمنہ کے گھر

اس دُرِّ یتیم کو لینے گئی' تو آپ سو رہے تھے' ماں نے اشارے سے بتایا' میں قریب گئی' چہرہ مبارک کی تابانی دیکھی' تو جگانے کی ہمت نہ ہوئی' محبت سے پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں' مجھے دیکھا اور مسکرائے' آنکھوں کا نور اور معصومانہ مسکراہٹ دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا' کہ اگرچہ یہ بچہ یتیم ہے۔ مگر اپنی عظمت وشرافت میں مکہ کے بچوں کا سردار معلوم ہوتا ہے۔ اس کی برکتوں سے نہ صرف میری پریشانیاں دور ہوں گی' بلکہ بہت سے یتیم بچے اور نادار انسان فیض حاصل کرلیں گے (گویا اس وقت حالت کفر میں بھی حلیمہ صاحب الہام ولیہ اور کشف کی مالک تھیں) مجھ سے ضبط نہ ہوسکا۔ فرط محبت سے جھکی' پیشانی کو چوما' اور گود میں اٹھایا' تھوڑی دیر سیدہ آمنہ کے پاس بیٹھی' پھر ان کی اجازت سے مولود مسعود کو گود میں لے کر اپنے خیمہ میں آئی' شوہر نے جمال جہاں آرا کو دیکھا' اور کہا حلیمہ یہ تو اللہ کی بڑی نعمت ہے' مجھے امید ہے کہ یہ بچہ ہمارے حق میں فرشتہ رحمت ثابت ہوگا۔ (مواھب لدینہ' مدارج النبوت)

حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے سیدھی طرف سے آپ کو دودھ پلایا' آپ نے خوب سیر ہو کر پیا' اور پھر آرام سے گہوارے میں سو گئے' اس کے بعد میں نے عبداللہ رضاعی بھائی کو پلایا۔ اس نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ اور اسے بھی نیند آ گئی' قدوم محمدی کی یہ پہلی برکت تھی' کہ میرے سوکھے ہوئے سینے میں دودھ کی فراوانی ہوگئی۔ وہ عبداللہ جو بھوک سے بلکتا رہتا تھا۔ آج آرام سے سو رہا ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ اب ہماری اونٹنی کے تھن بھی دودھ سے بھر گئے تھے۔ ہم دو آدمیوں نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ اور پھر بھی برتن میں دودھ بچ رہا۔ اس دور قحط سالی میں یہ پہلی رات تھی کہ ہم کھا پی کر آسودہ ہوئے' اور چین کی نیند سوئے۔

جناب حلیمہ کہتی ہیں کہ صبح کو ہم نے سیدہ آمنہ اور عبدالمطلب کو رخصتی سلام کیا۔ نور نظر کو گود میں لے کر اس نحیف ولاغر سواری پر بیٹھے مگر اب حالت ہی بدل چکی تھی' جس دراز گوش اونٹنی سے قدم اٹھائے نہیں جاتے تھے۔ اور جو آتے وقت قافلہ سے پیچھے رہی تھی۔ اور آخر میں مکہ پہنچی تھی۔ اب اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ قافلہ سے آگے چل رہی تھی۔ ساتھی حیران تھے کہ حلیمہ کی سواری کے جانوروں میں یہ توانائی اور قوت کہاں سے اتنی جلدی آ گئی (کیا حلیمہ

متعدد سواریوں پر سوار ہو کر آئی تھیں۔ اور جب اتنے جانوران کے پاس موجود تھے تو وہ غریب اور فاقہ مست کیسے ہوئیں) وہ نہیں جانتی تھی کہ راکب براق حلیمہ کی گود میں رونق افروز ہیں۔ یہ تمام برکتیں اسی دریتیم کی ذات سے وابستہ ہیں' جن کو قبیلے کی تمام عورتوں نے یتیم خیال کر کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ (ابن ھشام' روض الانف)

حلیمہ کہتی ہیں کہ آپ کی برکتیں صرف مکہ میں یا راستہ تک محدود نہیں رہیں' بلکہ جب ہم اپنے گاؤں میں پہنچے تو وہاں بھی برکات محمدی کے بے شمار نظارے آنکھوں کے سامنے آتے رہے' وہ جنگل جو قحط زدہ ہو رہا تھا۔ جہاں کی گھاس خشک ہو چکی تھی' اب سرسبز و شاداب ہونے لگا' بکریاں جو بھوک سے بے حال ہو چکی تھیں' پیٹ بھر کر جنگل سے شام کو گھر واپس آنے لگیں' قبیلے کے لوگوں نے اپنے بچوں اور چرواہے سے کہا کہ تم بھی اسی جنگل میں بکریاں چرایا کرو' جہاں حلیمہ کی بکریاں چرا کرتی ہیں۔ (ابن سعد)

عدل ونفاست

حلیمہ کا بیان ہے کہ آپ گہوارہ میں بھی عدل وانصاف پر اس درجہ عمل پیرا تھے کہ میں آپ کو کبھی دوسری سمت سے دودھ پلانا چاہتی تھی تو آپ نہ پیتے تھے' اس کی وجہ صرف ایک ہی ہو سکتی تھی' کہ آپ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے حق کا لحاظ رکھتے تھے' اسی طرح مزاج میں شروع ہی سے اس قدر نفاست اور شرم تھی' کہ آپ نے کبھی کپڑوں میں پیشاب پاخانہ نہیں فرمایا۔ اگر حاجت ہوتی تو روتے تھے' جب میں کپڑا اوڑھا دیا کرتی تھی تو خاموش ہو جاتے تھے۔ حلیمہ بھی کہتی ہیں کہ اگر میں کسی کام میں مصروف ہوتی تھی' تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی آپ کو بہلا رہا ہے۔ اور آپ اطمینان سے لیٹے ہوئے ہیں' اس سے پتہ چلتا ہے کہ قدرت نے آپ کی فطرت میں شرم وحیا اور عدل وانصاف کو ودیعت فرمایا تھا۔

بولنا اور چلنا

دو مہینے کی عمر میں آپ بیٹھنے لگے تھے۔ اور پانچ مہینہ کی عمر میں پیروں چلنے لگے تھے۔

اور سات ماہ کی عمر میں تیز چلتے تھے۔ آٹھ مہینے کی عمر ہوئی تو آپ اچھی طرح بولنے لگے تھے۔ آپ کا پہلا کلام لا الہ الا اللہ تھا۔

آپ کبھی بچوں کے ساتھ نہیں کھیلے' بلکہ رضاعی بھائی کو کھیلتے ہوئے دیکھتے تو ان کو منع فرماتے تھے' بعض تاریخوں میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر پایا جاتا ہے' مگر شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اسے غلط قرار دیا ہے' آپ کی ذات فیض و برکات کا ایسا منبع تھی کہ جو بیمار بچے پاس آ کر بیٹھ جاتے تھے' تندرست ہو جاتے تھے بیمار بکریوں پر اگر آپ ہاتھ پھیرتے تھے تو شفا مل جاتی تھی۔ حلیمہ کہتی ہیں' آپ دیکھتے تھے تو میرے اوپر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ اور یہ کیفیت مجھ پر اس درجہ غالب تھی کہ میں آپ کی موجودگی میں کبھی اپنے شوہر سے بھی ملاقات نہ کر سکی۔

واپسی مکہ:

سرکار عالم جب پورے دو سال کے ہوئے تو حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ آپ نے اس وقت زبان مبارک سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔

بیہقی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کا پہلا کلام یہ تھا (حیرت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کا دودھ چھوڑ کر دو سال کی عمر میں یہ واقعہ دیکھنے کے لئے قبیلہ بنی سعد پہنچ گئے) یعنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے سلسلہ میں یہ پہلا کلام تھا' ورنہ بولنے کی ابتدا تو لا الہ الا اللہ سے ہوئی تھی۔ حلیمہ کہتی ہیں۔ جب آپ دو سال کے تھے تو اچھے خاصے بڑے معلوم ہوتے تھے۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے گھر سے جدا کیا جائے۔ اور ماں کو واپس کیا جائے۔ مگر دستور کے مطابق مجھے دودھ چھڑانے کے بعد آپ کو مکہ لے جانا پڑا۔ تاکہ میں آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دوں' مگر اتفاق سے جب مکہ پہنچی تو وہاں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ پریشان تھے۔ مجھے آپ کو واپس لانے کے لئے ایک اچھا موقعہ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ میں نے آپ کے دادا اور والدہ سے کہا کہ مکہ میں طاعون

کی وبا کے زمانہ میں آپ کا رہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اگر آپ کہیں تو میں اپنے ہمراہ واپس لے جاؤں' اللہ کی عنایت کہ میرا مشورہ قبول ہوا۔ سب راضی ہو گئے۔ اور میں آپ کو اپنے ساتھ واپس لے آئی۔ ماں کا دل نہیں چاہتا تھا کہ اب بچہ کو علیحدہ رکھا جائے۔ مگر حلیمہ کے اصرار اور وبا کے زور نے واپس کرنا ہی مناسب سمجھا۔ آپ جانے لگے تو ماں نے پیار کیا۔ اور فرمایا بیٹا تھوڑے دن کے لئے ابھی اپنی مشفقہ دائی حلیمہ کے پاس اور رہو' پھر ہم بلا لیں گے۔ آنحضرت نے محبت سے ماں کو دیکھا' اور دوبارہ قبیلہ بنی سعد میں واپس آ گئے۔

تاریخ مسلمانان عالم ص۸۶ ج ۲

یہ وہ داستان ہے جو تاریخ وسیر کی عام کتابوں میں کہیں تفصیلاً اور کہیں اجمالاً مذکور ہے۔ حتیٰ کہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی ''مدارج النبوت'' میں ''معارج النبوت'' کے حوالہ سے اس داستان کو نقل کر کے اپنی نظر میں بہت بڑا تاریخی اور مذہبی کارنامہ انجام دیا ہے۔ شکر ہے کہ علامہ شبلی نے اپنی ''سیرت النبی'' کو اس قسم کی لغویتوں سے محفوظ رکھا' لیکن افسوس یہ ہے کہ انہوں نے ان روایات پر کوئی کلام بھی نہیں کیا۔

علامہ شبلی کے شاگرد رشید جناب سید سلیمان ندوی مرحوم جو مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ محدث' محقق اور ماہر رجال بھی تھے' انہوں نے سیرت النبی کی جلد سوئم میں ان تمام داستانوں پر محققانہ بحث فرمائی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس لئے ہم بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ بجائے اس کے خود ہم اس داستان پر کوئی کلام کریں' کیوں نہ سید صاحب مرحوم کی تحقیق قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔ سید صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی رضاعت اور شیر خوارگی کے زمانہ کے فضائل اور معجزات جب آپ کو حلیمہ سعدیہ اپنے گھر لے جاتی ہیں' ابن اسحاق' ابن راہویہ' ابویعلیٰ' طبرانی' بیہقی' ابو نعیم' ابن عساکر اور ابن سعد میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

حلیمہ سعدیہ کا آنا' آپ کا ان کو دیکھ کر مسکرانا' حلیمہ کے خشک سینوں میں دودھ بھر آنا' آپ کا صرف ایک طرف کے سینہ سے سیر ہو جانا' اور دوسری طرف کا اپنے رضاعی بھائی کے لئے بنظر انصاف چھوڑ دینا' آپ کے سوار ہوتے ہی حلیمہ کی کمزور اور دبلی پتلی گدھی کا

تیز رو' طاقت ور اور فربہ ہو جانا' اور حلیمہ کے قبیلہ کی قحط زدہ زمین کا سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا ہو جانا۔ حلیمہ کی بکریوں کا موٹا ہونا اور سب سے زیادہ دودھ دینا۔ آپ کا غیر معمولی نشو و نما پانا۔ دو برس کی عمر میں آپ کا سینہ چاک ہونا' حلیمہ کا اس واقعہ سے ڈر کر آپ کو آمنہ سے پاس واپس لانا۔ اور آمنہ کا حلیمہ کو تسلی دینا۔ یہ تمام واقعات ان کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔

لیکن یہ تمام واقعات دو طریقوں سے مروی ہیں۔ ایک طریقہ کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم ایک مجہول شخص ہے۔ اور دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے۔ جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

پہلے طریقہ سے اس کو ابن اسحاق' ابن راہویہ' ابویعلیٰ' طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ اس کا سلسلہ سند یہ ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولی حارث بن حاطب جمحی نے بیان کیا۔ اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا یا کسی ایسے شخص نے بیان کیا۔ جس نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے حلیمہ سعدیہ سے سنا۔

اس روایت میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہم اس روایت کا خود عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سننا۔ یقینی نہیں بتاتا۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یا کسی نے ان سے سن کر کہا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا' اور کیسا شخص تھا؟ ابونعیم وغیرہ متاخرین نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ شک سرے سے نظر انداز ہو گیا ہے۔ (یا عمداً گرا دیا گیا ہے) اگر بالفرض جہم نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آٹھ نو برس کے تھے اور پہلے میں ملک حبش سے مدینہ آئے تھے۔ ان کا حلیمہ سے ملنا' اور ان سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے۔

بلکہ علمائے سیر و رجال میں خود حلیمہ کے اسلام یا نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات میں اختلاف ہے۔ صرف ایک دفعہ غزوۂ ہوازن کے موقعہ پر ان کا آنا کسی کسی نے بیان کیا ہے۔ (حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ حلیمہ کی بیٹی شیما اور ان کا خاندان حالت کفر میں گرفتار

ہو کر آیا تھا۔ کیونکہ جنگ بنی ہوازن حلیمہ کے خاندان ہی سے ہوئی تھی۔ مگر اس موقع پر عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا جو کمسن تھے۔ موجود ہونا اور ان سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے۔ (بلکہ فتح مکہ اور اس کے بعد کے غزوات میں کوئی بچہ آپ کے ہمراہ نہ تھا)

جہم بن ابی جہم جو اس روایت کا سر بنیاد ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسی روایت کی تقریب سے اس کا نام لکھ کر لکھا ہے لا یعرف۔ یعنی معلوم نہیں یہ کون شخص تھا؟

دوسرا طریقہ وہ ہے جس کا مرکزی راوی واقدی ہے' اس سلسلہ سے ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ یہ سلسلہ علاوہ ازیں کہ واقدی کے سلسلہ سے موقوف ہے۔ یعنی یہ سلسلہ کسی صحابی تک نہیں پہنچتا۔ اس کو واقدی زکریا بن یحییٰ بن یزید سعدی سے اور وہ اپنے باپ یحییٰ بن یزید سعدی سے نقل کرتا ہے۔

ابن سعد نے دوسری جگہ پر ایک اور سلسلہ سے اس کو واقدی سے روایت کیا ہے۔ اور واقدی عبد اللہ بن زید بن اسلم سے' اور عبد اللہ اپنے باپ زید بن اسلم تابعی سے نقل کرتا ہے۔ یہ سلسلہ بھی علاوہ ازیں کہ اس کا پہلا راوی واقدی ہے۔ اور روایت بھی موقوف ہے۔ زید مذکور کی نسبت اہل مدینہ کلام کرتے تھے' اور ان کے بیٹے عبد اللہ کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ بھی استناد کے قابل نہیں۔ ابونعیم نے تیسری روایت میں واقدی کے سلسلہ سے ان واقعات کو بے سند لکھا ہے۔

یہودیوں کے منصوبے آپ ﷺ کے قتل سے متعلق

حلیمہ کے پاس قیام کے زمانہ میں ایک اور واقعہ بھی راویوں نے بیان کیا ہے' کہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر بعض یہودیوں نے یا عرب قیافہ شناسوں نے (روایت میں اختلاف ہے) یہ معلوم کر لیا۔ کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں۔ اور یہی ہمارے آبائی کیش اور مذہب کو دنیا سے مٹائیں گے۔ یہ سمجھ کر انہوں نے خود آپ کو قتل کرنا چاہا یا دوسروں کو آپ کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا۔ (روایت میں اختلاف ہے) ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حلیمہ آپ کو پہلے پہل مکہ معظمہ سے لے کر عکاظ کے میلہ میں آئیں۔

وہاں قبیلہ ہذیل کا ایک قیافہ شناس بڈھا تھا۔ عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر اس کے پاس آتی تھیں' اور فال نکلواتی تھیں۔ اس کی نظر جب آنحضرت ﷺ پر پڑی تو وہ چلا اٹھا کہ اسے قتل کر ڈالو' مگر آپ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔ حلیمہ آپ کو لے کر چل دی تھیں۔ لوگوں نے بڈھے سے واقعہ پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے ابھی وہ بچہ دیکھا جو تمہارے اہل مذہب کو قتل کرے گا۔ اور تمہارے بتوں کو توڑے گا۔ اور کامیاب ہوگا۔ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو بہت ڈھونڈا مگر آپ نہ ملے۔ حلیمہ نے آپ کو پھر کسی قیافہ شناس اور فال دیکھنے والے کے سامنے پیش نہیں کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس بڈھے کی عقل جاتی رہی' اور وہ حالت کفر میں مر گیا۔

دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آمنہ نے حلیمہ کو کہہ دیا تھا کہ میرے بچہ کو یہودیوں سے بچائے رکھنا۔ اتفاق سے جب وہ آپ ﷺ کو لے کر چلیں تو کچھ یہودی راستہ میں مل گئے۔ انہوں نے آپ کا حال سن کر ایک دوسرے سے کہا کہ اس کو مار ڈالو' پھر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بچہ یتیم ہے؟ حلیمہ نے کہا نہیں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ اور اپنے شوہر کو بتایا کہ وہ اس کا باپ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے۔ اور چونکہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ یتیمی کی علامت بچہ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ اس سے ان کا یقین جاتا رہا۔

سید سلیمان ندوی مرحوم اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ روایتیں ابن سعد ص ۷۰ میں ہیں۔ مگر حالت یہ ہے کہ پہلی روایتوں کا ماخذ واقدی کی داستانیں ہیں۔ اور اس پر بھی ان کے سلسلے ناتمام ہیں۔ آخری روایت کا سلسلہ یہ ہے۔ عمرو بن عاصم کلابی' ہمام بن یحیٰ اور اسحاق بن عبداللہ۔ گو یہ تینوں عموماً ثقہ اصحاب ہیں مگر ان کی روایت موقوف ہے۔ یعنی آخری راوی اسحاق بن عبداللہ گو تابعی ہیں۔ مگر وہ کسی صحابی سے اس کا سننا ظاہر نہیں کرتے۔ معلوم نہیں یہ روایت کہاں سے پہنچی۔

تقریباً اس واقعہ کو ابونعیم نے دلائل میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حلیمہ جب آپ کو مکہ سے لے کر روانہ ہوئیں تو ایک وادی میں پہنچ کر ان کو حبش کے کچھ لوگ ملے۔ حلیمہ ان کے

ساتھ ہو گئیں۔ انہوں نے جب آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو آپ کی نسبت کچھ دریافت کیا۔ اس کے بعد آپ کو خوب غور سے دیکھنا شروع کیا۔ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں مہر نبوت تھی۔ وہ دیکھی۔ آپ کی آنکھوں میں تھوڑی سرخی تھی اس کو دیکھتے رہے۔ پھر پوچھا کہ کیا بچہ کی آنکھوں میں یہ سرخی کسی بیماری سے ہے یا ہمیشہ سے اسی طرح کی ہے۔ حلیمہ نے کہا نہیں ہمیشہ سے اسی طرح ہے انہوں نے کہا اللہ کی قسم یہ پیغمبر ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے چاہا کہ بچہ کو حلیمہ سے چھین لیں۔ لیکن اللہ نے آپ کی حفاظت کی۔

ابو نعیم کی اس روایت کا سلسلہ نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور اس کے رواۃ مجہول الحال لوگ ہیں۔

بادلوں کا ساتھ چلنا

بیان کیا جاتا ہے کہ حلیمہ پیار و محبت کی وجہ سے آپ کو دھوپ میں نکلنے نہیں دیتی تھیں۔ ایک دن آپ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دھوپ میں نکل پڑے۔ حلیمہ نے دیکھا تو لڑکی پر خفا ہو گئیں۔ کہ تم دھوپ میں کیوں لے گئیں۔ لڑکی نے کہا اماں جان میرے بھائی کو دھوپ نہیں لگتی۔ میں نے دیکھا کہ اس پر بادل سایہ کئے تھے۔ جدھر یہ بچہ جاتا تھا ادھر وہ بھی چلتے تھے۔ اور جہاں یہ رک جاتا تھا وہ بھی رک جاتے تھے۔ اس کیفیت سے وہ یہاں تک پہنچا ہے۔

ابن سعد نے اس واقعہ کو دو طریقوں سے نقل کیا ہے۔ ایک میں صرف واقدی کا حوالہ ہے۔ اور اس کے آگے کوئی نام نہیں دیا۔ اور دوسرے میں ہے کہ واقدی نے معاذ بن محمد سے اور اس نے عطا سے اور عطا نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ ابن سعد کے علاوہ ابو نعیم ابن عساکر اور ابن طرماح نے بھی اسی سلسلہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں واقدی کے علاوہ معاذ بن محمد مجہول اور نا معتبر ہے (اور ابن عباس رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے)

بحیرا راہب کی داستان

ان مشہور عالم مذہبی داستانوں میں ایک بحیرا نامی راہب کی داستان بھی ہے جو تمام کتب تاریخ سیر میں مختلف انداز میں کمی بیشی کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ اتفاق سے یہ قصہ حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ترمذی میں بھی پایا جاتا ہے۔ جس کے سبب علمائے کرام نے اسے ایمانیات کا درجہ دے دیا۔ لیکن ترمذی کی روایت میں چند ایسے امور بھی آ گئے ہیں جو قطعاً خلاف عقل ہیں۔ جس کے باعث متعدد چوٹی کے علماء نے اس سلسلہ میں قلابازیاں کھائی، حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے نفس واقعہ کو تو صحیح قرار دیا۔ لیکن کچھ اجزاء کو باطل تسلیم کیا۔ اور کچھ محدثین نے سرے سے اس واقعہ کا انکار کیا۔

ہم سب سے پہلے اس قصہ کو سیرت کی ایک مشہور کتاب اصح السیر سے نقل کرتے ہیں جو حکیم عبدالرؤف دانا پوری کی تصنیف ہے۔ حکیم صاحب اپنی کتاب کے ص ۵۱ پر رقم طراز ہیں۔

حضور کی عمر جب بارہ سال دو ماہ ہوئی۔ اس وقت خواجہ ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا۔ اور حضور کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مقام تیما میں پہنچے تو وہاں بحیرا راہب ملا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ یہود عالم تھا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ نصرانی عالم تھا۔ واللہ اعلم۔ اس نے کتب قدیمہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپ میں نبوت کی کچھ علامات دیکھیں، اور خواجہ ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا کہ کیا آپ کو اس کے ساتھ محبت ہے؟ انہوں نے کہا بے شک۔ بحیرا نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ بخدا آپ انہیں اگر شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور قتل کرنا چاہیں گے۔ آپ ان کو واپس لے جائیے۔ چنانچہ خواجہ ابو طالب وہیں سے حضور انور ﷺ کو ساتھ لے کر واپس چلے آئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔ اصح السیر ص ۵۱

حکیم عبدالرؤف صاحب نے جہاں واقعہ کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ وہاں

اپنی جانب سے حتیٰ الامکان یہ کوشش بھی کی کہ اس واقعہ میں جو خرافات پائی جاتی ہیں اور جو جو اس واقعہ پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ ان کا حتیٰ الامکان دفاع کیا جائے۔ اور اس کی انجام دہی کے لئے انہوں نے اصل واقعہ میں دل کھول کر تحریف کی۔ اور دیانت وامانت کے تمام اصولوں کو خیر باد کہہ دیا۔

اب قاری احمد پیلی بھیتی قادری کی بھی سنئے۔ وہ اپنی کتاب تاریخ مسلمانان عالم میں لکھتے ہیں۔

ابو طالب کی آخری منزل وہ جگہ تھی جسے بصریٰ کہتے تھے۔ آج کل اس جگہ کو حوران کہتے ہیں۔ عرب سے شام کو آنے والے تجارتی قافلے اسی شہر بصریٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ قیام گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر بحیرا راہب کی مشہور خانقاہ تھی۔ بحیرا دین مسیح کا بہت بڑا متقی (بلکہ پہنچا ہوا ولی) اور عبادت گزار شخص تھا۔ توریت انجیل اور دیگر آسمانی کتابیں اس کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کی علامتیں کیا ہیں۔ وہ اکثر قریش کے تجارتی قافلوں کو خانقاہ سے دیکھنے کے لئے آتا تھا۔ کہ یہ معلوم کر سکے کہ نبی آخر الزماں اس میں موجود ہیں یا نہیں۔

اتفاق کی بات کہ ابو طالب کا قافلہ گھاٹی سے اتر کر قیام کرنا چاہتا ہی تھا۔ کہ بحیرا کی نظریں پڑ گئیں۔ اور وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک ابر کا ٹکڑا قافلہ کے ایک بچہ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اور تمام حجر وشجر سجدے کے لئے جھک رہے ہیں۔ اور السلام علیک یا رسول اللہ کہہ رہے ہیں۔ ابھی قافلہ والے اچھی طرح سے دم بھی نہ لینے پائے تھے۔ کہ بحیرا خانقاہ سے ابو طالب کے قریب آ گیا۔ اور آنحضرت کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ بچہ سید العالمین اور رسول پروردگار ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ بحیرا نے اہل قافلہ کی اپنی خانقاہ میں دعوت بھی کی تھی۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو وہ آنحضرت کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب کو رخصت کر دیا۔ مگر ابو طالب اور آنحضرت کو روک لیا۔ اور ابو طالب سے آنحضرت کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ خواب و بیداری کے حالات پوچھے' رشتہ دریافت کیا۔ ابو طالب

نے والد کی وفات کا حال بتایا۔ شانہ مبارک کو دیکھا۔ اور مہر نبوت کو کتب سماویہ کے مطابق پا کر ابو طالب سے کہا کہ میں آپ کو ہمدردانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ جلدی واپس گھر چلے جائیں' یہود کو نبی عربی سے سخت عداوت ہے۔ مجھے ان کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ ان کو دیکھیں گے تو ضرور نقصان پہنچانے کی تدبیریں کریں گے۔ ابو طالب نے بحیرا کے مشورے کو قبول کیا۔ اور بصریٰ ہی میں خرید و فروخت کر کے واپس آ گئے۔

طبری وغیرہ کا بیان یہ ہے کہ بحیرا نے آپ کے ہاتھ چومے' اور نبوت کی تصدیق کی۔ یعنی قبل از نبوت آپ پر ایمان لائے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ بحیرا جس وقت آپ کو خانقاہ میں دیکھ رہا تھا۔ اور ابو طالب سے کہہ رہا تھا کہ ان کو یہود سے بچانا۔ اس وقت سات رومی عیسائی آڑ میں کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ بحیرا نے ان سے معلوم کیا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم کو اطلاع ملی تھی کہ نبی عرب اس ماہ میں یہاں آنے والے ہیں۔ بحیرا نے کئی دن تک ان کو اپنی خانقاہ ہی میں ٹھہرائے رکھا۔ (تاریخ مسلمانان عالم ص ۱۰۹ ج ۲)

ان ہر دو مصنفین نے واقعہ کے آخری جزئیہ کو قطعاً تبدیل کر دیا ہے۔ ورنہ متقدمین مؤرخین کا بیان تو یہ ہے کہ ابو طالب نے آپ کو بلال اور ابو بکر کے ساتھ واپس کر دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ابو بکر نے بلال کے ساتھ واپس کر دیا۔

اصل یہی وہ جملہ ہے۔ جس سے اس واقعہ کی تمام عمارت منہدم ہوتی ہے۔ اور شبلی مرحوم نے سیرت النبی میں اسی پر کاری وار کیا تھا۔ لہٰذا بعد کے اردو مصنفین نے اس جملہ کو صاف اڑا دیا۔ حالانکہ دیانت و صداقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک غلط شئے کو غلط تسلیم کر لیتے۔ لیکن زمیں جنبد زماں جنبد نہ جنبد گل محمد خاں کے مصداق کسی تصوف کے مریض سے یہ بات کیسے ممکن ہو سکتی تھی۔

اصل جملہ اور اصل واقعہ پر تو ہم علامہ شبلی مرحوم اور علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم وغیرہ کی زبانی بحث کریں گے۔ انہوں نے جو کچھ بحث کی ہے اور انہوں نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے علاوہ ہمارے ذہن میں مزید نئے سوالات پیدا ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ہم پہلے انہیں

پیش کرنا چاہتے ہیں۔

شام میں حضور کی زندگی کو یہودیوں سے کیا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا؟ اس لئے کہ شام میں اس وقت عیسائیوں کی حکومت تھی۔ اور یہودی وہاں غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر کوئی خطرہ پیدا ہو سکتا تھا تو وہ عیسائیوں سے ہو سکتا تھا۔ اور قاری احمد صاحب نے بحیرا کے ذریعہ خطرہ یہودیوں کا بیان کیا۔ اور تلاش کے لئے عیسائیوں کو کھینچ لائے' یہ عجب دوغلی پالیسی ہے۔ پھر یہ دونوں مصنفین غزوۂ موتہ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضور نے دعوت اسلام کے لئے خط دے کر حارث بن عمیر ازدی کو حاکم بصری کی جانب روانہ کیا۔ لیکن اس عیسائی حاکم نے انہیں شہید کر دیا۔ جس کی وجہ سے غزوۂ موتہ واقع ہوا۔ اور صحیح بخاری کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تو اس حال میں خطرہ یہودیوں کی جانب سے ہوا یا عیسائیوں کی طرف سے گویا یہ بات تو سراسر جھوٹ ہوئی۔

اصل امر یہ ہے کہ جب ان حضرات نے بحیرا کو ایک متقی اور عابد ولی تصور کرتے ہوئے اسے پہلا مؤمن تسلیم کر لیا تھا تو اب یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی قوم کا دفاع نہ کیا جائے۔ لہٰذا یہ الزام یہودیوں کے سر تھوپا۔ لیکن ابھی ایک ہی لائن تحریر کی تھی کہ اپنی اس سحر کاری کو قطعاً بھول بیٹھے۔ اور دوسروں کا شکار کرتے کرتے خود شکار ہو گئے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ عیسائیوں سے خطرہ تھا۔ تو آپ نے تجارت کے سلسلہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام کے متعدد سفر کیے۔ جن میں سے ایک سفر کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ آخر عالم شباب میں یہ خطرات یکا یک کیسے رفع ہو گئے؟ اور وہ تمام علامات نبوت کہاں چلی گئیں جو عیسائی دنیا کا ایک ایک بچہ جانتا تھا؟

جب بحیرا راہب نے آپ کی نبوت کو قبول کر لیا۔ اور قبل از نبوت ہی آپ پر ایمان لے آیا تو گویا سب سے پہلا صاحب ایمان وہی ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور دیگر سابقین اسلام کس درجہ میں شامل ہوتے ہیں۔ کیا یہ ان صحابہ کرام پر مخفی تبرا نہیں ہے؟ کیونکہ آگے بھی ایک اور عیسائی ولی کا تذکرہ آ رہا ہے۔ کاش کوئی عالم اور مؤرخ اس بات کو سوچے کہ کس عمدہ طریقے سے سابقین اولین کو

عیسائیوں سے بھی پیچھے دھکیل دیا گیا ہے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

۶۔ جب راہ میں شجر وحجر آپ کو سجدہ کر رہے تھے۔ بادل سائے کر رہے تھے۔ اور درخت سایوں کے لئے جھک رہے تھے۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ تمام امور سب اہل قافلہ نے اپنے سامنے ہوتے ہوئے دیکھے تھے۔ یا صرف اس واقعہ کے راوی کو اپنی تخلیق سے قبل نظر آئے تھے' اگر سب نے دیکھے تھے تو بعد از نبوت ان میں سے کتنے افراد ایمان لائے۔ اور کون کون اس قافلہ میں شریک تھا؟ اور تو کوئی کیا ایمان لاتا جب وہی شخص ایمان نہ لایا جس کے بھتیجے کے لئے یہ تمام کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ اور اگر بحیرا اور ابو طالب کے علاوہ ان واقعات کو کسی اور نے نہیں دیکھتا تھا تو ابو طالب تو کافر مرا۔ اور بحیرا کا اس واقعہ کے بعد پوری تاریخ اسلام میں کہیں تذکرہ نظر نہیں آتا۔ تو پھر یہ واقعہ راویوں سے کس نے بیان کیا؟

یہ تو وہ چند اعتراضات ہیں جو عقلی طور پر پیدا ہو رہے تھے۔ لیکن علامہ شبلی مرحوم کو اس روایت کی سند پر بھی کچھ اعتراضات ہیں۔ لیکن ہم یہ اعتراضات پیش کرنے سے قبل ضروری تصور کرتے ہیں کہ ترمذی کی روایت کو بھی قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابو طالب قریش کے سرداروں کے ساتھ شام گیا۔ آپ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ یہ لوگ جب راہب کے قریب پہنچے۔ تو اس جگہ ان لوگوں نے منزل کی۔ اور اپنے کجاوے کھول دیئے۔ راہب انہیں دیکھ کر نیچے اترا۔ اس سے قبل یہ لوگ جب ادھر سے گزرتے تو وہ قطعاً نیچے نہ اترتا۔ اور نہ ان لوگوں کی جانب کوئی توجہ دیتا۔ یہ لوگ تو کجاوے کھولنے میں مشغول تھے۔ اور وہ راہب ان کے درمیان سے گزرتا ہوا۔ حضور تک پہنچا۔ اور آپ کا ہاتھ تھام کر بولا۔ یہ سید العالمین ہیں۔ رب العالمین کے رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گا۔ سرداران قریش نے استفسار کیا۔ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ کہنے لگا جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے۔ تو کوئی پتھر اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جو سجدہ میں نہ گر گیا ہو۔ اور یہ چیزیں نبی کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتیں۔ اور میں ختم نبوت کو پہچانتا ہوں جو سیب کی طرح مونڈھے پر ہوگی۔ پھر واپس لوٹ گیا۔ اور ان کے لئے کھانا تیار کیا۔ جب وہ کھانا لے کر ان لوگوں کے

پاس آیا تو اونٹوں کے گلہ میں پہنچتے ہی اس نے لوگوں سے کہا کہ اس لڑکے کو بلاؤ۔ آپ جب آئے تو آپ پر بادل سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب آپ لوگوں کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ درخت کے سایہ میں بیٹھ چکے تھے۔ جب آپ بیٹھے تو سایہ نے ادھر ہی رخ کر لیا۔ راہب یہ دیکھ کر بولا۔ دیکھو سایہ ادھر ہی ہو گیا ہے۔ ابھی وہ درمیان میں کھڑا انہیں قسمیں دے رہا تھا کہ اس بچہ کو روم نہ لے جاؤ۔ کیونکہ اگر رومی اسے دیکھیں گے تو اسے صفات سے پہچان لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔

اچانک روم کی جانب سے سات آدمی آتے نظر آئے۔ وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔ اور ان سے دریافت کیا کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہونے والا نبی اس شہر میں آیا ہے۔ لہٰذا ہر طرف آدمی اس کی تلاش میں روانہ کئے گئے ہیں۔ ہمیں اس کی آمد کی یہاں خبر ملی تھی تو ہمیں اس جانب روانہ کیا گیا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا تمہارے پیچھے تم سے بہتر کوئی فرد نہیں ہے۔ وہ بولے ہمیں تو اس راہ کی جانب بھیجا گیا تھا۔ اس نے سوال کیا اگر اللہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لے کیا کوئی شخص اسے روک سکتا ہے؟ وہ بولے نہیں۔ راہب نے کہا اچھا تو لوٹ جاؤ۔ اور خود بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور جاتے جاتے بولا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اس کا ولی کون ہے۔ ابو طالب نے کہا میں۔ وہ ابو طالب کو قسمیں دیتا رہا۔ حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ کو مکہ لوٹا دیا۔ اور آپ کے ساتھ ابو بکر اور بلال کو بھیج دیا۔ اس راہب نے آپ کے زادِ راہ کے لئے کیک اور زیتون دیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور ہمیں اس سند کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی کتاب المناقب' باب ماجاء فی بدعا النبوة رقم الحدیث (۳۶۲۰)

حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جس قدر طریقے ہیں وہ سب مرسل ہیں۔ یعنی راوی اول واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا۔ اور اس راوی کا نام بیان نہیں کرتا جو شریک واقعہ تھا۔

اس روایت کا سب سے مستند طریقہ وہ ہے جو ترمذی میں مذکور ہے۔ اس کے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے علاوہ کسی اور طریقے سے نہیں جانتے۔ حسن کا مرتبہ صحیح سے کم ہوتا ہے۔ اور جب غریب بھی ہو تو اس کا رتبہ اور گھٹ جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمان بن غزوان ہے۔ اس کو بہت سے لوگوں نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن اکثر اہل فن نے اس کی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمان منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ جن میں سب سے بڑھ کر منکر روایت وہ ہے۔ جس میں بحیرا کا واقعہ مذکور ہے۔

(۳) حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ لیکن علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ میں اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع۔ جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں۔

(۴) اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس سفر میں شریک تھے۔ حالانکہ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بچے تھے۔

(۵) اس روایت کے آخری راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں وہ شریک واقعہ نہ تھے۔ اور اوپر کے راوی کا نام نہیں بتاتے۔ ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد میں جو سلسلہ سند مذکور ہے وہ مرسل یا معضل ہے۔ یعنی جو روایت مرسل ہے اس میں تابعی جو ظاہر ہے کہ شریک واقعہ نہیں ہے کسی صحابی کا نام نہیں لیتا ہے۔ اور جو روایت معضل ہے۔ اس میں راوی اپنے اوپر کے دو راوی جو تابعی اور صحابی ہیں ان کا نام نہیں لیتا ہے۔

(۶) حافظ ابن حجر روایت پرستی کی بناء پر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ کی شرکت بداہتہً غلط ہے۔ اس لئے مجبوراً اقرار کرتے ہیں کہ اس قدر حصہ غلط ہے۔ جو غلطی سے روایت میں شامل ہو گیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہیں۔ عبدالرحمان بن غزوان کی

نسبت خود ان ہی حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ وہ خطا کرتا تھا۔ اس کی طرف سے اس وجہ سے بھی شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے ممالیک کی روایت نقل کی ہے۔ ممالیک کی ایک روایت ہے جس کو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہیں۔ (سیرت النبی ص ۱۸۰ ج ۱)

یہ روایت اختصار اور تفصیل کے ساتھ سیرت کی اکثر کتابوں میں اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے۔ مگر ابن اسحاق اور ابن سعد وغیرہ کتب سیر میں اس کے متعلق جس قدر روایتیں ہیں ان سب کے سلسلے کمزور اور ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اس قصہ کا سب سے محفوظ طریقہ سند وہ ہے جس میں عبدالرحمان بن غزوان جو ابونوح قراد کے نام سے مشہور ہے یونس بن ابی اسحاق سے اور وہ ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کرتے ہیں۔

یہ قصہ اس سلسلہ سند کے ساتھ جامع ترمذی' مستدرک حاکم۔ مصنف ابن ابی شیبہ' دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم میں مذکور ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن غریب اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ استاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد طبع اول ص ۱۳۰ و طبع دوئم ص ۱۶۸ میں اس روایت پر پوری تنقید کی ہے۔ اور عبدالرحمان بن غزوان کو اس سلسلہ میں مجروح قرار دیا ہے۔ اور حافظ ذہبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اس روایت کو موضوع سمجھتے ہیں۔

(۱) سب سے اول یہ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری مسلمان ہو کر ۷ھ میں مدینہ آئے تھے۔ اور یہ واقعہ اس سے پچاس برس پہلے کا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نہ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اور نہ کسی اور شریک واقعہ کی زبان سے اپنا سننا بیان کرتے ہیں۔ اس لئے یہ روایت مرسل ہے۔

(۲) اس واقعہ کو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے ابوبکر روایت کرتے ہیں۔ مگر ان کی نسبت کلام ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے کوئی روایت سنی بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ناقدین فن کو اس باب میں بہت کچھ شک ہے۔ امام احمد بن حنبل نے تو اس سے قطعی انکار کیا ہے۔ بنابریں یہ روایت منقطع ہے۔ اس کے سوا ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ ضعیف

سمجھے جاتے ہیں۔

(۳) ابوبکر سے یونس بن ابی اسحاق اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں۔ گو متعدد محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ تاہم عام فیصلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہیں' یحییٰ کہتے ہیں کہ ان میں سخت بے پروائی تھی۔ شعبہ نے ان پر تدلیس کا الزام قائم کیا ہے۔ امام احمد ان کی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف اور عام روایتوں کو مضطرب اور ایسی ویسی کہتے ہیں۔ ابو حاتم کی رائے ہے کہ گو وہ راست گو ہیں۔ لیکن ان کی اپنے باپ سے حدیث حجت نہیں۔ ساجی کا قول ہے کہ وہ سچے ہیں۔ اور بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ ابو حاکم کا بیان ہے کہ ان کو اکثر اپنی روایتوں میں وہم ہو جاتا تھا۔

(۴) چوتھا راوی عبدالرحمان بن غزوان ہے۔ جس کا نام مستدرک اور ابو نعیم میں ابو نوح قراد ہے۔ اس کو اگرچہ بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ تاہم وہ متعدد منکر روایتوں کا راوی ہے۔ ممالیک والی جھوٹی حدیث اسی نے روایت کی ہے۔ ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ اس نے امام لیث سے ایک منکر روایت نقل کی ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ وہ غلطیاں کرتا تھا۔ اور امام مالک اور لیث کی طرف سے ممالیک والی حدیث نقل کرنے کی وجہ سے اس کی طرف سے دل میں خلجان ہے۔

(۵) حافظ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمان بن غزوان کی منکر روایتوں میں سب سے زیادہ منکر بحیرا راہب کا قصہ ہے۔ اس قصہ کے غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت بچہ تھے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

(۶) حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ حافظ ذہبی مستدرک کی تلخیص میں لکھتے ہیں۔ کہ میں اس روایت کو بنایا ہوا خیال کرتا ہوں' کیونکہ اس میں بعض واقعات غلط ہیں۔

(۷) امام بیہقی اس کی صحت کو صرف اس قدر تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قصہ اہل سیر میں مشہور ہے۔ سیوطی نے خصائص میں امام موصوف کے اس فقرہ سے یہ سمجھا ہے کہ وہ بھی اس

کے ضعف کے قائل ہیں۔اس لئے اصل روایت میں ابن سعد وغیرہ سے چند اور سلسلے نقل کیے ہیں۔مگر ان میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔

(۸)اسی طرح اس روایت میں اضطراب بھی ہے وہ یہ کہ کسی روایت میں ہے کہ ابو طالب نے آپ کو ابوبکر اور بلال کے ساتھ واپس کر دیا اور کسی روایت میں ہے کہ ابوبکر نے آپ کو واپس کر دیا۔

شام کا ایک اور سفر

نسطورا ولی کی کہانی

نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر متعدد بار شام اور یمن تشریف لے گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ ایک بار بصریٰ بھی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اب وہاں ایک نیا ولی گدی نشیں تھا۔ جس کا نام نسطورا تھا۔ اب یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ پہلا مومن وولی بحیرا تا حال زندہ تھا یا مر گیا تھا۔ اور نسطورا نامی ولی نے بحیرا کی جگہ سنبھال لی تھی۔ یا اس کی کوئی نئی گدی تھی جس پر یہ براجمان تھا۔ ہم تو بہر صورت صرف اتنی بات جانتے ہیں کہ عیسائی متعصبین ان ہی دو واقعات کو پیش کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے دنیا کو جو کچھ بھی تعلیم دی اور قرآن کی صورت میں جو کتاب پیش کی وہ ہمارے ان ولیوں سے سیکھ کر دی تھی۔ گویا وہ ایسے صاحب کرامات بزرگ تھے کہ ایک ہی نظر میں انہوں نے سب کچھ سکھا دیا۔ خیر یہ باتیں تو ہمارے موضوع سے علیحدہ ہیں ہمارے نزدیک تو نفس واقعہ ہی کا کوئی وجود نہیں۔ آیئے پہلے اصل کہانی قاری احمد پیلی بھیتی کی زبانی سن لیجیے۔ قاری صاحب لکھتے ہیں۔

آپ کے ساتھ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔ اس کی زبانی روایت ہے کہ ہر جگہ آپ پر ابر سایہ فگن رہتا۔ کبھی فرشتے اپنے پروں کا سایہ کرتے تھے۔ ایک عیسائی خانقاہ کے قریب جہاں نسطورا نامی راہب رہتا تھا۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ راہب نے یہ دیکھا تو میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ اس نے نام ونشان بتایا۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں ٹھرا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا ان کی آنکھوں میں ہمیشہ یہ سرخی رہتی ہے۔ غلام نے اثبات میں جواب

دیا۔ راہب نے کہا تو یقیناً یہ آخر زمانہ کا پیغمبر ہے۔ تم کبھی اس کی رفاقت نہ چھوڑنا۔ اسی درمیان میں ایک شخص سے خرید و فروخت میں کوئی جھگڑا پیش آیا۔ خریدار نے آپ سے کہا لات وعزیٰ کی قسم کھاؤ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں ان کی قسم نہیں کھاتا۔ راہب نے میسرہ سے کہا اللہ کی قسم یہ پیغمبر ہے۔ اس کی صفتیں ہماری کتابوں میں لکھی ہیں۔

میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کی سخت دھوپ پڑتی۔ تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے۔ جب آپ تجارت سے فارغ ہو کر مکہ آرہے تھے۔ اتفاق سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت چند سہیلیوں کے ساتھ کوٹھے پر تھیں۔ حضرت خدیجہ کی آپ پر نظر پڑی کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں۔ اور دو فرشتے آپ پر سایہ افگن ہیں۔ انہوں نے یہ منظر اپنی سہیلیوں کو دکھایا۔ اور میسرہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ میسرہ نے کہا میں پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا آیا ہوں۔ اور اس کے بعد اس نے نسطورا راہب کی گفتگو بھی خدیجہ سے دہرائی۔ (مدارج النبوت۔ تاریخ مسلمانان عالم ص ۱۲۳ ج ۲)

یہ واقعہ ابن اسحاق' ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر میں ہے۔ ابن اسحاق میں اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے۔ بقیہ کتابوں میں اس کی سند یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین واقدی سے اور واقدی موسیٰ بن شیبہ سے اور وہ عمیرہ بنت عبداللہ بن کعب سے اور عمیرہ ام سعد بنت کعب سے اور وہ یعلیٰ بن منیہ صحابی کی بہن نفیسہ بنت منیہ سے جو صحابیہ تھیں روایت کرتے ہیں۔ واقدی کی بے اعتباری تو محتاج بیان نہیں۔ اس کے علاوہ موسیٰ بن شیبہ کی نسبت امام احمد بن حنبل کہتے ہیں اس کی حدیثیں منکر ہیں۔ عمیرہ بنت کعب اور ام سعد کا حال معلوم نہیں۔ (سیرت النبی ص ٧٦٤ ج ٣)

قریش کی دعوت

مؤرخین واہل سیر لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان صفا کے چند روز بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ دعوت کا سامان کرو' تمام خاندان عبدالمطلب اور دیگر رشتہ داروں کو مدعو کیا گیا۔ تقریباً چالیس افراد نے دعوت میں شرکت کی۔ نبی کریم ﷺ نے کھانے کے بعد

کھڑے ہو کر فرمایا۔ میں تم لوگوں کے لئے وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تمہارے لئے دین و دنیا دونوں کی کفیل ہو۔ میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے ایسا نادر تحفہ لے کر آیا ہو۔ کون ہے جو اس بارِ گراں کے اٹھانے میں میرا ساتھ دے۔ اور میری رفاقت اختیار کرے۔

تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ دفعۃً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا۔ گو مجھ کو آشوبِ چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نو عمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ وہ لوگ جن میں سے ایک سیزدہ سالہ نوجوان ہے دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ (سیرت النبی ص ۲۱۰ ج ۱۔ تاریخ مسلمانان عالم ص ۱۶۰ ج ۲)

مولانا شبلی نے بھی اس روایت کو سیرت النبی جلد اول میں درج کیا ہے۔ جو طبری کی تاریخ اور تفسیر سے ماخوذ ہے۔ لیکن سید سلیمان ندوی نے استاد کی تحریر کردہ روایت کو ضعیف کہا ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کے راویوں میں عبدالغفار بن قاسم شیعی متروک ہے۔ دوسرا بدمذہب ہے جس کا نام منہال بن عمرو ہے۔

منہال بن عمرو کا تعارف

اس روایت کا ایک راوی منہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نہیں سنی۔ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ناقابل اعتبار ہے۔ جوزجانی اپنی ضعفاء میں لکھتے ہیں یہ بدمذہب تھا۔ ابن حزم نے اس پر یہی اعتراض کیا ہے۔ شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ مسلم نے بھی اس کی روایت نہیں لی۔ (میزان ص ۱۹۲ ج ۴)

اس منہال کو اگر ثقہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی یہ روایت قابل قبول نہ ہو گی۔ اس لئے کہ اس نے اوپر کے راوی بیان نہیں کئے۔ اس طرح ایک تابعی اور ایک صحابی سند سے غائب ہے۔ اور جس روایت سے دو راوی چھوٹ جائیں اسے اصطلاح محدثین میں معضل

کہا جاتا ہے۔اور معضل روایت بدترین درجہ کی ضعیف سمجھی جاتی ہے۔

اس منہال سے اس روایت کونقل کرنے والا عبدالغفار بن قاسم ہے۔اس کا حال بھی ملاحظہ ہو۔امام ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔

عبدالغفار بن قاسم:

اس کی کنیت ابومریم الانصاری ہے۔ ذہبی کہتے ہیں۔ یہ ثقہ نہیں ہے۔ بلکہ رافضی ہے۔امام علی بن المدینی جوفن رجال میں بخاری مسلم ابوداؤد اور نسائی کے استاد ہیں فرماتے ہیں۔ یہ شیعوں کا رئیس (مجتہد) تھا۔احادیث وضع کیا کرتا تھا۔یحیٰ بن معین فرماتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں ہے۔امام بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

امام شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے ابومریم کی ایک بات پر سماک الحنفی کو یہ الفاظ کہتے سنا۔اللہ کی قسم تو جھوٹ بولتا ہے۔

عبدالواحد بن زیاد کا بیان ہے کہ ابومریم نے ایک روز لوگوں کے سامنے قرآن کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے اعمال دیکھنے کے لئے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ میں نے اس سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ وہ ڈھیٹ بن کر بولا کہ تو مجھے جھٹلاتا ہے۔

ابوداؤد طیالسی کا بیان ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابومریم جھوٹا ہے میں اس سے ملا ہوں۔اور میں نے اس کی باتیں سنی ہیں۔اس کا نام عبدالغفار بن قاسم ہے۔

امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ ہم ابوعبید؄ سے احادیث سننے جایا کرتے تھے۔لیکن جب کبھی وہ ابومریم کی روایت بیان کرنا چاہتے تو لوگ شور مچا دیتے تھے کہ ہم اس کی کوئی روایت سننا نہیں چاہتے۔نیز امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی برائیوں میں روایات بیان کیا کرتا تھا۔

ابوحاتم اور نسائی کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔عفان نے بھی اس کی روایت قبول نہیں کی۔امام شعبہ نے اس سے ابتدا میں روایات سنی تھیں۔لیکن جب اُن پر اس کا جھوٹ کھلا تو انہوں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔ ابومریم ۱۶۰ھ تک زندہ رہا۔ میزان

الاعتدال ص ٦٤٠ ج ٢)

ان تمام بیانات سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ یہ روایت عبدالغفار بن قاسم ابو مریم الانصاری کی وضع کردہ ہے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بڑھانے کے لئے یہ روایت وضع کی۔ لیکن اپنی اس موضوع کہانی میں چند ایسے نقائص چھوڑ دیئے کہ اگر اس روایت کو بلحاظ سند صحیح بھی فرض کر لیا جائے۔ تب بھی معنوی اعتبار سے یہ درست نہ ہو گی۔ غالباً اسی لئے سید صاحب نے یہ جملہ تحریر فرمایا کہ اس کے موضوع ہونے کی اور بھی وجوہات ہیں۔

شعب بنی ھاشم میں محصور ہونا

واقعہ کی نوعیت کچھ اس طرح ہے کہ جب کفار قریش نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں پر اتنی سختیوں کے باوجود اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔ اور روز بروز اُن کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور جو لوگ ان حالات سے تنگ آ کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے۔ انہیں شاہ حبشہ نے پناہ دی ہے۔ لہٰذا انہوں نے مل کر اب یہ فیصلہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے اور فقر و فاقہ میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا جائے۔

چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا۔ کہ کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت داری کرے گا۔ نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا۔ نہ اُن سے ملے گا۔ اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ نبوت کے ساتویں سال محرم میں مرتب کیا گیا۔ اور منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھ کر در کعبہ پر آویزاں کر دیا۔

ابو طالب مجبور ہو کر تمام قبیلے بنی ہاشم کے ساتھ اس درہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اور تین سال تک بنی ہاشم نے اس محاصرہ میں بسر کی۔ یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر گزارا کرتے تھے۔ حدیثوں میں جو صحابہ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلحہ کی پتیاں کھا کر گزارہ کرتے۔ یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کا جو یہ بیان ہے کہ ہمارے پتے کھا کھا کر ہونٹ ایسے ہو گئے تھے۔ جیسے اونٹ کے ہونٹ ہوں۔ "جب ہم اجابت کرتے تو وہ اونٹ کی مینگنوں کی طرح ہوتی۔ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑا میرے

ہاتھ آ گیا۔ میں نے اسے پانی سے دھویا۔ آگ پر بھونا۔ اور پانی میں ملا کر کھایا۔ یہ سب اسی دور کے حالات ہیں۔ گویا اس مقاطعہ میں وہ تمام حضرات شریک تھے جو مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہاشم کے باپ عبد مناف۔ جس وقت بنی ہاشم کا یہ مقاطعہ کیا گیا۔ تو ہاشم کے دو بھائیوں کی اولاد نے حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ یعنی بنو نوفل اور بنو مطلب۔ اور بقیہ تین بھائیوں کی اولاد نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ مال۔ فے میں سے بنو مطلب اور بنو نوفل کو مال عطا کیا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ہاشم کے چوتھے بھائی عبد شمس کی اولاد میں سے تھے۔ آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اس مال سے کیوں نہیں نوازتے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ مقاطعہ کے وقت بنو نوفل اور بنو مطلب نے ہمارا ساتھ دیا۔ لیکن بنو عبد شمس نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ یہ واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔

اس مقاطعہ میں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہ تھی۔ بلکہ ابولہب کے علاوہ تمام خاندان بنی ہاشم، خاندان بنی مطلب اور خاندان بنی نوفل کے خلاف یہ مقاطعہ عمل میں آیا۔ حالانکہ ان تینوں خاندانوں کے بیشتر افراد کافر تھے۔ چونکہ عرب میں ایک خاندان دوسرے خاندان کے کسی فرد پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ورنہ جنگ کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوتا۔ جو صدیوں تک منقطع نہ ہوتا۔ اس لحاظ سے قریش کا ہر خاندان حضور ﷺ پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے ڈرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مکی زندگی میں کسی تاریخ اور کسی سیرت کی کتاب میں آپ کو یہ کہیں نظر نہیں آئے گا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اسلام کی خاطر فلاں مصائب ڈھائے گئے۔ یا انہوں نے اسلام کی خاطر فلاں فلاں تکلیف برداشت کی۔ کیونکہ انہیں خاندان بنی ہاشم کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اس لئے اُن پر کوئی دست اندازی نہ کرسکا۔ اگر حضور کو صحیح معنٰی میں ابوطالب اور بنی ہاشم کی حمایت حاصل ہوتی تو آپ پر بھی ہرگز کوئی زیادتی نہیں ہوسکتی تھی۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ کہ جب بچے بھوک سے روتے تھے۔ تو اس درہ سے باہر آواز آتی تھی۔ قریش سُن سُن کر خوش ہوتے تھے۔ لیکن بعض رحم دل انسانوں کو رحم بھی آتا

تھا۔حضور کی بھی کمسن بچیاں تھیں (یعنی فاطمہ اور ام کلثوم) ایک دن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا۔ اور چھین لینا چاہا۔ اتفاق سے ابو البختری کہیں سے آ گیا۔ اگرچہ وہ کافر تھا۔ لیکن اس کو رحم آیا۔ وہ بولا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ بھیجنا چاہتا ہے۔ تو اسے کیوں روکتا ہے۔

بائیکاٹ کیسے ختم ہوا

یہ ہے اُس مقاطعہ کا پسِ منظر۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقاطعہ آخر کیسے ختم ہوا۔ اس کے خاتمہ کے لئے جو داستاں سرائی کی گئی۔ وہ ابن اسحاق' ابن سعد' بیہقی اور ابونعیم نے اس طرح نقل کی ہے۔

کہ قریش نے جب بنو ہاشم کا مقاطعہ کر کے انہیں شعب بنی ہاشم میں محصور کیا۔ اور باہم معاہدہ مرتب کر کے تحریری صورت میں درِ کعبہ پر لٹکایا۔ تو چند سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا۔ جس نے کاغذ کو کھا لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا نام چھوڑ کر باقی عبارت کو جس میں بنو ہاشم کے مقاطعہ کا عہد تھا۔ دیمک نے کھا لیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کا نام کھا لیا تھا۔ اور باقی عبارت چھوڑ دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے اس کا ذکر کیا۔ ابو طالب نے قریش کو اس کی خبر کی۔ اور بالا آخر اس واقعہ کے جھوٹ اور سچ ہونے پر معاہدہ باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا فیصلہ قرار پایا۔ کفار نے جب کاغذ کو اتار کر دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق ہو گئی۔

سید سلیمان ندوی مرحوم اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابن اسحٰق کی روایت تو بے سند ہے۔ بقیہ تمام روایتیں واقدی یا ابن لہیعہ سے مروی ہیں۔ جن کا اعتبار نہیں۔ اور جو ثقہ راویوں سے مروی ہیں تو وہ تمام تر مرسل ہیں۔ ان تمام روایتوں میں اگر کوئی بہتر روایت ہے تو وہ بیہقی میں موسیٰ بن عقبہ کی ہے جو امام زہری سے اس کو روایت کرتے ہیں۔ مگر وہ زہری تک پہنچ کر رہ جاتی ہے۔ کسی صحابی تک نہیں پہنچتی۔

زہری بے شک ایک مسلمہ امام ہیں۔لیکن اُن کی روایت اسی صورت میں قبول کی جا سکتی ہے۔جب وہ اوپر کی سند بیان کریں۔اس لئے کہ وہ چھوٹے درجہ کے تابعی ہیں۔اور بڑے درجہ کے تابعین سے روایت نقل کرتے ہیں۔اس طرح اوپر کے دو راوی غائب ہیں۔اور جب دوراوی ایک دم سے غائب ہوں تو محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ جو بدترین ضعیف روایت سمجھی جاتی ہے۔اور زہری کی تو مرسلات بھی قابل قبول نہیں۔امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام یحیٰی بن سعید القطان کا قول نقل کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں۔

ان مرسلات یحی بن ابی کثیر لیس بشیء وھکذا مرسلات الزھری وسفیان بن عینیة۔

یحیٰی بن ابی کثیر کی مرسلات کچھ نہیں۔اسی طرح زہری اور سفیان بن عینیہ کی مرسلات ہیں۔

محمد بن اسحاق اور واقدی کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔اب ابن لہیعہ کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرمالیں۔کیونکہ یہ محدثین میں بہت شہرت رکھتے ہیں۔

ابن لھیعہ:

اس کا نام عبداللہ ہے۔ابوعبدالرحمان اس کی کنیت ہے۔مصر کا عالم تھا۔وہاں کا قاضی بھی رہا۔تبع تابعی ہے۔ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔لیکن ترمذی نے اسے خود ضعیف کہا ہے۔یحیٰی بن معین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔قابل حجت نہیں۔حمیری کا بیان ہے۔کہ یحیٰی بن سعید القطان اسے کچھ نہ سمجھتے تھے۔عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔میں اس کی روایت نہیں لیتا۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی کچھ روایات لکھ کر بھیجی تھیں۔جن میں اس نے یہ بیان کیا تھا کہ یہ روایت میں نے عمرو بن شعیب سے سنی ہیں۔لیکن جب میں نے یہ روایات امام عبداللہ بن المبارک کو پڑھ کر سنائیں تو وہ اندر گھر میں گئے۔اور اس ابن لہیعہ کی کتاب کی نقل اٹھا کر لے آئے۔اس کتاب میں اُن تمام روایات کے بارے میں یہ لکھا ہوا تھا۔کہ ابن لہیعہ نے یہ تمام روایات

اسحاق بن ابی فروہ سے سنی ہیں جو نا قابل اعتبار راوی ہے۔ ابن لہیعہ نے اسحاق کا نام تبدیل کر کے عمرو بن شعیب کی جانب یہ روایات منسوب کر دیں۔

(اس نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے بہانہ یہ تراشا کہ میرے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ جس سے میرے تمام مسوادات جل گئے۔ اس لئے میں اب روایت میں بھول جاتا ہوں)

یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے کہ اس کے گھر میں ۱۷۰ھ میں آگ لگی تھی۔ جس سے اس مسودات جل گئے۔ لیکن عثمان بن صالح کہتے ہیں کہ کوئی مسودہ نہیں جلا تھا۔ صرف یہ ہوا کہ اس مسودے میں چند اجزا علیحدہ نقل کر رکھے تھے۔ اور وہ لوگوں کو اسی میں سے روایات سنایا کرتا تھا۔ اس نقل کا کچھ حصہ جل گیا تھا۔ عثمان بن صالح یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اس کی بیماری کی ابتدا سے واقف ہوں۔ ایک روز میں اور عثمان بن عتیق جمعہ پڑھ کر آ رہے تھے۔ ہمارے آگے آگے گدھے پر سوار یہ ابن لہیعہ جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور یہ گدھے سے نیچے گر پڑا۔ عثمان بن عتیق ایک دم سے آگے بڑھے۔ انہوں نے اسے سہارا دے کر بٹھایا۔ اور پھر ہم اسے اس کے گھر پہنچا کر آئے۔ اس کی اصل بیماری یہ تھی۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مثنیٰ بن الصباح سے احادیث لکھتا۔ اور انہیں عمرو بن شعیب کی جانب منسوب کر دیتا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ قوی نہیں' ایک بار فرمایا یہ ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے کہ مجھے بشر بن السری نے حکم دیا کہ اگر تیری ابن لہیعہ سے ملاقات ہو تو اس سے کوئی روایت نہ لینا۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ یہ کتابیں جلنے سے قبل بھی ضعیف تھا اور بعد میں بھی ضعیف ہے۔

ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں۔ اس کی ابتدائی اور آخری روایات سب برابر ہیں۔ ہاں ابن المبارک اور ابن وہب اس سے جو روایات نقل کرتے ہیں۔ وہ پرکھ کر نقل کرتے ہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی سنن میں اس کی کوئی روایت نہیں لی۔ سوائے ایک روایت کے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔

ابن ابی مریم کا بیان ہے کہ آخر عمر میں اس کے پاس گیا۔ تو بربر قوم کی ایک جماعت اس سے احادیث پڑھ رہی تھی۔ اور یہ اُن سے منصور، اعمش اور علماء عراق کی احادیث بیان کر رہا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ تیرا اہل عراق کی احادیث سے کیا تعلق۔ تو مصر کا باشندہ ہے۔ تجھے اہل عراق کی احادیث کا کیسے علم ہوا۔ کہنے لگا کہ راہ چلتے یہ احادیث میرے کانوں میں پڑ گئی تھیں۔ (یعنی بلا تحقیق انہیں بیان کرنا شروع کر دیا۔)

ابوزرعہ اور ابو حاتم کہتے ہیں۔ اس کا معاملہ پریشان کن ہے۔ لیکن شہادت کے طور پر اس کی روایت لکھی جائیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث پر کوئی نور نہیں ہوتا۔ یہ حجت کے قابل نہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں ابن لہیعہ کی حدیث حجت نہیں۔ لیکن میں اس کی روایات اس لئے لکھتا ہوں کہ شاید کسی حدیث صحیح کی اس کی روایات سے تائید ہوتی ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں۔ اسے خلیفہ منصور نے ۱۵۵ میں مصر کا قاضی بنایا تھا اور تیس اشرفی ماہانہ اس کا وظیفہ متعین کیا تھا۔ یہ نو ماہ اس عہدہ پر فائز رہا۔

ابوالاسود النضر کا بیان ہے کہ مصر کے علماء جو احادیث بیان کرتے تھے۔ ان کے مطابق اس نے بہت کم فیصلے کئے ہیں۔

امام ابن حبان اس کی زندگی کا مختصر سا جائزہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ ابن لہیعہ ۹۶ھ میں پیدا ہوا ۱۷۴ھ میں وفات پائی۔ طبعاً یہ نیک آدمی تھا۔ لیکن ضعیف راویوں سے روایت نقل کرتا۔ اور درمیان سے ان کا نام اڑا دیتا۔ پھر اس کی کتابیں جل گئیں۔ اسی لئے بعض محدثین کا قول یہ ہے کہ جن حضرات نے اس سے ابتدا میں احادیث نقل کی ہیں تو وہ معتبر ہیں۔ اور وہ چار شخص ہیں۔ عبداللہ بن المبارک، عبداللہ بن وہب۔ عبداللہ بن یزید المقری اور عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی۔ یہ لوگ جو اس سے روایت نقل کریں گے وہ قابل قبول ہوگی۔ ورنہ نہیں۔

آخر عمر میں اس کی جتنی روایات ہیں سب بے بنیاد ہیں۔ یہ ضعیف راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا۔ اور انہیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ بخاری نے

کتاب الضعفاء میں اس کو ضعیف اور اس کی روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

ہم اس کی حقیقت حال ظاہر کرنے کیلئے اس کی ایک روایت پیش کیئے دیتے ہیں۔

اس نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا۔ میرے بھائی کو میرے پاس بلاؤ۔ لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ نے ان کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ۔ اب علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ آپ نے انہیں اپنے کپڑے میں چھپا لیا۔ جب علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے نکلے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور نے تم سے کیا باتیں کیں کہنے لگے۔ حضور نے مجھے علم کے ایک ہزار دروازوں کی تعلیم دی۔ اور ہر دروازے میں ایک ہزار دروازے تھے۔

امام ابن عدی کامل میں فرماتے ہیں۔ یہ روایت اسی ابن لہیعہ کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ وہ غالی شیعہ تھا۔ میزان الاعتدال ص ٤٧٥ ج ٢

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مقاطعہ کیسے ختم ہوا۔ اس کا کوئی نہ کوئی سبب تو ضرور ہو گا۔ بے شک اس کے اسباب رونما ہوئے۔ لیکن وہ سب دنیاوی اسباب تھے۔ قدرتی اور آسمانی اسباب نہ تھے۔ اب ان اسباب کا حال علامہ شبلی کی زبانی سُن لیجئے۔

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھلیں۔ بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا۔ اور خود ان ہی کے طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔ ہشام عامری جو خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ میں ممتاز تھا۔ وہ چوری چھپے بنو ہاشم ؓ غیرہ کو غلہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ زہیر کے پاس جو عبدالمطلب کا نواسا تھا۔ گیا۔ اور کہا۔ کیوں زہیر تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ' پیو' ہر قسم کا لطف اٹھاؤ۔ اور تمہارے ماموں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو' زہیر نے کہا کیا کروں' تنہا ہوں' ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دوں' ہشام عامری نے کہا میں موجود ہوں' دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ ابوالبختری' ابن ہشام' اور زمعۃ بن اسود نے بھی ساتھ دیا۔ دوسرے دن سب مل کر حرم میں گئے۔ زہیر نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے' کہ ہم لوگ آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب ودانہ نصیب نہ ہو۔ اللہ کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا۔ ابوجہل برابر سے بولا۔ ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ جب یہ لکھا گیا تھا۔ ہم تو اس وقت بھی راضی نہ تھے۔ جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم نے ہاتھ بڑھا کر اس دستاویز کو چاک کر دیا۔ مطعم بن عدی' عدی بن قیس' زمعہ بن الاسود' ابوالبختری اور زہیر وغیرہ سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے۔ اور ان کو درہ سے نکال لائے۔ بقول ابن سعد یہ ۱۰ نبوی کا واقعہ ہے۔

یہ تمام واقعہ ابن ہشام' طبری اور ابن سعد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اس واقعہ کے کچھ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انتقال کر گئیں۔ اور ابو طالب بھی مر گیا۔ اس کے بعد معراج کا واقعہ پیش آیا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ ہمارے سامنے محمد بن حمید نے کتاب المغازی جو وہ سلمہ بن الابرش کے ذریعہ محمد بن اسحاق سے نقل کرتا ہے۔ پڑھ کر سنائی۔ اتفاق سے میں اس کے بعد علی بن مہران کے پاس گیا۔ میں نے اسے سلمہ کی کتاب المغازی پڑھتے دیکھا۔ میں نے علی بن مہران سے سوال کیا کہ کیا تو نے یہ المغازی محمد بن حمید سے سنی ہے۔ وہ یہ سن کر حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اور بولا کہ ابن حمید نے تو یہ کتاب مجھ سے سنی ہے۔ یعنی ابن حمید کا یہ دعویٰ کہ ابن اسحاق کی روایات اس نے سلمہ سے سنی تھیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس نے تو علی بن مہران سے سنی ہیں اور علی بن مہران نے سلمہ سے۔ یہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد اسحاق کوسج فرماتے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن حمید کذاب ہے۔

صالح جزرہ کا قول ہے۔ کہ ہم لوگ اس محمد بن حمید کو ہر بات میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ میں نے اس شخص سے زیادہ اللہ سے بے خوف کوئی انسان نہیں دیکھا۔ یہ لوگوں سے احادیث وروایات سنتا اور ان میں ردوبدل کرتا رہتا تھا۔

ابن خراش نے ایک بار اس محمد بن حمید کی روایت بیان کی۔ اور فرمایا۔ اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ دیگر محدثین کا قول ہے کہ وہ لوگوں کی احادیث لے کر دوسروں کی جانب

منسوب کر دیتا۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ صالح جزرہ کا قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں دو شخصوں سے زیادہ جھوٹ کا ماہر کوئی نہیں دیکھا۔ ایک محمد بن حمید مؤرخ اور دوسرا ابن الشاذکونی۔

امام فضلک الرازی فرماتے ہیں کہ میں اس محمد بن حمید کے پاس گیا تو یہ سنی سنائی کہانیوں کی سندات وضع کر رہا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس کے شاگرد مؤرخ طبری نے یہ بات تو یقین وصحت کے ساتھ لکھی ہے کہ اسے قرآن بھی یاد نہ تھا۔ آخر عمر میں اس سے روایات سننے والے دو شخص ہیں۔ ابو القاسم بغوی اور محمد بن جریر طبری۔ اس ابن حمید کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔ (میزان ص ۵۳۰ ج ۲)

غارِ ثور پر کبوتروں کا انڈے دینا

علامہ شبلی سیرت النبی میں لکھتے ہیں۔

مشہور ہے کہ جب کفار مکہ غار کے قریب آ گئے تو اللہ نے حکم دیا۔ دفعۃً ببول کا درخت اگا اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپا لیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے۔ اور گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔ حرم کے کبوتر ان ہی کی نسل سے ہیں۔ (گویا اس سے قبل حرم میں کبوتروں کا کوئی وجود نہ تھا)

اس روایت کو مواہب لدینہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اور زرقانی نے بزار وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے۔ اس کی نسبت امام فن رجال یحییٰ بن معین کا قول ہے لاشیء یعنی یہ ہیچ ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے۔ اس روایت کا ایک اور راوی ابو مصعب مکی ہے۔ اور وہ مجہول الحال ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کیے ہیں اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ (سیرت النبی ص ۲۷۲ ج ۱)

سید سلیمان ندوی مرحوم تیسری جلد میں رقم طراز ہیں۔

مشہور ہے کہ ہجرت کے وقت جب آپ نے غارِ ثور میں پناہ لی۔ تو اللہ کے حکم سے فوراً غار کے منہ پر بنولے یا ببول کا درخت اگ آیا۔ جس کی ڈالیاں پھیل کر غار پر چھا گئیں۔ کبوتر کے ایک جوڑے نے وہاں آ کر انڈے دیئے۔ اور مکڑی نے جالے تن دیئے۔ تا کہ مشرکین کو آنحضرت ﷺ کے بارے میں اس کے اندر ہونے کا گمان نہ ہو۔ درخت کے اگنے۔ کبوتر کے انڈے دینے اور مکڑی کے جالا تننے ان تینوں کا ذکر ابومصعب مکی کی روایت میں ہے۔ بقیہ روایتوں میں صرف کبوتروں کے انڈے دینے اور مکڑی کے جالا تننے کا بیان ہے۔ بہر حال یہ واقعہ کتب سیر میں ہے۔ ابن اسحاق' ابن سعد' دلائل بیہقی' ابونعیم میں اور کتب حدیث میں سے ابن مردویہ اور بزار میں ہے۔

ابن مردویہ' بزار اور بیہقی میں جو روایت ہے۔ نیز ابن سعد اور ابونعیم کی ایک روایت ابومصعب مکی سے ہے جو متعدد صحابہ سے اس واقعہ کا سننا ظاہر کرتا ہے۔ ابومصعب سے عون بن عمرو القیسی اس کی روایت کرتا ہے۔ لیکن یہ دونوں پایہ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں۔ ابو مصعب مکی مجہول ہے۔ اور عون بن عمرو کی نسبت یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں وہ منکر الحدیث' اور مجہول ہے۔

ابونعیم میں عون بن عمرو کے بجائے عوین بن عمرالتمیمی لکھا ہے۔ یہ عوین بن عمرو بھی بے اعتبار ہے۔ عقیلی نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کی روایتوں کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اور اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابومصعب مجہول ہے۔

استاذ مرحوم نے سیرت النبی جلد اول واقعہ ہجرت میں صرف ابومصعب کی روایت پر تنقید کی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ابومصعب کے علاوہ اور دوسرے سلسلوں سے بھی یہ مروی ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے ایک اور طریقہ سے اس واقعہ کی روایت کی ہے۔ مگر اس روایت کا سر سلسلہ واقدی ہے۔ جس نے متعدد روایتوں کو یکجا کر کے ان کی ایک مشترک روایت ہجرت تیار کی ہے۔ اس واقعہ کی بہترین روایت وہ ہے جو مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

فمروا بالغار فرأوا علی بابہ نسج العنکبوت فقالوا لو دخل ھھنا لم یکن نسج العنکبوت۔ (مسند احمد (۱/۳۴۸) اسنادہ ضعیف)

وہ لوگ غار پر سے گزرے تو انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے۔ اگر یہ لوگ اس میں داخل ہوتے تو یہاں یہ مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔

لیکن ان الفاظ سے اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ البتہ اس روایت کی بناء پر اس کو تائیدات میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ تاہم یہ روایت بھی قائم نہیں۔ اس کے راوی مقسم ہیں جو اپنے کو مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اور ان سے عثمان الجزری نامی ایک شخص روایت کرتا ہے۔ مقسم کی اگرچہ متعدد محدثین نے توثیق کی ہے۔ اور امام بخاری نے صحیح میں ان سے جماعت کی روایت نقل کی ہے۔ مگر انہوں نے خود کتاب الضعفاء میں ان کو ضعیف کہا ابن سعد نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ ساجی نے لکھا ہے کہ محدثین نے ان کی روایت میں کلام کیا ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں۔

عثمان الجزری جو عثمان بن عمرو بن ساج الجزری ہے۔ اور کہیں عثمان بن ساج کے نام سے مشہور ہے۔ گو ابن حبان نے اپنے مشہور تساہل کی بناء پر اس کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ مگر محدث ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے۔ حجت میں پیش نہ کی جائے۔ علامہ ذہبی نے میزان میں اور حافظ ابن حجر نے لسان میں صرف ابو حاتم کا قول نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نسبت محدثین کا آخری فیصلہ یہی ہے۔ (سیرت النبی ص ۷۶۶ ج ۳)

عثمان ابن ساج کے بارے میں ذہبی نے ابو حاتم کا یہ قول میزان ص ۳۹ ج ۳ پر نقل کیا ہے۔ لیکن ص ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ خصیف کہتے ہیں کہ اس کی روایت کی کوئی تصدیق نہیں کرتا۔ جہاں تک ابو مصعب کی روایت کا تعلق ہے تو وہ اس روایت کو حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ بن شعبہ سے نقل کرتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے۔ میزان ص ۳۰۷ ج ۳ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ابو مصعب کون شخص ہے۔ اس کا نام کیا ہے، یہ کب پیدا ہوا، اور کب مرا؟ تو اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے ان تینوں صحابہ سے یہ

روایت سنی کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

پھر ابو مصعب کا یہ دعویٰ اس لحاظ سے بھی جھوٹ ہے کہ ان تینوں صحابہ میں سے کوئی صحابی ایسا نہیں جو اس واقعہ کے وقت موجود ہو' مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک اس وقت دس سال کے بچہ تھے' اور مدینہ میں مقیم تھے زید رضی اللہ عنہ بن ارقم چند سال کے بچہ تھے اور مدینہ میں مقیم تھے۔ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ ۶ھ میں اسلام لائے۔ اس وقت تک کافر تھے اور طائف میں مقیم تھے۔ اور جو حضرات ہجرت کے وقت حضور کے ساتھ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ بن فہیرہ وہ اس قسم کا کوئی واقعہ بیان نہیں کرتے۔ اور نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو غار میں رات کو ساتھ سویا کرتے تھے۔ ان سے بھی اس سلسلہ میں کوئی واقعہ مروی نہیں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ میں تھے اور دو سال کے بچہ تھے۔

پھر ان حضرات کے سن وفات میں بھی زبردست فرق ہے۔ حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے کوفہ میں ۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ جب کہ زید رضی اللہ عنہ بن ارقم کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی اور حضرت انس بن مالک کا انتقال بصرہ میں ۹۳ھ میں ہوا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات طائف میں ۶۵ھ میں ہوئی۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کو دیکھا ہو۔ اس نے بقیہ صحابہ کو بھی دیکھا ہو۔ مثلاً امام زہری۔ امام ابوحنیفہ اور قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہو۔ لیکن ان حضرات نے بقیہ صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ۸۰ھ تک پیدا ہونے والے اشخاص کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ممکن تھا۔ لیکن حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ بن شعبہ کو تو وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کی پیدائش ۴۰ھ کے قریب ہوئی ہو۔ اور ان تمام امور کے جوابات اس پر موقوف ہیں کہ یہ ابو مصعب کون ہے' کب پیدا ہوا۔ یہ کہاں کا باشندہ تھا اور اس نے کہاں کی سکونت اختیار کی تھی اور کس کس جگہ کا سفر کس کس سن میں کیا اور کس کس سے استفادہ کیا۔ لیکن ان میں سے کسی ایک بات کا بھی کسی کو علم نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی کردار ہے جو اس کہانی کے پلاٹ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اسی لئے اس کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔

قصۂ ام معبد

بے دودھ کی بکری کے تھنوں میں دودھ اتر آنا

ہجرت کے موقعہ پر بے دودھ والی بکری کے تھنوں میں دودھ پیدا ہو جانے کا مشہور ترین معجزہ ام معبد کے خیمے کا ہے۔ کہتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کی راہ میں قبیلہ خزاعہ کے ایک خاندان کا میدان میں خیمہ تھا۔ ام معبد' اور ابو معبد میاں بیوی اس خیمے میں رہتے تھے۔ اور مسافروں کو آرام پہنچایا کرتے تھے۔ بکریوں کی پرورش پر ان کا گزارا تھا۔ صبح کو ابو معبد تمام اچھی اور دودھ والی بکریاں لے کر چراگاہ کو نکل گیا تھا۔ صرف بے دودھ والی بکریاں خیمے میں رہ گئی تھیں۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں آپ نے بہ قیمت طلب کیں۔ جو نہیں ملیں۔ خیمہ کے ایک گوشہ میں ایک بکری نظر آئی۔ آپ نے پوچھا ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا یہ لاغری کے سبب بکریوں کے ساتھ نہ جا سکی۔ پھر فرمایا کہ اس کے کچھ دودھ ہے؟ اس نے جواب دیا یہ دودھ سے معذور ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ امسال خشک سالی تھی۔ اور لوگ قحط میں مبتلا تھے۔ فرمایا کہ مجھے اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔ عرض کی میرے ماں باپ قربان اگر اس کے دودھ ہو تو دوہ لیجئے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور بسم اللہ کہہ کر تھن کو ہاتھ لگایا۔ فوراً اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ دودھ سب نے پی لیا۔ اور کچھ بچ گیا اور قافلہ نبوی آگے روانہ ہوا۔ کچھ دیر کے بعد ابو معبد آیا۔ دیکھا کہ گھر میں دودھ رکھا ہے۔ تعجب سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریاں تو سب میرے ساتھ تھیں۔ ام معبد نے سارا قصہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا ذرا اس

شخص کی صورت وشکل بیان کرو؟ ام معبد نے نہایت تفصیل سے آپ کے حسن وجمال اور شکل وشمائل کی تصویر کھینچی۔ جسے سن کر ابو معبد نے کہا یہ تو اللہ کی قسم قریش والا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جس کا کچھ حال میں سن چکا ہوں میری آرزو ہے کہ مجھے اس کی صحبت میسر ہوتی۔ اور جب انشاءاللہ موقعہ مل گیا تو میں یہ کروں گا۔

اسی وقت مکہ میں کچھ اشعار سنے گئے۔ ان اشعار میں ام معبد کے واقعہ کا بیان تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جب ہاتف کی یہ آواز سنی تو ان اشعار کے جواب میں یہ اشعار کہے۔ یہ جوابی اشعار بھی روایت میں مذکور ہیں۔

سید سلیمان ندوی مرحوم اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ روایت بغوی، ابن شاہین، ابن سکن، ابن مندہ، ابو نعیم، طبرانی، بیہقی اور حاکم میں ام معبد کے بھائی حبیش بن خالد کی زبانی منقول ہے۔ حاکم نے نہ صرف یہ کہ اسے صحیح کہا ہے۔ بلکہ اور دیگر طریقوں سے اسے ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ مگر حاکم کے صحیح کہنے کی علماء کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ ان میں سے کوئی طریقہ سند صحیح کی شرائط کے مطابق نہیں۔

حافظ ذہبی نے مجملاً اسی قدر لکھا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حاکم کے علاوہ اور کتابوں میں بھی اسی سلسلہ سند سے مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حزام اپنے باپ ہشام سے۔ اور ہشام اپنے باپ حبیش بن خالد خزاعی سے ناقل ہیں۔ حزام مجہول ہے۔ حبیش بن خالد سے صرف یہی ایک روایت کتب حدیث میں مذکور ہے۔ حبیش اصل واقعہ کے وقت موجود نہ تھے۔ معلوم نہیں انہوں نے کس سے سنا۔ اس لئے اگر یہ روایت ثابت بھی ہو تو مرسل ہے۔

حاکم نے دو طریقوں سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ایک ان ہی حزام اور ہشام بن حبیش کے ذریعہ سے اور دوسرے حر بن صباح سے اور وہ ام معبد کے شوہر ابو معبد سے راوی ہیں۔ پہلے طریقہ میں حاکم نے یہ کمال کیا ہے کہ حبیش کے بجائے اس کے بیٹے ہشام بن حبیش کو اصل راوی اور صحابی قرار دے دیا۔ ظاہر ہے کہ اس طریق سے روایت کا ارسال اور

بڑھ گیا (یعنی اب درمیان سے دوراوی چھوٹ گئے)۔ ہشام کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔

دوسرے طریقے میں حر بن صباح گو ثقہ ہیں مگر ابو معبد سے ان کی سماعت ثابت نہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حر ابو معبد سے مرسل روایتیں کرتے ہیں (یعنی درمیان سے راوی غائب کر دیتے ہیں)

یہ تو ان تمام روایتوں کے اوپر کے راویوں کا حال ہے۔ نیچے کے راویوں میں اکثر مجہول لوگ ہیں۔ حر بن صباح والی روایت میں نیچے ایک شخص محمد بن بشر سکری ہے۔ جس کو ازدی نے منکر الحدیث اور ابن عدی نے واہی کہا ہے۔

ابو نعیم نے دلائل میں ایک اور صحابی سلیط ابو سلیمان انصاری بدری سے اس کی روایت کی ہے۔ سلیط سے ان کے بیٹے سلیمان اور ان سے ان کے بیٹے محمد بن سلیمان بن سلیط انصاری روایت کرتے ہیں۔ لیکن ان سلیط کا نام صرف اسی روایت کی رو سے بعض مؤلفین سیر صحابہ نے۔ صحابہ میں داخل کر لیا ہے۔ ورنہ ان کا کوئی حال ہم کو معلوم نہیں۔

سلیط انصاری جو بدری صحابی ہیں۔ وہ سلیط بن قیس انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ جس سے نسل نہیں چلی۔ ان کی روایت سنن نسائی میں موجود ہے۔ مگر ابو سلیمان سلیط انصاری بدری سے اس کے علاوہ کوئی روایت موجود نہیں۔ اسی لئے اسماء الرجال اور مؤلفین رجال صحابہ میں سے بعض نے ان کو اور سلیط بن قیس انصاری کو ایک سمجھا ہے۔ اگر ایسا ہے تو سلیمان ان کے بیٹے اور محمد ان کے پوتے کا ہرگز نام نہ تھا۔ اگر یہ دو شخص ہیں تو اصحاب بدر کے نام سب گنے ہوئے ہیں۔ ان میں سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ خزرجی کے سوا کوئی دوسرا سلیط نامی نہیں۔ پھر یہ مدینہ کے باشندہ تھے اور ام معبد قبیلہ خزاعہ کی تھیں جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں آباد تھا۔ معلوم نہیں کہ سلیط انصاری رضی اللہ عنہ نے کس سے سنا۔ پھر ان کے بیٹے سلیمان اور پوتے محمد سے کوئی واقف نہیں۔ حافظ ابن حجر لسان المیز ان میں محمد بن سلیمان بن سلیط انصاری کے حال میں لکھتے ہیں۔

قال العقیلی مجھول بالنقل روی عن ابیه عن جده فذکر قصة ام معبد وھو واہ وقال لیس ھذا الطریق محفوظا فی حدیث ام معبد

قال ابن مندة وهو مجهول

عقیلی کہتے ہیں یہ نقل میں مجہول ہے۔ یہ اپنے باپ کے ذریعہ دادا سے نقل کرتا ہے۔ اس نے ام معبد کا قصہ ذکر کیا ہے جو واہی ہے۔ اور ام معبد کے قصہ میں یہ سند محفوظ نہیں۔ ابن مندہ کہتے ہیں یہ مجہول ہے۔

علاوہ ازیں ان روایتوں کے الفاظ ام معبد اور آنحضرت ﷺ کے باہم طرز تخاطب اور اشعار کی زبان اور ابو معبد کی گفتگو میں ایک خاص قسم کی غرابت ہے۔ جس کو ناقدین حدیث اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہاتف غیب نے اشعار تو مکہ میں لوگوں کو سنائے اور حسان رضی اللہ عنہ نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے ان کا جواب کہا۔ ہجرت کے سال مکہ کے آس پاس قحط کا پڑنا اور خشک سالی ہونا بھی ثابت نہیں۔

مجھے ہجرت کے موقع پر ان دودھ والی روایتوں کے تسلیم کرنے میں اس لئے بھی پس وپیش ہے۔ کہ ہجرت کے رفیق سفر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے واقعات ہجرت کی جو روایت صحیح بخاری میں مذکور ہے اس میں ایک جگہ ایک چرواہے سے دودھ مانگ کر پینے کا ذکر موجود ہے۔ مگر اس معجزہ کا مطلق ذکر موجود نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ قصہ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

دفعۃً ایک چرواہا نظر آیا۔ جو اپنی بکریوں کو ہانکے لئے جا رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا۔ پھر میں نے کہا تمہاری بکریوں کے دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اپنے ہاتھ اور بکری کے تھن جھاڑ کر پیالہ میں دودھ دوہو۔ اس نے دوہا۔ تو میں آنحضرت ﷺ کے لئے ایک برتن میں رکھ کر اور تھوڑا پانی ملا کر تا کہ ٹھنڈا ہو جائے آپ کے پاس لایا۔ آپ نے نوش فرمایا۔ (سیرت النبی ص ۷۷۰ ج ۳)

سب سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق

سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے والدین آپ پر قربان ہوں مجھے اس چیز کے متعلق بتائیں جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا' اور اس نور کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی قدرت وطاقت سے جہاں چاہے پرواز کرے۔ اس وقت لوح محفوظ تھی' نہ قلم تھا' نہ جنت تھی نہ دوزخ' فرشتے تھے نہ آسمان وزمین' سورج تھا نہ چاند' جنات تھے نہ انسان۔ (کشف الخفاء حدیث نمبر ۸۲۷)

عرش پانی پر ڈولتا تھا جب کلمہ لکھا تو ٹھہر گیا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اور کہا محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے امتیوں کو کہہ دو کہ ان میں سے جو شخص بھی محمد کو اپنی زندگی میں پائے وہ بھی محمد ﷺ پر ایمان لائے

کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو آدم بھی نہ ہوتے نہ ہی جنت دوزخ پیدا کی جاتی۔ البتہ تحقیق جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس کو پانی پر رکھا تو وہ ہلنے لگا تو اللہ نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ٹھہر گیا مستدرك حاكم ۲/ ٦١٤) رقم الحديث (٤٢٢٧)

امام ذہبی کہتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ من گھڑت ہے۔

مزید دیکھیں۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة (٥/ ٤٤٨) حافظ ابن کثیر' حافظ ابن حجر' امام ابن تیمہ سب نے اس کو باطل اور جھوٹی روایت کہا ہے۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو پیدا نہ کرتا

امام صغانی نے اس کو موضوع (من گھڑت) کہا ہے۔

البانی نے بھی اس کو موضوع کہا ہے۔
ملا علی قاری یا دیگر کہتے ہیں اس کا معنیٰ صحیح ہے یہ بھی غلط ہے نہ اس کا معنیٰ صحیح ہے نہ اس کی کوئی سند صحیح ہے۔ بلکہ اس کی عربی عبارت تک غلط ہے
ہم کسی بھی روایت پر لمبا تبصرہ نہیں کرنے چاہتے بالخصوص ان روایات پر جن پر علماء کرام نے تشنگی باقی نہیں رہنے دی اس کے لئے مزید دیکھیں

الفوائد المجموعه فی الاحادیث الضعیفة والموضوعة للشوکانی حدیث (١٠١٣) کشف الخفاء (٢/٢٣٢) تزکرة الموضوعات للفتنی (٨٦) سلسلة الاحادیث الضعیفة رقم الحدیث (٢٨٢)

میں پیدائش کے اعتبار سے پہلا اور بعثت کے لحاظ سے آخر میں آیا ہوں۔ طبقات ابن سعد میں ہے (اَنَا اوّل الناس)

یہ بھی روایت ہرگز صحیح نہیں۔ دیکھیں۔

رواه البغوی فی شرح السنة ٥/٢٣٢) ابن عدی فی الکامل (٣/١٢٠٩) (ابن سعد فی الطبقات) الشفاء للقاضی عیاس (١/٤٦٦) الدر المنشور (٥/١٨٤) الاسرار المرفوعه (٢٨٢) التذکره للفتنی (٦٦١) الفوائد المجموعه رقم الحدیث (١٠١٤)

میں اللہ سے ہوں مومن مجھ سے ہیں

روایت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں مجھ میں اور میری امت میں قیامت تک خیر ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔
کوئی نبی ولی اللہ تعالیٰ کا جز (حصہ) نہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔

کشف الخفاء (١/٢٣٧) الاسرار المرفوعه (١١٩،١٢٠) تنزیة الشریعة

(۲/۲ ۰ ٤)اورالمنثور للسیوطی(٢٤) الفوائد المجموعه للشوکانی (١٠١٥)

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی میں نبی تھا

روایت کے الفاظ یہ ہیں کُنتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الما' والطّین میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کے آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

یہ بھی من گھڑت ہے۔ بے بنیاد ہے'

سلسلة الاحادیث الضعیفة رقم الحدیث (٣٠٢)

نہ پانی تھا نہ مٹی تھی میں اس وقت بھی نبی تھا

ہر لحاظ سے بے بنیاد ہے نہ روایتاً صحیح ہے نہ درایۃً صحیح ہے۔ ابن تیمیہ سیوطی شیخ البانی وغیرہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔

سلسلة الاحادیث الضیفة رقم الحدیث (٣٠٣)

آدم علیہ السلام کے کندھوں پر نام محمد ﷺ

سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں یہ روایت کی ہے'

کہ حضرت آدم کے دونوں شانوں پر یہ کلمات لکھتے ہوئے تھے۔

محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم

ایسی کوئی بات کسی قابل اعتماد راوی سے مروی نہیں نہ ہی اس کی کوئی صحیح سند ہے۔

سلیمان کی انگوٹھی پر نام محمد ﷺ

طبرانی میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''حضرت سلیمان

علیہ السلام کی انگوٹی کے نگینہ پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ نقش تھا۔

جنت کے دروازہ پر حضور کا نام

ابن عساکر کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا "مکتوب علی باب الجنۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ جنت کے ہر دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے)

جنت کے درخت کے ہر پتے پر حضور کا نام

ابونعیم حلیہ میں سیدنا ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جنت کا کوئی درخت اور کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ نہ لکھا ہو۔

عرش پر اور ہر آسمان پر حضور کا نام

ابن عساکر نے سیدنا علی سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں معراج کی رات جس آسمان سے بھی گزرا اس میں میں نے اپنا نام مسطور پایا اور میں نے عرش پر لا الٰہ الا للّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا دیکھا۔

کیا حضور کی نجاست کو زمین نگل جاتی تھی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا جاتے تو میں فوراً آپ کے بعد جاتی تو وہاں مجھے کوئی چیز نظر نہ آتی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ہمارے اجسام اہل جنت کی ارواح پر بنائے گئے ہیں ہمارے جسم سے جو نجاست خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم نے جواب دیا

کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء کے جسم سے جو چیز خارج ہو اسے نگل لے۔

تبصرہ: ابن جوزی کہتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں اس کی پہلی سند میں حسین بن علوان ہے اس کے متعلق امام احمد اور امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب (جھوٹا) ہے نسائی دارقطنی اور ابو حاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے' ابن عدی کہتے ہیں یہ احادیث وضع کیا (گھڑا) کرتا تھا۔ دوسری سند کے بارے میں دارقطنی لکھتے ہیں اس روایت کو محمد بن حسان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ کذاب ہے۔(العلل المتناھیة فی احادیث الواھیة جلد ۱ ص ۱۸۸)

اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر

ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جبریل آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب کہتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ ہی کو علم ہے تو جبریل نے کہا اللہ کہتا ہے "اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ" جب میرا ذکر ہوگا تو ساتھ تیرا بھی ذکر ہوگا۔

[اسنادہ ضعیف ابن حبان: کتاب الزکاة حدیث (۳۳۸۲) تفسیر طبری رقم (۳۷۵۳۳) اس کی سند دراج عن ابی الھیثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

معجزات مصطفیٰ ﷺ

معجزات نبوی ﷺ کے متعلق غیر مستند روایات

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات کے متعلق جو جھوٹی اور بے سروپا روایتیں مسلمانوں میں مشہور ہوگئی ہیں ضرورت نہ تھی کہ اس کتاب میں ان کو کسی حیثیت سے جگہ دی جائے مگر چونکہ عام ناظرین کے دلوں میں ان کو اس کتاب میں نہ پاکر مختلف قسم کے شبہے پیدا ہوں گے اس لئے صرف ان کی تسکین اور کشف حقیقت کی خاطر ان روایتوں سے بھی اس کتاب میں تعرض کرنا ضروری پڑا۔ یہ روایتیں زیادہ تر کتب دلائل میں ہیں، یعنی ان کتابوں میں ہیں جن کو لوگوں نے عام حدیث کی کتابوں سے الگ کر کے صرف آنحضرت ﷺ کے معجزات کے ذکر و تفصیل میں لکھا ہے۔

یہی کتابیں ہیں جنھوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور ان ہی سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے۔ خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے پردہ میں آپ ﷺ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے اور حق اور باطل کی تمیز مشکل ہوگئی' حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم یکسر خالی ہیں لیکن تیسری اور چوتھی صدی میں اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں وہ اس درجہ بے احتیاطی کے ساتھ لکھی گئیں کہ محدثین ثقات نے ان کو بیشتر ناقابل اعتبار قرار دیا۔ کتب دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہیں بلکہ کثرت سے عجیب و حیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا تاکہ خاتم المرسلین ﷺ کے فضائل و مناقب کے ابواب میں معتدبہ اضافہ ہو سکے' بعد کو جو احتیاط

پسند محدثین آئے' مثلاً زرقانی وغیرہ۔ وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے' لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو جو اسلامی لٹریچر کا ایک جزو بن گئی ہو' جو اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہو' اس کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے خصوصاً اس لئے کہ ہمارے ملک میں میلاد کی مجلسوں میں جو بیانات پڑھے جاتے ہیں وہ تمام تر ان ہی بے بنیاد روایتوں سے بھرے ہوتے ہیں۔

اس تنقید کے تین حصے ہو سکتے ہیں' اصول روایات کی بنا پر ان کتابوں کا اور محدثین میں ان کے مصنفوں کا درجہ کیا ہے؟ ان کتابوں میں جو غلط موضوع اور ضعیف معجزات مذکور ہیں ان کے پیدا ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ ان کتابوں کے خاص خاص مشہور اور زبان زد معجزات کی روایتی حیثیت کیا ہے؟

کتب دلائل اور ان کے مصنفین کا درجہ:

علمائے اسلام نے روایات کی تنقید اور ان کے اصول کے منضبط کرنے میں جو کوششیں کی ہیں اور جو خدمات انجام دی ہیں ان کی پوری تفصیل کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی ہے' اسی سلسلہ میں یہ بات بھی ضمناً آ گئی ہے کہ ان روایات کی جانچ اور تنقید میں جن کا تعلق احکام فقہی سے ہے' محدثین نے جو سختی اور شدت اختیار کی ہے وہ مناقب اور فضائل کے باب میں نہیں کی ہے' چنانچہ علم حدیث کے بڑے بڑے اماموں نے اعلانیہ اس کا اعتراف کیا ہے' یہی وجہ ہے کہ آیات قرآنی کے الگ الگ فضائل' نام بنام تمام خلفاء کے مناقب' مقامات اور شہروں کے محامد اعمال انسانی کے مبالغہ آمیز ثواب وعقاب کے بیانات آنحضرت ﷺ کے متعلق کاہنین عرب کی پیشین گوئیاں اور اشعار اور عجیب وغریب غیر صحیح فضائل معجزات اور برکات وغیرہ کا یہ بے پایاں دفتر روایات میں موجود اور کتابوں میں مدون ہے۔

یہ روایات زیادہ تر تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

تیسرے درجہ میں بقول شاہ ولی اللہ یہ کتابیں ہیں۔[1]

مسند ابو یعلی' مصنف عبد الرزاق' مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ' مسند عبد بن حمید' مسند طیالسی' بیہقی' طحاوی اور طبرانی کی تصنیفات' ان میں سچی' جھوٹی' اچھی بری' قوی' ضعیف ہر قسم کی حدیثیں پہلو بہ پہلو درج ہیں اور چوتھے درجہ میں وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے چاہا کہ اول اور دوم درجوں میں جو روایتیں داخل نہیں کی گئی تھیں ان کو ایک جگہ جمع کر دیں' یہ روایتیں ان لوگوں کی زبانوں پر تھیں جن کی روایتوں کو حدیث کے اماموں نے قلم بند کرنا پسند نہیں کیا تھا اور قصہ گو واعظین محض ان سے رونق محفل کا کام لیتے تھے۔ اسرائیلیات' اقوال حکما' اشارات حدیث' قصص و حکایات اور روایات نامعتبر کو انہوں نے حدیث کا درجہ دے کر کتابوں کے اوراق میں مدون کر دیا۔ کتاب الضعفاء لابن حبان کامل لابن عدی اور خطیب' ابو نعیم' جوزقانی' ابن عساکر ابن نجار اور دیلمی کی تصنیفات کا اسی طبقہ میں شمار ہے۔

اس تفصیل کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف اول اور دوم درجہ کی کتابوں پر (یعنی صحاح ستہ پر) محدثین کا اعتماد ہے اور ان ہی پر ان کا مدار ہے۔ تیسرے طبقہ کی کتابوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو فن کے ناقد اور جوہری ہیں' جن کو اسماء الرجال پر عبور اور علل حدیث سے واقفیت ہے' غرض جو صحیح اور غلط اور خطاء و صواب میں کامل امتیاز رکھتے ہیں' چوتھے طبقہ کی کتابوں کو جمع اور تدوین کرنا اور ان کو کام میں لانا متاخرین کی ایک قسم کی بے فائدہ کی کاوش فکر ہے۔

آنحضرت ﷺ کے آیات و معجزات پر جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کچھ تیسرے طبقہ میں اور بقیہ تمام تر چوتھے طبقہ کی کتابوں میں داخل ہیں۔ متاخرین نے عام طور سے یہ سرمایہ جن کتابوں سے حاصل کیا ہے وہ طبری' طبرانی' بیہقی' دیلمی' بزار اور ابو نعیم اصفہانی کی تصنیفات ہیں۔ حافظ قسطلانی نے ان ہی روایات کو تمیز اور نقد کے بغیر

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب طبقات کتب الحدیث۔

مواہب لدنیہ میں داخل کیا اور معین فراہی نے ان کو معارج النبوۃ میں فارسی زبان میں اس آب ورنگ سے بیان کیا کہ یہ روایتیں گھر گھر پھیل گئی اور عوام نے اس شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ ان کو قبول کیا کہ اصلی اور صحیح معجزات اور آیات بھی اس پردہ میں چھپ کر رہ گئے۔

مواہب لدنیہ اور معارج النبوۃ وغیرہ کا سرمایہ جن کتابوں سے ماخوذ ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

کتاب الطبقات لابن سعد' سیرت ابن اسحاق' دلائل النبوۃ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ دلائل النبوۃ ابو اسحٰق حربی المتوفی ۲۵۵ھ شرف المصطفےٰ' ابو سعید' عبدالرحمٰن بن حسن اصفہانی المتوفی ۴۰۷ھ تاریخ وتفسیر ابو جعفر بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ' مولہ یحییٰ بن عائذ' دلائل النبوۃ جعفر ابن محمد مستغفری المتوفی ۴۳۲ھ دلائل النبوۃ ابو القاسم اسمٰعیل اصفہانی المتوفی ۵۳۵ھ تاریخ دمشق ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ لیکن متاخرین میں ان روایات کا سب سے بڑا خزانہ یہ دو کتابیں ہیں' کتاب الدلائل ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ اور کتاب الدلائل امام بیہقی المتوفی ۴۳۰ھ۔

ان بزرگوں کے بذات خود معتبر اور مستند ہونے میں کسی کو کم کلام ہے' جو کچھ کلام ہے وہ اس میں ہے کہ انہوں نے ہر قسم کے راویوں سے ہر قسم کی روایتیں نقد اور تمیز کے بغیر اخذ کیں اور ان کو کتابوں کے اوراق میں مدون کر دیا اور عام لوگوں نے ان مصنفین کی عظمت اور جلالت کو دیکھ کر ان روایتوں کو قبول کر لیا' حالانکہ ان میں نہ صرف ضعیف اور کمزور بلکہ موضوع حدیثیں تک موجود ہیں اور ان کے سلسلہ روایت میں ایسے راوی آتے ہیں جن کو محدثین کے دربار میں صف نعال میں بھی جگہ نہیں مل سکتی۔ ان مصنفین نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ ہر قسم کا سلسلہ روایات لکھ دیا گیا ہے اور لوگ اس سلسلہ روایت کو دیکھ کر صحیح اور غلط' سچی اور جھوٹی روایت کا خود فیصلہ کر لیں گے۔ ان روایتوں کی تدوین میں ضروری احتیاطیں مدنظر رکھیں' یا یوں کہو کہ عشق نبوی ﷺ نے فضائل ومناقب کی کثرت کے شوق میں ہر قسم کی روایتوں کے قبول کرنے پر ان کو آمادہ کر دیا' حالانکہ خود اسی جذبہ عشق اور اسی ولولہ شوق نے ثقات محدثین اور علم حدیث کے اکابر کو روایتوں اور راویوں کے نقد اور بحث میں اسی قدر

سخت گیر بنا دیا تھا کہ وہ ایک لفظ بھی تحقیق اور کاوش کے بغیر آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے اور من کذب علی متعمداً کی دار وگیر سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہتے تھے۔ محدث ابن مندہ نے کتاب الدلائل کے مصنف حافظ ابونعیم اصفہانی کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان دونوں معاصرین کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لا اعلم لهما ذنبا اكثرمن روايتهما الموضوعات ساكتين عنها۔ (ترجمہ ابونعیم)

''مجھے ان دونوں کا اس سے زیادہ کوئی گناہ معلوم نہیں کہ وہ موضوع روایتوں کو خاموشی کے ساتھ روایت کر جاتے ہیں۔''

لیکن ثقات محدثین کی بارگاہ میں یہ کوئی معمولی گناہ ہے؟ یہی ان کی خاموشی خدا انہیں معاف کرے آج ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کی بنیاد بن گئی ہے۔

اس سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے علمائے رجال نے زیادہ تر ان راویوں کی بحث وتدقیق کی ہے جو پہلی تین صدیوں میں تھے' اس لئے چوتھی اور پانچویں صدی کے رواۃ اور رجال کے نام ونشان ہماری موجودہ اسماء الرجال کی کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں' اگر تراجم وانساب میں ان کے کچھ حالات مل جاتے ہیں تو محدثانہ حیثیت سے ان پر نقد وتبصرہ نہیں ملتا' اس لئے ان بزرگوں کے شیوخ اور راویوں میں مجہول الحال اشخاص کی بھی کمی نہیں۔ اس بنا پر ان کتابوں کی روایتوں کی تنقید کرنا نہایت مشکل ہے۔

اسلام میں میلاد کی مجلسوں کا رواج غالباً چھٹی صدی سے ہوا ہے۔[1]

---

[1] الملک المظفر شاہ اربل مولود ۵۴۹ھ متوفی ۶۳۳ھ نے جیسا کہ ابن خلکان نے اس کے حال میں لکھا ہے' مولد شریف بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام سے منایا کرتا تھا یہ جنگ صلیبی کا زمانہ تھا اس کے لئے ابن وحیہ المتوفی ۶۳۳ھ نے ۶۰۴ھ میں کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر تصنیف کی۔

تتبع سے یہ ثابت ہوا کہ ان روایتوں کا بڑا حصہ ان ہی کتابوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئیں اور جن کے بکثرت حوالے مواہب لدنیہ میں جابجا آتے ہیں۔

علامہ سیوطی کی خصائص کبریٰ جو حیدر آباد میں چھپ گئی ہے' معجزات کے موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط اور جامع تالیف ہے' علامہ ممدوح نے صحاح ستہ کے علاوہ احمد سعید' ابن منصور طیالسی' ابن ابی شیبہ' حاکم' ابویعلی' بلکہ ان سے بھی فروتر' بیہقی' ابونعیم' بزار' ابن سعید' طبرانی' دارمی' بلکہ غیر محتاط مصنفوں مثلاً ابن ابی الدنیا' ابن شاہین' ابن ابی النجار' ابن مندہ' ابن مردویہ' ابن عساکر' دیلمی خرائطی' خطیب وغیرہ کی کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا۔ قوی اور ضعیف اور صحیح وغلط ہر قسم کے واقعات کا انبار لگا دیا اور مختلف دفتروں میں جو کچھ پھیلا تھا ان کو خصائص کی دو جلدوں میں یکجا کر دیا' تاہم مصنف کو یہ فخر ہے' جیسا کہ دیباچہ میں تصریح کی ہے کہ ''اس تالیف میں موضوع اور بے سند روایتوں سے اگر چہ احتراز کیا گیا ہے لیکن ضعیف روایتیں جن کی سندیں ہیں وہ داخل کر لی گئی ہیں۔

غور کے قابل امر یہ ہے کہ بلا امتیاز بھلی بری کسی سند کا موجود ہونا' روایت کی معتبری کی حجت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس سے زیادہ یہ کتاب ہے کہ کتاب میں صحیح وغلط' قوی اور ضعیف' مشہور ومنکر ہر قسم کی روایتوں کو ان کے درجہ اور مرتبہ کے ذکر کے بغیر پہلو بہ پہلو وہ لکھتے چلے گئے ہیں' اس لئے عام ناظرین کو یہ پتہ نہیں لگتا کہ اس انبار خانہ میں جہاں جواہرات کا خزانہ ہے وہیں خزف ریزوں کا بھی ڈھیر لگا ہے۔ پوری کتاب میں شاید دس بیس مقام سے زیادہ نہیں جہاں مصنف نے اپنی روایتوں کے درجۂ استناد کا پتہ دیا ہو' اس سے زیادہ یہ کہ بعض واقعات کے متعلق باوجود ان کی شدید روایت پرستی کے' ان کو بہ تحقیق معلوم تھا کہ صحیح نہیں تاہم چونکہ وہ پہلی کتابوں میں مندرج تھے' ان کی نقل سے احتراز نہیں کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے موقع پر عام کتب میلاد میں جو عجیب وغریب واقعات مذکور ہیں ان کو بتمامہا دلائل ابونعیم سے نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

هذا لا ثروا كانوان قبله فيها نكارة شديدة ولم اوردفى كتابى هذا

اشد نكارة منها ولم تكن نفسی تطيب مايرادها لكن تبعت الحافظ ابا نعيم فی ذالك (خصائص ج اول ص ٤٩)

''اس روایت اور اس سے پہلے دو روایتوں میں سخت نامعتبر (منکر باتیں ہیں اور میں نے اپنی کتاب میں اس سے زیادہ ناقابل اعتبار روایتیں نہیں لکھیں' میرا دل ان کے لکھنے کو نہیں چاہتا تھا لیکن حافظ ابونعیم کی پیروی کر کے لکھ دیں۔''

ایک اور جگہ خطیب کی ایک کتاب سے وفد نجران کے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں' حالانکہ وہ خود اس روایت کو بے اعتبار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

واخرج الخطيب فی المتفق والمفترق بسند فيه مجاهيل

(ج ٢ ص ٢٥)

''خطیب نے المتفق والمفترق میں ایسی سند سے جس میں مجہول الحال راوی ہیں بیان کیا ہے۔''

ایک اور مقام پر ایک گدھے کا واقعہ نقل کرتے ہیں جو گدھے کی صورت میں ایک جن تھا اور آپ ﷺ کی سواری میں آنے کا مشتاق تھا' یہ لوگوں کے گھروں میں جا کر اشارہ سے ان کو بلالاتا تھا' یہ عجیب جانور آپ ﷺ کو خیبر میں ملا تھا' اس نے آنحضرت ﷺ کو یہودیوں کے مظالم کی داستان سنائی اور جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو فرط غم سے اپنے کو کنوئیں میں گرا کر جان دے دی۔ حافظ سیوطی نے ابن عساکر سے یہ واقعہ خصائص میں نقل کیا ہے اور اس پر بے تعرض کئے گزر گئے ہیں' حالانکہ بعینہ اسی واقعہ کے متعلق ابن حبان کے حوالہ سے اپنی دوسری تصنیف اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں لکھتے ہیں کہ ''یہ سرتاپا موضوع ہے۔''

محدث صابونی نے معجزہ کی ایک روایت لکھ کر پھر خود ہی اس پر جرح کی ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں غریب ہیں باایں ہمہ وہ اس کے متعلق آخری رائے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ:۔

ھو فی المعجزات حسن[1]

"معجزات میں وہ حسن (اچھی) ہے۔"

اس پر علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں:۔

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد۔

(ج ا ص ۲۷۱)

"یہ اس لئے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد اور احکام کے علاوہ دیگر روایتوں میں وہ نرمی برتتے ہیں۔"

لیکن کیا یہ اصول صحیح ہے؟ اور من کذب علی متعمداً کی تہدید سے خالی ہے! معجزات ہوں یا فضائل! ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جس چیز کی نسبت بھی کی جائے وہ شک وشبہ سے پاک ہو' جیسا کہ امام نووی' حافظ عسقلانی ابن جماعۃ' طیبی' بلقینی اور علامہ عراقی نے اپنی اپنی تصنیفات میں اس کی تصریح کی ہے۔[2]

معجزات کے متعلق غلط اور موضوع روایتوں کے پیدا ہونے کے اسباب:

(۱) ان روایتوں کے پیدا ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقبولیت عام کی بنا پر یہ کام واعظوں اور میلاد خوانوں کے حصہ میں آیا' چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اس کی دسترس نہیں ہوتی اور ادھر گرمی محفل اور شور احسنت کے لئے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتوں کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی' اس لئے لامحالہ ان کو اپنی قوت اختراع پر زور دینا پڑا' ان میں جو کسی قدر محتاط تھے انہوں نے ان کو لطائف صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ میں ادا کیا' سننے والوں نے ان کو روایت کی حیثیت دیدی یا بعد کو ان ہی بیانات نے روایت کی حیثیت اختیار کر لی اور جو نڈر اور بے احتیاط تھے' انہوں نے یہ پردہ بھی نہیں رکھا بلکہ ایک سند جوڑ کر انہوں نے براہ راست اس کو حدیث وخبر کا مرتبہ دے دیا۔

---

1. زرقانی ج ا ص ۲۷۱ و خصائص سیوطی ج ا ص ۵۳
2. دیکھئے موضوعات ملا علی قاری ص ۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی

حافظ سیوطی علامہ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

احدهما القصاص ومعظم البلاء منهم يحرى لانهم يريد وان احاديث تنفق وترقق والصحاح يقل ليدهذا ثم ان الحفظ يشق عليهم ويتفق عدم الدين وهم يحضرهم جهال۔

(آخر کتاب اللائی المصنوعه ص ۲۴۹)

''جھوٹی حدیثیں بنانیوالوں میں ایک واعظوں کا گروہ ہے اور سب سے بڑی مصیبت ان ہی سے پیش آتی ہے کیونکہ وہ ایسی حدیثیں چاہتے ہیں جو مقبول عام اور موثر ہوسکیں اور صحیح حدیثوں میں یہ بات نہیں' اس کے علاوہ صحیح حدیثوں کا یاد رکھنا ان کو مشکل ہے اس کے ساتھ ان میں دینداری نہیں ہوتی اور ان کی محفلوں میں جاہلوں ہی کا مجمع ہوتا ہے۔''

چنانچہ فضائل ومناقب' عذاب وثواب' بہشت دوزخ' وقائع میلاد اور معجزات ودلائل کا جو جعلی دفتر پیدا ہوگیا ہے وہ زیادہ تر ان ہی جاہلوں کا ترتیب دیا ہوا ہے۔

علامہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ تاویل مختلف الحدیث میں جو اب مصر میں چھپ گئی ہے' کہتے ہیں کہ احادوروایت میں فساد تین راستوں سے آیا' منجملہ ان کے ایک راستہ واعظین ہیں۔

والقصاص فانهم يميلون وجوه العوام اليهم ويستدرون ماعندهم بالمناكير والغرائب والا كاذيب من الاحاديث ومن شان العوام القعود عند القاص ما كان حديثه عجيبا خارجا عن فطر العقول وكان رقيقا يحزن القلوب ويستغرز العيون۔ (ص ۳۵۶)

''اور واعظین کیونکہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو لغو' منکر اور عجیب وغریب باتیں بیان کر کے وہ وصول کرتے ہیں اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہیں جب تک وہ خارج از عقل باتیں یا ایسی مؤثر باتیں بیان کیا کرتے ہیں جو ان

کے دلوں میں اثر پیدا کریں اور ان کو رلائیں۔"

آپ کی برتری اور جامعیت کا تخیل:

(۲) ان روایات کے پیدا ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء ہیں' آپ ﷺ کامل ترین شریعت لے کر مبعوث ہوئے ہیں' آپ ﷺ تمام محاسن کے جامع ہیں' یہ اعتقاد بالکل صحیح ہے' لیکن اس کو لوگوں نے غلط طور پر وسعت دے دی ہے اور انبیائے سابقین کے تمام معجزات کو آنحضرت ﷺ کی ذات میں جمع کر دیا اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانوں میں پھیل گئے۔ بیہقی اور ابونعیم نے دلائل میں اور سیوطی نے خصائص میں اعلانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل میں ان ہی کے مثل آپ ﷺ کے معجزات بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی تعلیم تمام انبیاء کی تعلیمات کا اثر خلاصہ اور مجموعہ ہے' اسی طرح آپ ﷺ کے معجزات بھی تمام دیگر انبیاء کے معجزات کا مجموعہ ہیں اور جو کچھ عام انبیاء سے متفرق طور پر صادر ہوا' وہ تمام کا تمام مجموعاً آپ ﷺ سے صادر ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلے کے لئے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں' اس لئے لوگوں نے ان ہی ضعیف اور موضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی' کہیں شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا۔ مثلاً حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کی تعلیم کی۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بھی تمام اسماء کی تعلیم دی۔ حضرت ادریس کے متعلق قرآن میں ہے کہ خدا نے ان کو بلند جگہ میں اٹھایا' لیکن رسول اللہ ﷺ کی بلندی اس سے بھی آگے قاب قوسین تک ہوئی۔ حضرت نوح کی طوفان کی دعا اگر قبول ہوئی تو آپ ﷺ کی قحط کی دعا قبول ہوئی' حضرت صالح کے لئے اونٹنی معجزہ تھی تو آنحضرت ﷺ سے اونٹ نے باتیں کیں' حضرت ابراہیم آگ میں نہ جلے' آپ ﷺ سے بھی آتشیں معجزے صادر ہوئے' حضرت اسماعیل کے گلے پر اگر چھری رکھی گئی تو آپ ﷺ کا بھی سینہ چاک کیا گیا۔ حضرت یعقوب سے بھیڑیئے نے گفتگو کی۔ روایت کی گئی ہے کہ

آپ ﷺ سے بھی بھیڑیا ہمکلام ہوا۔ ابو نعیم میں حکایت ہے کہ حضرت یوسف کو حسن کو آدھا حصہ عطا کیا گیا لیکن آنحضرت ﷺ کو پورا حصہ دیا گیا۔ حضرت موسیٰ کے لئے پتھر سے نہریں جاری ہوئیں تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہا' حضرت موسیٰ کی لکڑی معجزہ دکھاتی تھی تو آپ ﷺ کے فراق میں چھوہارے کا درخت بھی رویا اور چھوہارے کی خشک ٹہنی تلوار بن گئی۔ حضرت موسیٰ کے لئے بحر احمر شق ہوا تو آپ ﷺ کے لئے معراج میں آسمان وزمین کے درمیان کا دریائے فضا بیچ سے بھٹ گیا۔ یوشع کے لئے آفتاب ٹھہر گیا تو آپ ﷺ کے اشارے سے آفتاب ڈوب کر نکلا۔ حضرت عیسیٰ نے گہوارہ میں کلام کیا تھا' یہ روایت وضع کی گئی کہ آپ نے بھی گہوارے میں کلام کیا اور آپ ﷺ کی زبان سے پہلے تکبیر و تسبیح کی صدا بلند ہوئی۔

آپ ﷺ کا ایک لڑکی کو زندہ کر دینا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا ہے اور صرف ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی طرف بھی یہ معجزہ منسوب کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی' اس نے کہا "جب تک آپ ﷺ میری لڑکی کو زندہ نہ کر دیں گے میں ایمان نہ لاؤں گا۔" چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی قبر پر جا کر آواز دی اور وہ زندہ نکل کر باہر آئی اور پھر چلی گئی۔ اسی طرح یہ روایت بھی گھڑی گئی ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ بھی آپ ﷺ کی دعا سے زندہ ہوئیں اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔

(۳) قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کے گذشتہ صحیفوں میں آنحضرت ﷺ کے ظہور کی پیشین گوئیاں ہیں اور ان کے مطابق یہود و نصاریٰ کو ایک آنے والے پیغمبر کا انتظار تھا' اس واقعہ کو دروغ گو راویوں نے یہاں تک وسعت دی کہ یہودیوں کو دن تاریخ' سال وقت اور مقام سب کچھ معلوم تھا۔ چنانچہ ولادت نبوی ﷺ سے قبل علمائے یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے اور عیسائی راہبوں کو تو ایک ایک خط و خال معلوم تھا

بلکہ پرانے گھرانوں اور ویرانوں اور کنیسوں میں ایسی مخفی کتابیں موجود تھیں جن میں آپ ﷺ کا تمام حلیہ رکھا تھا اور اگلے لوگ ان کو بہت بہت چھپا کر رکھتے تھے بلکہ بعض دیروں میں تو آپ ﷺ کی تصویر تک موجود تھی' توراۃ وانجیل میں آنحضرت ﷺ کے متعلق بعض پیشین گوئیاں حقیقت میں موجود تھیں اور وہ آج بھی ہیں' لیکن وہ استعارات وکنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں ان کو ضعیف وموضوع روایتوں میں صاف صاف آپ ﷺ کے نام ومقام کی تخصیص وتعیین کے ساتھ پھیلایا گیا۔

عرب میں بت خانوں کے مجاور اور کاہن تھے جو فال کھولتے تھے اور پیشین گوئیاں کرتے تھے' ان کا ذریعہ علم جنات اور شیاطین تھے' چنانچہ جب آپ ﷺ کے قرب ولادت کا زمانہ آیا تو عموماً بت خانوں سے اور بتوں کے پیٹ سے آوازیں سنائی دیتی تھیں' کاہن مقفی اور مسجع فقروں میں اور جنات شعروں میں یہ خبر سنایا کرتے تھے کہ محمد ﷺ کی پیدائش کا زمانہ قریب آ گیا۔ یمن کے ایک بادشاہ کی طرف آپ ﷺ کی منقبت میں پورا ایک قصیدہ منسوب کیا گیا۔ ملوک یمن' شاہان فارس اور قریش کے اکابر نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا' پتھروں پر اسم مبارک لوگوں کو منقوش نظر آتا تھا۔ قریش کا مورث اعلیٰ کعب بن لوئی ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یکجا کر کے ان کے سامنے خطبہ دیتا تھا جس میں مسجع فقروں اور شعروں میں آپ ﷺ کے ظہور کی خوشخبری ہوتی تھی۔ مکہ کے لوگ احبار اور راہبوں کی زبان سے محمد آپ کا نام سن کر اپنے بچوں کا یہی نام رکھتے تھے کہ شاید یہی پیغمبر ہو جائے۔ مدینہ کے لوگوں کو ان ہی یہودیوں کی زبانی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شہر یثرب آپ ﷺ کا دارالھجرۃ ہوگا اسی لئے وہ آپ ﷺ کے ورود کے منتظر تھے' سطیح کاہن کا آپ ﷺ کی پیشین گوئی میں ایک طویل افسانہ ہے لیکن اس دفتر کا بڑا حصہ موضوع اور جعلی ہے اور باقی نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور ان میں جو ایک آدھ صحیح ہے وہ پہلے گزر چکا ہے۔

شاعرانہ تخیل کو واقعہ سمجھ لینا:

(۴) آنحضرت ﷺ کی پیدائش' عالم کی رحمت کا باعث تھی اس لئے کائنات کا فخر وناز اس پر بجا ہو سکتا ہے' اگلے واعظوں اور میلاد خانوں نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز میں اس طرح ادا کیا کہ آمنہ کا کاشانہ نور سے معمور ہو گیا' جانور خوشی سے بولنے لگے' پرندے تہنیت کے گیت گانے لگے' مغرب کے چرندوں اور پرندوں نے مشرق کے چرندوں اور پرندوں کو مبارکباد دی' مکہ کے سوکھے درختوں میں بہار آ گئی' ستارے زمین پر جھک گئے' آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں نے ترانہ مسرت بلند کیا' انبیاء نے روئے روشن کی زیارت کی۔ فرشتوں نے بچہ کو آسمان وزمین کی سیر کرائی' شیطانوں کی فوج پابہ زنجیر کی گئی' پہاڑ غرور سے اونچے ہو گئے' دریا کی موجیں خوشی سے اچھلنے لگیں' درختوں نے سبزی کے نئے جوڑے پہنے' بہشت وجنت کے ایوان نئے سروسامان سے سجائے گئے وغیرہ' بعد کے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ انداز بیان کو واقعہ سمجھ لیا اور روایت تیار ہو گئی۔

آئندہ واقعات کو اشارات میں ولادت کے موقع پر بیان کرنا:

(۵) آنحضرت ﷺ کے عہد رسالت میں یا بعد کو جو واقعات ظہور پذیر ہوئے ان کا وقوع آنحضرت ﷺ کی ولادت کے زمانہ میں تسلیم کر لیا گیا ہے اور ان کو بحیثیت معجزہ کے آئندہ واقعات کا پیش خیمہ بنا لیا گیا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کے زمانہ میں بت پرستی کا استیصال ہو گیا۔ کسریٰ وقیصر کی سلطنتیں فنا ہو گئیں۔ ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہو گیا' شام کا ملک فتح ہوا۔ ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے' قصر کسریٰ کے کنگرے ہل گئے' آتش کدہ فارس بجھ کر رہ گیا' نہر ساوہ خشک ہو گئی' ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے۔

(۶) بعض واقعات ایسے ہیں جن کو کسی حیثیت سے معجزہ نہیں کہا جا سکتا' لیکن تکثیر معجزات کے شوق میں ذرا سا بھی کسی بات میں عجوبہ پن ان کو نظر آیا تو اس کو مستقل معجزہ بنا لیا۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے اور وہ مسند امام احمد بن حنبل میں بھی مذکور

ہے کہ آپ ﷺ کے گھر میں کوئی پالتو جانور تھا' جب آپ ﷺ اندر تشریف لاتے تو وہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا رہتا تھا' جب آپ ﷺ باہر چلے جاتے تو وہ ادھر ادھر دوڑنے لگتا تھا' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوانات کو بھی آپ ﷺ کی جلالت قدر اور حفظ مراتب کا پاس تھا اور آپ ﷺ کی عظمت وشان سے واقف تھے' لیکن درحقیقت یہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ عام لوگوں سے بھی بعض جانور اسی طرح ہل مل جاتے ہیں۔

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سخت بیمار تھے آنحضرت ﷺ ان کی عیادت کو گئے تو وہ بے ہوش تھے' آنحضرت ﷺ نے وضو کر کے ان کے منہ پر پانی چھڑکا تو ان کو ہوش آ گیا' یہ ایک معمولی واقعہ ہے مگر کتب دلائل کے مصنفین نے اس کو بھی معجزہ قرار دے دیا ہے۔[1]

اسی طرح یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے' یہ روایت متعدد طریقوں سے مروی ہے' مگر ان میں سے کوئی طریقہ بھی ضعف سے خالی نہیں ہے۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا مختون پیدا ہونا متواتر روایتوں سے ثابت ہے اس پر علامہ ذہبی نے تنقید کی ہے کہ تواتر تو کجا صحیح طریقہ سے ثابت بھی نہیں (مستدرک ۲ باب اخبار النبی ﷺ) اور بقول علامہ ابن قیم (زاد المعاد) اگر یہ ثابت بھی ہو تو یہ آنحضرت ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ایسے بچے اکثر پیدا ہوئے ہیں۔

روایت صحیحہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے یا سجدہ میں جاتے تھے تو آپ کی بغل کی سپیدی نظر آتی تھی' یہ ایک معمول بات ہے مگر محب طبری' قرطبی اور سیوطی وغیرہ نے اس کو بھی معجزہ اور آپ ﷺ کا خاصہ قرار دے دیا ہے۔

معجزات کی تعداد بڑھانے کے شوق میں کتب دلائل کے مصنفین نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ہی واقعہ کی روایت میں اگر مختلف سلسلہ سند کی راویوں میں باہم موقع' مقام یا کسی اور بات میں ذرا سا بھی اختلاف نظر آیا تو اس کو چند واقعہ قرار دیدیا۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ

[1] خصائص کبریٰ سیوطی جلد دوم ص ۷۱ حیدر آباد دکن۔

ایک اونٹ جو دیوانہ ہو گیا تھا یا بگڑ گیا تھا آنحضرت ﷺ جب اس کے پاس گئے تو اس نے مطیعانہ سر ڈال دیا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جب جانور آپ ﷺ کے سامنے سر جھکاتے ہیں تو ہم کو انسان ہو کر ضرور آپ ﷺ کے سامنے سر بسجود ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

''اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنا روا رکھتا تو بیوی کو کہتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔'' یہ ایک ہی واقعہ ہے جو ذرا ذرا سے اختلاف بیان کی بنا پر چودہ پندرہ واقعات بن گئے ہیں۔

الفاظ کے نقل میں بے احتیاطی:

(۷) ان کتابوں میں بعض معجزات ایسے مذکور ہیں جن کی اصل صحاح میں مذکور ہے اور اس طرح مذکور ہے کہ وہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ معمولی واقعہ ہے لیکن نیچے درجہ کی روایتوں میں بے احتیاط راویوں نے الفاظ کے ذرا الٹ پھیر سے اس کو معجزہ قرار دے دیا۔ صحاح کی متعدد روایتوں میں ہے کہ شانہ مبارک پر ابھرا ہوا گوشت تھا جس کو ''خاتم نبوت'' کہتے تھے اور آپ ﷺ کی انگشت مبارک میں جو نقرئی خاتم (چاندی کی انگوٹھی) تھی اس پر ''محمد رسول اللہ'' منقوش تھا' بے احتیاط راویوں نے ان دونوں واقعوں کو ملا دیا اور اس طرح واقعہ کی صورت حاکم کی تاریخ نیشاپور' ابن عساکر کی تاریخ دمشق اور ابو نعیم کی دلائل میں جا کر یوں ہو جاتی ہے کہ پشت مبارک کے گوشت کی خاتم نبوت پر کلمہ وغیرہ کی عبارتیں لکھی تھیں۔

مشہور عام دلائل و معجزات کی روایتی حیثیت:

دلائل و معجزات کے باب میں موضوع' منکر' ضعیف' غرض ہر قسم کی قابل اعتراض روایات کا اتنا بڑا انبار ہے کہ اگر ایک ایک کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے تو ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہو جائے لیکن یہاں اس کا موقع نہیں' اس لئے ہم صرف ان روایتوں کی تنقید پر قناعت کرتے ہیں جو عام طور پر ہمارے ملک میں مشہور ہیں اور میلاد کی محفلوں میں ان کو بصد شوق و ذوق پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

یعنی سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا۔'' کی روایت عام طور زبانوں پر جاری

ہے۔ مگر اس روایت کا پتہ احادیث کے دفتر میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ ایک روایت مصنف عبد الرزاق میں ہے یا جابر اول ماخلق اللّٰہ نور نبیك من نورہ ''اے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔'' اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے اور انہی سے لوح و قلم، عرش و کرسی، آسمان و زمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔

زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی سند نہیں لکھی، ہندوستان، میں مصنف عبدالرزاق کی گو دوسری جلد ملتی ہے مگر پہلی نہیں ملتی، دوسری جلد دیکھ لی گئی اس میں یہ حدیث مذکور نہیں اس لئے اس روایت کی تنقید نہ ہو سکی اور چونکہ کتاب مذکور میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثیں تک موجود ہیں اور فضائل و مناقب میں اس کی روایتوں کا اعتبار کم کیا جاتا ہے اس لئے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے، اس تردد کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے کہ صحیح احادیث میں مخلوقات الٰہی میں سب سے پہلے ''قلم تقدیر'' کی پیدائش کا تصریحی بیان ہے کہ اول ماخلق اللہ القلم۔[1]

موضوع روایات کی پہچان

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی ایک اجتماعی زندگی شروع ہو گئی تھی اور خلوت وجلوت میں ہر موقع پر جاں نثاروں کا ہجوم رہتا تھا، اس لئے آپ ﷺ کے واقعات و سوانح کا ایک ایک حرف پہلے سے زیادہ روشن ہو جاتا ہے، اس بنا پر اس زمانہ کے دلائل و معجزات زیادہ محفوظ طریقہ سے احادیث میں مذکور ہیں اور اس عہد کے متعلق جو غلط اور مشتبہ روایات بعد کو پیدا ہوئی ہیں محدثین نے موضوعات میں اعلانیہ ان کی پردہ دری کر دی ہے۔

---

1. جامع ترمذی کتاب القدر، ان علماء نے جنہوں نے اول ماخلق اللہ نوری کو قبول کر لیا ہے، نور محمدی اور قلم کی اولیت پیدائش پر تطبیق کی کوشش کی ہے۔
2. علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ کی پانچویں جلد میں ان روایتوں کو مع تنقید کے جمع کر دیا ہے۔

اس لیے فن موضوعات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی ان میں تفصیل موجود ہے۔ مثلاً

(۱) وہ تمام روایتیں جن میں آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے حضرت آمنہ یا کسی اور مردہ کے زندہ ہونے کا بیان ہے وہ سب جھوٹی اور بنائی ہوئی ہیں۔

(۲) وہ معجزے جن میں گدھے، اونٹ، بکری، ہرن، گوہ، بھیڑیئے شیر وغیرہ جانوروں کے انسانوں کی طرح بولنے یا کلمہ پڑھنے کا ذکر ہے، بروایت صحیحہ ثابت نہیں ہیں۔[1]

(۳) ایسی روایتیں جن میں آنحضرت ﷺ کے لئے آسمان سے خوان نعمت یا جنت سے میوؤں کے آنے کا ذکر ہے موضوع ہیں یا ضعیف ہیں۔[2]

(۴) وہ روایتیں جن میں حضرت خضر یا الیاس سے ملنے یا ان کے سلام و پیام بھیجنے کا بیان ہے صحت سے خالی ہیں۔

(۵) عوام میں مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔

(۶) روایت ہے کہ آپ ﷺ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہاں کوئی نجاست باقی نہیں رہتی تھی، یہ سرتاپا موضوع ہے۔

(۷) واعظوں میں مشہور ہے کہ ابوجہل کی فرمائش سے اس کے ہاتھ کی کنکریاں آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے کلمہ پڑھنے لگیں، لیکن یہ ثابت نہیں۔

---

[1] یعنی ضعیف روایتوں میں گو یہ آیا ہے لیکن ان کو صحیح کا درجہ حاصل نہیں، ان روایتوں میں سے ایک بھیڑیئے کے بولنے کا قصہ زیادہ مشہور ہے جو دلائل بیہقی، مسند احمد، حاکم اور ترمذی میں بطرق متعددہ مذکور ہے، جن میں سب سے قوی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کی روایت ہے، حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بشرط مسلم کہا ہے (مستدرک ج ۴ ص ۴۲۰) لیکن امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند قوی نہیں (زرقاني على المواهب ج٥ ص ١٩٣)

[2] اس قسم کی ایک روایت مسند احمد (ج ۴ ص ۱۰۴) دارمی ص ۱۲، نسائی، حاکم، بزار، ابویعلیٰ اور طبرانی میں سلمہ بن نفیل سکونی سے مروی ہے۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، لیکن ذہبی نے اس کے استدراک میں اس کو سند صحیح کہا ہے، لیکن غرائب صحاح میں قرار دیا ہے (مستدرك حاكم ج ٢ ص ٤٤٧، ٤٤٨ وخصائص كبرىٰ سيوطي ج ٢ ص ٥٦ حيدر آباد)۔

(۸) وہ تمام حکایات جن سے ہماری زبان میں کتب وفات نامہ اور ہرنی نامہ ترتیب پائی ہیں' تمام تر جھوٹی ہیں۔

حضرت علی کے لئے سورج کا ڈوب کر دوبارہ نکلنا

(۹) ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے' آفتاب ڈوب رہا تھا اور نماز عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادباً آپ ﷺ کو جگانا مناسب نہ سمجھا' جب آفتاب ڈوب گیا تو دفعۃً آپ ﷺ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھی' عرض کی نہیں! آپ ﷺ نے دعا کی فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا۔ یہ روایت بھی صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے۔[1]

چہرہ مبارک کی روشنی سے گمشدہ سوئی مل گئی

۱۰۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اندھیرہ میں آپ ﷺ جاتے تھے تو اجالا ہو جاتا' چنانچہ ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی گر گئی' تلاش کی نہیں ملی' دفعۃً آپ تشریف لے آئے تو چہرہ مبارک کی روشنی میں سوئی چمک اٹھی اور مل گئی۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔

گو ان میں سے بعض روایتوں کو اہل سیر اور مصنفین نے فضائل نبوی ﷺ میں اپنی [illegible] میں درج کیا ہے مگر اس سے ان کی صحت ثابت نہیں ہوتی اور اگر ان میں کوئی روایت سنداً صحیح ثابت ہو جائے تو اس خاکسار عاجز کو اس کے قبول میں کوئی عذر نہیں۔

وفوق کل ذی علم علیم۔

---

[1] بعض علمائے اہل سنت مثلاً قاضی عیاض' ابو حفص طحاوی اور عام علمائے روافض نے اس روایت کے ضعف کو دور کرنے کی کوشش کی ہے مگر عام ائمہ رجال کا رجحان اس روایت کے موضوع یا کم از کم ضعیف ہونے کی طرف ہے۔ ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ حافظ مزی اور امام ذہبی نے بھی اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص ۲۸۲)

ان روایتوں کی تنقید سے غرض نعوذ باللہ فضائل نبوی ﷺ میں کلام نہیں ہے بلکہ یہ اعتقاد ہے کہ حضور انور ﷺ کی ذات پاک کی طرف جو بات منسوب کی جائے وہ ہر طرح صحیح ہو۔[1]

کنویں سے کستوری کی خوشبو

سیدنا وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک ڈول لایا گیا آپ نے اس ڈول میں سے پانی لے کر کلی کی پھر ڈول میں کلی کی پھر وہ پانی ڈول کا کستوری سے زیادہ خوشبودار ہو گیا' ایک روایت میں آتا ہے آپ نے برتن سے پانی لے کر کنویں میں کلی کی تو کنواں کے پانی سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔

سنن ابن ماجه حديث نمبر (٦٥٩) مسند احمد: رقم الحديث (١٩٠٧٩) بوصیری کہتے ہیں منقطع ہے۔عبدالجبار راوی نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔
تاریخ الدوری (٢/ ٣٤٠) والبخاری فی تاریخ البکیر (٦/ت ١٨٥٥)
بہرحال یہ روایت ضعیف ہے۔شیخ البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

عتبہ کے جسم سے خوشبو آنے کی وجہ

عبداللہ بن فرقد کی (ایک بیوی) ام عاصم بیان کرتی ہیں کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں ہم میں سے ہر ایک عتبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی۔مگر پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ بہت زیادہ ہوتی اور جب عتبہ لوگوں میں بیٹھتا تو لوگ کہا کرتے کہ عتبہ نا معلوم کہاں سے ایسی خوشبو لاتا ہے؟ جس کا مقابلہ کوئی خوشبو

---

[1] اس کتاب کی تصنیف کے برسوں بعد حافظ ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ مصر سے چھپ کر آئی ہے جو سیرت پر بڑی مفصل کتاب ہے' اس کی چھٹی جلد میں حافظ موصوف نے معجزات نبوی ﷺ کی ہر قسم کی روایتوں کو جمع کر دیا ہے اور ان پر کلام بھی کیا ہے اور ان کے اسناد کی جرح و تعدیل بھی کی ہے اہل تحقیق حضرات اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

نہیں کرتی۔ ایک دن ہم نے پوچھ لیا کہ ہم خوشبو لگانے میں مبالغہ کرتی ہیں اور تو باوجود خوشبو نہ لگانے کے ہم سے زیادہ خوشبو دار رہتا ہے اس کا کیا سبب ہے۔ تو عتبہ نے کہا۔ رسول اللہ کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلہ ریز تھے (پھنسیاں نمودار ہوئی) میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیماری کی شکایت کی آپ ﷺ نے کہا کہ کپڑے اتار دے میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے آگے بیٹھ گیا' آپ نے اپنا لعاب اپنے ہاتھ پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا اس دن سے میرے بدن میں خوشبو پیدا ہو گئی اور میری بیماری بھی دور ہو گئی۔

یہ روایت صحیح نہیں رواه الطبراني في الكبر رقم ١٧/١٣٣-١٣٤) والصغير رقم (٩٨)

مجمع الزوائد رقم (١٤٠٥٥) ہیثمی کہتے ہیں ام عاصم مجہول راویہ ہے۔

خوشبو جنت سے نکلی ہے

ابو عثمان نھدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو خوشبو کا تحفہ دے تو اس کو واپس نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ خوشبو جنت سے نکلی ہے۔

سنن ترمذی ابواب الادب باب ماجاء في كراهية ردا الطيب حديث (٢٧٩١) البانی کہتے ہیں (اسناده ضعيف) مختصر الشمائل (١٨٩) سلسلة الاحاديث الضعيفة (٧٦٤)

امام ترمذی کہتے ہیں ابو عثمان نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے' مگر انہوں نے نہ رسول اللہ کو دیکھا ہے۔ نہ ہی آپ سے کوئی بات سنی ہے۔

حضور کی خوشبو سے گلیاں مہک اٹھتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کی آمد کو رسول اللہ کی خوشبو سے جان جاتے کہ رسول اللہ آ رہے ہیں۔

سخت ضعیف ہے۔ اس میں عمر بن سعید الائج راوی منکر الحدیث ہے۔ رواہ ابو یعلیٰ رقم (۳۱۲۵) والبزار رقم (۲٤۷۸) مجمع الزوائد رقم (۱٤۰۵۳)

ایک اور روایت سیدنا جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میں بے مثال خوبیاں تھیں ان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس راستے سے گذرتے تو لوگ آپ کے پسینے کی خوشبو سے آپ کو پہچان لیتے۔

سنن دارمی ۱/٤۵'٤٦رقم الحدیث (٦٦) مشکاۃ المصابیح رقم الحدیث (۵۷۹۲) اس میں ابوالزبیر راوی مدلس اور روایت معنعن ہے۔ مغیرہ بن عطیہ مجھول ہے۔ ضعیف ہے۔

شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

خوشبو والا گھر

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ مجھے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں آپ کوئی خوشبو عنایت فرمادیں آپ نے فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے کر آنا۔ دوسرے دن وہ صحابی شیشی لے کر آیا حضور نے اپنے دونوں بازوؤں سے پسینہ اتار کر بوتل میں ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بوتل بھر گئی پھر فرمایا اسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہنا کہ اس میں سے نکال کر خوشبو لگالیا کرے۔ جب وہ لڑکی آپ ﷺ کے پسینے کو لگاتی تو تمام اھل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین خوشبو والا گھر مشہور ہو گیا۔

مجمع الزوائد (۸/۲۸۳) اس کی سند میں حنس کلبی متروک راوی ہے۔

گلاب کا پھول حضور کے پسینہ سے پیدا ہوا

رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں جب میں معراج کو گیا آسمانوں کی طرف تو میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا اس سے اللہ تعالیٰ نے گلاب کا پھول پیدا کیا۔

موضوع (جھوٹی) ہے۔ اس کو ابن عدی نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابن عدی (۲/۳٤۲) الموضوعات لابن جوزی (۳/٦۱) اللالئی المصنوعہ (۲/۲۷٥) اس کی مزید تفصیل دیکھیں موضوعات کبیر شائع کردہ نعمانی کتب خانہ لاہور۔

تین آدمی خوشبو کے ٹیلے پر ہوں گے

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا قیامت کے دن تین آدمی کستوری کے ٹیلوں پہ ہوں گے (۱) پہلا وہ جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا حق ادا کیا۔ (۲) دوسرا وہ امام جس پر اس کے مقتدی راضی ہوں۔ (۳) تیسرا وہ جو پانچ وقت کا موذن ہو۔

شیخ البانی کہتے ہیں اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں ابی الیقظان راوی ضعیف ہے۔

سنن ترمذی حدیث ۱۹۸٦

ایک چکی کا عجیب وغریب واقعہ

سیدنا ابوھریرہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی مفلوک الحال اور محتاج تھا گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ تھا پریشانی کی حالت میں وہ گھر سے باہر چلا گیا۔ گھر میں موجود اس کی اہلیہ نے سوچا اگر میں چکی چلاؤں اور تنور میں آگ جلا دو تو پڑوسیوں پر ہمارے فقر وفاقہ کا راز فاش نہ ہوگا وہ ہمیں خوشحال سمجھیں گے چنانچہ اس نے آگ جلائی چکی چلائی اتنے میں شوہر گھر آیا دروازے پر دستک دی چکی کی آواز سن کر کہا کیا پیس رہی ہو؟ اس نے اپنا خیال بتایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ چکی سے آٹا نکل رہا ہے چنانچہ اس نے تمام برتن آٹے سے بھر لئے پھر تنور دیکھا تو اس میں تازہ روٹیاں تھیں یہ شخص رسول اللہ کے پاس آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اب چکی چل رہی ہے۔ اس نے کہا نہیں ہم نے چکی کو اٹھا کر سارا آٹا صاف کر لیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کو اسی حالت پر چلنے دیتے تو وہ چکی میری زندگی یا تمہاری زندگی تک چلتی رہتی۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں یہ سند اور متن کے لحاظ سے غریب ہے۔

یہ ضعیف ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوة (٦/١٠٥، ١٠٦) میں روایت کیا ہے۔ مشکاة المصابیح (٥٣١١) مسند احمد (٢/٥١٣) رقم (١٠٦٦٧)

زینب بنت جحش کی شادی اور دعوت ولیمہ میں نبی ﷺ کا معجزہ

ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے کوئی عجیب واقعہ سنا دیجئے تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا سنو میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی آپ ﷺ نے مجھے کسی غلط کام پر برا بھلا نہیں کہا' جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کی تو مجھے میری والدہ نے کہا بیٹا رسول اللہ ﷺ نے شادی کی ہے معلوم نہیں آپ علیہ السلام کے پاس دعوت ولیمہ کے لئے کچھ ہے یا نہیں تم ایسا کرو گھی کا ڈبہ لاؤ انس کہتے ہیں میں گھی کا ڈبہ اور چند کھجوریں لے آیا تو میری والدہ نے دونوں کو ملا کر مالیدہ بنا دیا اور مجھے کہا تم رسول اللہ ﷺ اور ان کی بیوی کے پاس لے جاؤ۔ جب میں یہ کھانا لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ کھانا ایک طرف رکھ دو اور ابوبکر' عمر' عثمان علی رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ اور جو صحابہ مسجد میں ہیں ان کو بھی بلا لاؤ۔ اور جو راستے میں ملے اسے بھی لیتے آنا: سیدنا انس کہتے ہیں میں حیران تھا کہ معمولی اور تھوڑا سا کھانا ہے اور آپ نے بہت سارے لوگوں کو بلا لیا ہے' چنانچہ گھر کا صحن اور کمرہ سب بھر گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا وہ برتن لاؤ میں نے وہ برتن لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا

آپ ﷺ نے اس میں تین انگلیاں ڈالیں تو اس میں اضافہ ہونے لگا تو لوگوں نے اس میں سے کھانا شروع کیا جتنے لوگ موجود تھے سب کھا کر واپس چلے گئے مگر برتن میں اتنا ہی کھانا موجود تھا جس قدر میں لایا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا انس اس کھانے کو زینب کے پاس چھوڑ آؤ چنانچہ میں وہاں رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا آیا۔ ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں کتنے افراد کھانا کھا گئے ہوں گے تو انس نے کہا اکہتر (71) یا بہتر (72) افراد ہوں گے۔

اس کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند رقم الحدیث (۳٤٤٩) میں روایت کیا ہے۔اس میں محمد بن عیسیٰ العبدی کو دار قطنی نے ضعیف اور امام بخاری اور فلاس نے منکر الحدیث کہا ہے۔

نبی ﷺ کا دعا کرنا اور در و دیوار کا آمین کہنا

بیہقی میں ابی سعید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس سے کہا: کل تم نے میرے آنے تک اهل وعیال سمیت گھر میں ہی رہنا ہے۔ مجھے تم سے کام ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ تشریف لائے سلام کے بعد رسمی گفتگو کے بعد فرمایا قریب قریب ہو جاؤ یہ سب قریب قریب ہو گئے۔تو آپ ﷺ نے ان پر اپنی چادر پھیلا دی اور دعا کی یا اللہ یہ میرا چچا ہے اور باپ کی جگہ ہے اور یہ میرے اهل بیت ہیں ان کو آگ سے اسی طرح محفوظ کر دے جیسے میں نے ان کو اپنی چادر میں محفوظ کیا ہے۔تو گھر کے در دیوار سے آمین آمین' آمین کی آوازیں آنے لگیں۔

من گھڑت ہے۔ اس کو بیہقی نے الدلائل (٦/٧١) اور ابو نعیم نے الدلائل (٣٧٠) اور سیوطی نے خصائص الکبریٰ (٢/٧٧) میں ذکر کیا ہے۔اس میں کدیمی وضاع ہے۔اور عبداللہ بن عثمان الوقاص کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔

نبی ﷺ کی مٹھی میں کنکریوں کا تسبیح کرنا

سوید بن یزید السلمی کہتے ہیں میں نے ابوذر سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے جب سے حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے اس وقت سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نام نہایت احترام سے لیتا ہوں' بات یہ ہے کہ میں نبی ﷺ سے تنہائی میں ملنے کا خواہش مند تھا تو ایک دن میں نے نبی ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھ کر موقعہ کو غنیمت جانا اور آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے' اور سلام کر کے آپ کے دائیں طرف بیٹھ گئے پھر عمر رضی اللہ عنہ

آئے تو سلام کر کے ابوبکر کے دائیں طرف بیٹھ گئے پھر عثمان آئے اور سلام کر کے عمر کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔

نبی ﷺ نے سامنے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو ان سے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر آپ علیہ اسلام نے ان کو پکڑ کر سیدنا ابوبکر کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا تو ان کی آواز رک گئی۔ پھر ان کنکریوں کو سیدنا عمر کی ہتھیلیوں پر رکھ دیا تو پھر ان سے تسبیح کی آواز آنے لگی۔ پھر ان کو نیچے رکھ دیا گیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر پکڑ کر سیدنا عثمان کی ہتھیلی پر رکھ دیں تو اسی طرح ان سے تسبیح کی آواز آنے لگی تو نبی ﷺ نے فرمایا (ھذہ خلافۃ النبوۃ) یہ نبوت کی طرز پر خلافت ہے۔دلائل النبوۃ للبیھقی (٦/٦٤)

موضوع روایت ہے۔اس میں محمد بن یونس الکدیمی کو بعض نے وضع کے ساتھ متھم کیا ہے۔اور اس کا ذکر وضاعین میں کیا ہے۔ابن ابی حاتم کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کا نام لے کر احادیث گھڑا کرتا تھا اور اس کی موضوع روایات کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔دارقطنی نے اس کو وضع حدیث کے ساتھ متہیم کیا ہے۔اور ابن عراق نے بھی اس کو وضاعین میں شامل کیا ہے۔

دوسرا راوی صالح الاخضر بھی ضعیف ہے۔ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔عقیلی نے اس کا ذکر الضعفاء میں کیا ہے۔

کھجور کے تنے کو دو آپشن دنیا کی رفاقت یا آخرت کی

سیدہ عائشہ کی ایک طویل حدیث جس میں کھجور کے اس تنے کا ذکر ہے جس سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی ﷺ نے جب اس کو علیحدہ کیا (وہ رونے لگا) تو آپ نے اس کو اختیار دیا کہ تم چاہو تو دنیا میں میری رفاقت اختیار کر لو یا آخرت میں تو اس نے آخرت کی رفاقت کو ترجیح دی یہ کہہ کر زمین میں اس قدر دھنس گیا کہ اس کا نشان باقی نہ رہا۔

ضعیف ہے۔ اس کو ابو یعلیٰ اور طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں صالح بن حیان ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد (۲/۱۸۲)

ایک گوہ کی زبان سے رسول اللہ کی صداقت کی گواہی

حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک دیہاتی گوہ شکار کر کے کھانے کے لئے گھر لے جا رہا تھا' نبی علیہ السلام صحابہ کرام کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اس نے مجمع میں رسول اللہ ﷺ کی جانب اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' وہ مجمع کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا لات اور عزیٰ کی قسم! آسمان تلے کوئی سانس لینے والا اور متکلم مجھے آپ سے زیادہ ناپسند اور برا نہیں' لوگ مجھے جلد بازی کا طعنہ نہ دیتے تو میں تم کو قتل کر کے عرب وعجم کی مسرت کا سامان مہیا کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت فرمایئے میں اس کا سر قلم کر دوں' آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ بردباری اور عقلمندی نبوت کا ایک جزء ہے۔

پھر آپ ﷺ دیہاتی سے مخاطب ہوئے' تم نے اس قدر سخت بات کہی ہے اور میری توقیر اور تعظیم کیوں نہ کی تو اس نے کہا آپ مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے آپ کے سامنے گوہ پھینکتے ہوئے لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہیں لائے گی اس وقت تک میں بھی ایمان نہ لاؤں گا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ضب! ضب نے سلیس عربی زبان میں جواب دیا جسے حاضرین مجلس نے سنا (لبیک وسعد یک) اے حاضرین محشر کی زیب وزینت! آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے ضب! تو کس کی عبادت گزار ہے؟ اس نے کہا جس کا عرش آسمان میں ہے' جس کی حکومت زمین پر ہے اور سمندر میں اس کا (بنایا ہوا) راستہ ہے بہشت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کا عذاب ہے پھر آپ ﷺ نے پوچھا بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا آپ رب العالمین کے رسول اور آخری نبی ہیں' آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب اور تکذیب کرنے

والا نا کام ونامراد ہے' یہ سن کر دیہاتی نے کہا خدا کی قسم! اب میری کایا ہی پلٹ گئی ہے آیا تھا تو میری نگاہ میں آپ روئے زمین کے بدترین شخص تھے اور اب آپ مجھے میری ذات اور باپ سے بھی پیارے ہیں اور اب میں آپ کو تہہ دل سے چاہتا ہوں توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری بدولت آپ کو ہدایت نصیب فرمائی یہ دین غالب ہوگا مغلوب نہیں ہوگا' نماز اس کا اہم شعار ہے اور نماز قرآن کی تلاوت کے بغیر قبول نہیں اس نے عرض کیا مجھے قرآن سکھایئے' آپ ﷺ نے اسے سورۃ اخلاص پڑھائی اس نے کہا مزید بتایئے' میں نے بسیط اور طویل وجیز اور مختصر کلام اس سے بہتر نہیں سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا سنو! یہ اللہ کا کلام ہے شعر واشعار نہیں' سورۃ اخلاص کا ایک بار پڑھنا قرآن کریم کے تہائی' دوبارہ تلاوت کرنا دوتہائی قرآن کے ثواب کے مترادف ہے اور تین بار قرآت کرنا پورے قرآن کے برابر ہے۔

تو دیہاتی نے کہا ہمارا خدا بہت اچھا ہے معمولی عمل کا غیر معمولی اجر دیتا ہے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہاری گذر اوقات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا پورے قبیلہ میں میں نادار اور فقیر ہوں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے گزارہ کے لئے کچھ دو' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اتنا دیا کہ وہ مالا مال ہو کر اترانے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس دو ماہ کی گابھن اونٹنی ہے نہایت تیز گام ہے جو آپ نے غزوہ تبوک میں عطا کی تھی میں اسے دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عمدہ اونٹنی کے عوض تجھے بروز محشر ایک کھوکھلے اور جوف دار موتی کی اونٹنی عطا ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے اور گردن سرخ موتی کی ہودج پر ریشمی غالیچے ہوں گے' تمہیں دوزخ کے پل سے بجلی کی طرح پار لے جائے گی' ہر شخص تمہیں رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا بس میں تہہ دل سے خوش ہوں چنانچہ وہ دیہاتی چلا گیا اور راستہ میں اسے ایک ہزار سلیم قبیلہ کے سوار ملے جو سیف وسنان سے مسلح

تھے اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا ایسا نہ کرو باز آ جاؤ میں خود اس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کی رسالت کا معتقد ہوں پھر اس نے سارا ماجرا سنایا تو وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے' رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال کیا وہ سواریوں سے اتر کر پیادہ آپ کی خدمت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے آئے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کرو' یاد رہے کہ اس سے پہلے عرب وعجم سے بیک وقت اس قدر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

امام بیہقی کہتے ہیں الشیخ ابوعبداللہ الحافظ نے معجزات میں اس کو امام ابن عدی سے بیان کیا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے' امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حافظ ابونعیم نے دلائل میں ابوالقاسم بن احمد طبرانی کی معرفت محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے نیز ابوبکر اسماعیلی نے بھی محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے' اور جو سند ہم نے نقل کی ہے وہ سب سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود ضعیف ہے' اس میں ضعف محمد بن علی بن ولید سلمی کی وجہ سے ہے۔

ایک عجیب وغریب گدھا پیغام رسانی کا ذریعہ

ابومحمد بن عبداللہ بن حامد فقیہ (ابوالحسن احمد بن حمدان سحر کی' عمر بن محمد بجیر' ابوجعفر محمد بن یزید' ابوعبداللہ محمد بن عقبہ بن ابی الصہباء' ابوحذیفہ' عبداللہ بن حبیب ہذلی' ابوعبدالرحمٰن سلمی) ابومنظور سے روایات کرتے ہیں کہ خیبر کی غنیمت میں سے نبی علیہ السلام کے حصہ میں یہ اشیاء آئیں ۴ خچر' ۴ جوڑے موزے' دس اوقیہ سونا چاندی ایک پیمانہ' ایک سیاہ گدھا' آپ ﷺ گدھے سے ہم کلام ہوئے اور اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب' میرے آباء واجداد سے ساٹھ گدھے ایسے تھے جن پر انبیاء سوار ہوئے اور اس نسل سے صرف میں باقی ہوں اور جملہ انبیاء میں اب صرف آپ ہی روئے زمین پر زندہ ہیں' مجھے توقع تھی کہ آپ مجھ پر سوار ہوں گے' اس سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت تھا میں اس کو

جان بوجھ کر اپنی پشت سے گرا دیا کرتا تھا وہ مجھے بھوکا پیاسا رکھتا اور مارتا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تیرا نام یعفور رکھ دیا ہے اس نے لبیک کہا آپ علیہ السلام نے پوچھا جفتی کی خواہش ہے اس نے کہا جی نہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ اس پر حسب ضرورت سوار ہوتے اور کسی صحابی کو بلانا چاہتے تو اسے بھیج دیتے وہ سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا وہ باہر آتا تو اسے سر کے اشارے سے بتا دیتا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ آپ کی جدائی کے غم میں ابوالہیثم بن تیہان کے کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا' اور وہی اس کا مدفن بن گیا۔

گدھے والی حدیث کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے زاد المعاد فی جلد ۱ص ۳۴ پر ہے یہ گدھا آپ ﷺ کو مقوقس شاہ قبط نے بھیجا تھا' جو حدیث حمار قاضی عیاض نے شفا میں اور امام الحرمین م ۴۷۸ھ نے الارشاد فی اصول الدین میں بیان کی ہے اس کی سند قطعاً غیر معروف ہے' ابن ابی حاتم اور ابو حاتم وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے اور حافظ ابو الحجاج مزی نے اس کا کئی مرتبہ شد و مد سے انکار فرمایا ہے' دلائل النبوۃ میں حافظ ابو نعیم نے جو حدیث حمار معاذ بن جبل سے بیان کی ہے وہ بھی نہایت غریب ہے۔

المجروحين لابن حبان(۲/۳۰۸) والموضوعات لابن جوزی(۱/۲۹٤)

ميزان الاعتدال (۸۱٦۲)

اندھیری رات میں عصا روشن ہو گیا

بیہقی میں ہے کہ ابو عبس صحابی رسول اللہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ اندھیری رات میں بارش ہو رہی تھی تو راستہ میں ان کا عصا روشن ہو گیا وہ اسی عصا کی روشنی میں گھر پہنچ گئے۔

ضعیف' مرسل: ہے اس کو بیہقی نے الدلائل (٦/۷۸'۷۹) میں حاکم نے مستدرك (۳/۳۵۰'۳۵۱) میں اور سیوطی نے الخصائص الکبریٰ (۲/۸۰'۸۱) میں روایت کیا ہے۔ ذہبی مستدرک کی تخریج میں کہتے ہیں مرسل ہے۔

نوٹ۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (۳۶۳۹) میں عباد بن بشیر اور اسید بن حضیر کا اسی طرح کا واقعہ موجود ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ مگر مذکورہ بالا واقعہ صحیح نہیں۔)

سیدنا تمیم داری نے آگ کو ہاتھوں کے ساتھ غار کی طرف دھکیل دیا

بیہقی معاویہ بن حرمل سے روایت کرتے ہیں کہ وادی حرہ میں ایک مرتبہ آگ نمودار ہوئی سیدنا عمر بن خطاب نے تمیم داری سے کہا اس کو دھکیل دیجئے تمیم داری کہنے لگے جناب امیر المومنین میں کون ہوں اور کیا ہوں (یعنی میں اس قابل نہیں کہ یہ کام کر سکوں) حضرت عمر تمیم داری کو مسلسل اس پر آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیار ہو گئے معاویہ بن حرمل کہتے ہیں وہ دونوں آگ کی طرف گئے اور میں ان کے پیچھے گیا تمیم داری نے اپنے ہاتھ سے آگ کو دھکیلنے لگے یہاں تک کہ وہ آگ گھاٹی میں جمع ہو گئی تمیم داری بھی اس کے پیچھے اس گھاٹی میں داخل ہو گئے تو حضرت عمر کہنے لگے جس نے دیکھا وہ نہ دیکھنے والے کی طرح نہیں ہے۔ (یعنی دیکھنے اور سننے میں فرق ہے)

یہ اثر ضعیف ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ (٦ / ٨٠) میں جبکہ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (٤ / ٨٦) میں روایت کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس میں معاویہ بن حرمل پہچانا نہیں جاتا۔ نہ ہی یہ صحابی ہے۔ تاریخ اسلام للذھبی (٦١٠، ٦١٧)

نومولود ایک دن کے بچے نے حضور کی رسالت کی گواہی دی

بیہقی وغیرہ میں روایت ہے معرض بن عبداللہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا اس دوران میں مکہ کے ایک ایسے گھر میں داخل ہوا جس میں نبی ﷺ موجود تھے میں نے آپ کا چہرہ دیکھا جو چاند کی طرح چمکدار تھا۔ اسی دوران ایک عجیب واقعہ ہوا کہ ایک آدمی ایک نوزائیدہ بچے کو لے کر آیا آپ ﷺ نے اس بچے سے پوچھا میں کون ہوں اس بچے نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا اللہ تیری عمر میں برکت دے۔

راوی کہتے ہیں پھر اس بچے نے جوانی تک گفتگو نہ کی۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ (٦/٥٩) میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں محمد بن یونس الکدیمی راوی متروک ہے۔ بلکہ متھم بالوضع ہے۔ ابن عراق نے اس کو وضاعین میں شامل کیا ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (٤/٧٤) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی متعدد منکر روایتوں کو بیان کیا ہے۔

میں ضمانت دیتا ہوں یہ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی

ثابت بنانی حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ایک ہرنی کو پکڑ کر خیمے کے ایک ستون سے باندھ دیا نبی ﷺ وہاں سے گزرے تو ہرنی نے کہا اے اللہ کے رسول میں ان کے قبضے میں ہوں اور میرے دو بچے ہیں آپ ان سے مجھے اجازت لے دیں میں ان بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے وہ لوگ کہنے لگے ہم ہیں یا رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جائے گی انہوں نے کہا اس بات کا ذمہ دار کون ہے نبی ﷺ نے فرمایا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ گئی تو انہوں نے اس کو دوبارہ باندھ لیا پھر جب نبی ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا اس کا مالک کہاں ہے انہوں نے کہا ہم ہیں آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دوڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ہرنی کو شکار کیا تھا پھر آپ کے کہنے پر اس کو چھوڑ دیا گیا تو وہ ہرنی کلمہ پڑھتی ہوئی جنگل کی طرف دوڑ گئی۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو ابو نعیم نے الدلائل (٣٢٠) میں اسی طرح بیہقی نے الدلائل النبوۃ (٦/٣٤) میں عطیہ العوفی عن ابی سعید الخدری کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ بیہقی نے اس کو زید بن ارقم سے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں صالح المری راوی ضعیف ہے۔ انس کی روایت میں بھی صالح المری ضعیف ہے۔ نیز یہ ام سلمہ سے بھی مروی ہے۔

اس میں اغلب بن تمیم راوی ضعیف ہے مجمع الزوائد رقم (١٤٠٨٧، ١٤٠٨٨) رواه الطبراني في الكبير (٣٣١/٢٣)

بھیڑیوں کا ایک نمائندہ

سیدنا ابوھریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک بھیڑیا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم ہلانے لگا۔ تو نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے۔ تمہارے مویشیوں میں سے کچھ حصہ مانگنے آیا ہے۔ اگر تم اس کو دے دو تو یہ زبردستی تم سے کچھ نہیں لے گا۔ لوگوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے چنانچہ ایک آدمی نے اسے پتھر مارا تو وہ چیختا چلاتا ہوا بھاگ گیا۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو بیہقی نے الدلائل (٤٠/٦) میں روایت کیا ہے۔ اور سیوطی نے الخصائص الکبریٰ (٦٢/٢) میں روایت کیا ہے اور اس کو سعید بن منصور اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کی سند میں حبان بن علی العنزی الکوفی ضعیف ہے۔ التقریب (١٠٧٩) والتهذيب(١٧٣/٢) نیز اس میں عبدالملک بن عمیر کا حافظہ خراب ہے اور کبھی کبھی تدلیس بھی کرتا ہے۔

ایک اور بھیڑیا سال بعد ایک بکری معاہدہ نہ ہوسکا

محمد بن اسحاق زہری سے وہ حمزہ بن ابی اسید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع قبرستان میں کسی انصاری صحابی کے جنازے پر تشریف لے گئے راستے میں ایک بھیڑیا راستے میں ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا تو رسول اللہ نے صحابہ سے کہا یہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہے صحابہ کرام کہنے لگے جیسے آپ کہتے ہیں

آپ نے فرمایا ایک سال میں ہر ریوڑ سے ایک بکری صحابہ نے کہا حضور یہ تو زیادہ ہے۔ آپ نے یہ سن کر کہا ان سے اچک لے چنانچہ بھیڑیا چلا گیا۔

ضعیف ہے۔اس کو بیہقی نے الدلائل (٦/ ٤٠) میں روایت کیا ہے۔اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔

اسی طرح کی ایک روایت واقدی کی سند سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ کی خدمت میں ایک بھیڑیا آیا آپ نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے۔اگر چاہو تو ان کا حصہ مقرر کر دو اگر تم حصہ مقرر کر دو گے تو یہ زیادتی نہیں کریں گے اگر تم نہ مقرر کرنا چاہو تو تمہاری مرضی تم اپنے مال کی حفاظت کرو جو یہ چھین کر لے جائیں وہ ان کا حصہ ہے۔صحابہ کرام نے کہا ہم حصہ مقرر نہیں کرنا چاہتے آپ ﷺ نے بھیڑیا کی طرف تین انگلیوں سے اشارہ کیا اور کہا اچھا تو تم پھر ان سے چھین کر لے جانا وہ بھیڑیا دھاڑتا ہوا چلا گیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔جمہور محدثین نے واقدی کو ضعیف ناقابل اعتبار، متروک قرار دیا ہے۔التقریب (٢/ ١١٧) والتهذيب (٩/ ٣٦٣)

اندھے کی بینائی واپس اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتا تھا

حبیب بن مریط کہتے ہیں کہ میرے والد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں ان کو کچھ نظر نہیں آتا تھا آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا اس نے کہا میں اونٹوں کا چرواہا تھا میرا پاؤں سانپ پر آگیا تو میری بینائی ختم ہوگئی نبی ﷺ نے دم کیا تو اس کی بینائی بحال ہوگئی اور اس کی بصارت اتنی تیز ہوگئی کہ وہ اسی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرو لیا کرتا تھا۔

اس کی سند ضعیف ہے اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ (٦/ ١٧٣) میں روایت کیا ہے۔اس میں مجہول راوی ہیں۔

سردی میں لوگ پنکھے ہلاتے ہوئے مسجد میں آئے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ سخت سردی تھی میں نے فجر کی اذان دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مسجد میں کوئی نمازی نہ تھا آپ نے پوچھا لوگ کہاں ہیں بلال کہتے ہیں میں نے کہا سردی کی وجہ سے لوگ نہیں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ سردی ختم کر دے چنانچہ سردی ختم ہوگئی اور لوگ پنکھے ہلاتے ہوئے آرہے تھے۔

ضعیف ہے۔ اس کو ابونعیم نے الدلائل (۳۹۸) میں اور بیہقی نے الدلائل النبوۃ (۲٤/٦) میں اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال (۲۸۹/۱) نقل کیا ہے۔

اس میں ایوب سیار اور محمد بن یزید المستلی دونوں ضعیف ہیں۔ تنزیه الشریعة (۷۹/۲) وابن جوزی فی الموضوعات (۹٤/۲) والضعفاء للعقیلی (۱۱۳/۱)

اچانک ایک بکری نمودار ہوئی دودھ پلایا اور غائب ہوگئی

سیدنا نافع کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تقریباً چار سو آدمی تھے ہم نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا۔ جہاں پانی نہ تھا اور تمام حضرات پیاس کی شدت سے مضطرب تھے۔ یکا یک ایک تیز دھار سینگوں والی بھیڑ نمودار ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دودھ دھویا سارے لشکر کو پلایا سب نے خوب پیا پھر آپ نے نافع سے کہا اسے قابو کرلو مگر میرا خیال ہے تم اسے روک نہ سکو گے نافع کہتے ہیں میں نے اس بکری کو رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں رات کو اٹھا وہ بھیڑ جا چکی تھی خالی رسی پڑی ہوئی تھی۔ نافع کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نافع جو اسے لایا تھا وہی اسے لے گیا ہے۔

اس کی اسناد ضعیف ہے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں یہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے غریب ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ (۱۳۷/٦) میں روایت کیا ہے۔

رسول اللہ کا حکم بکری کا دودھ پلاؤ جبکہ بکری کا نام ونشان تک نہ تھا

سعد مولیٰ ابوبکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا بکری کا دودھ پلاؤ جبکہ بکری کا نام ونشان نہ تھا میں اٹھا دیکھا تو بکری ہے اور اس کے تھنوں میں دودھ ہے۔ چنانچہ اس کا دودھ دھویا پھر ہم اپنی سواریوں کی حفاظت میں مشغول ہو گئے تھوڑی دیر بعد دیکھا تو وہ گم ہو گئی تھی میں نے رسول اللہ کو اس کی گمشدگی کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا اس کا مالک اسے لے گیا ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے۔رواہ البیھقی فی الدلائل (١٣٨/٦)

تم نے رسول اللہ کو کھلایا اللہ نے تم کو کھلایا

انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ام سلیم سے روایت کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ میری والدہ کے پاس ایک بکری تھی انہوں نے اس بکری کے دودھ سے گھی تیار کیا اسے برتن میں ڈال کر ربیبہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا آپ ﷺ نے فرمایا اس سے گھی نکال لو اور برتن واپس کر دو چنانچہ ربیبہ خالی برتن لے کر واپس آ گئی اور اسے گھر میں لگائے گئے کیل سے لٹکا دیا۔ام سلیم گھر آئیں تو انہوں نے وہ گھی کا برتن لٹکا دیکھا اور وہ بھرا ہوا تھا تو ام سلیم نے ربیبہ (اپنی لے پالک بیٹی) کو ڈانٹتے ہوئے کہا کیا میں نے تجھے رسول اللہ کی خدمت میں گھی دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا ربیبہ نے کہا ماں میں گھی رسول اللہ کو دے آئی تھی اگر یقین نہ آئے تو آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں۔ام سلیم ربیبہ کو ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے ہاتھ آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ آئی تھی اور ہم نے گھی لے کر اس کو برتن واپس کر دیا۔ام سلیم نے کہا اللہ کی قسم وہ برتن تو اب بھی گھی سے بھرا ہوا ہے۔رسول اللہ نے فرمایا اے ام سلیم اس میں حیرانگی والی کون سی بات ہے تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا اللہ نے تم کو کھلایا جاؤ اور خوب کھاؤ ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتیں ہیں ہم

اس برتن سے ایک یا دو مہینے تک گھی نکال کر کھاتے رہے۔

سخت ضعیف ہے۔ اس کو ابی یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں محمد بن البرجمی مجہول ہے۔ میزان الاعتدال للذھبی (۷۵۵۹/۳) ھیثمی مجمع الزوائد (۳۰۹/۸) میں کہتے ہیں اس میں محمد بن زیاد البرجمی یشکری کذاب ہے۔

اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ اس گھی میں اتنی برکت ہوئی کہ ہم رسول اللہ کی زندگی کے بعد حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس میں سے کھاتے رہے۔

یہ بھی ضعیف ہے۔ اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ (۱۱۵/٦) میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح سیوطی نے الخصائص الکبریٰ (٥٤/٢) میں طبرانی اور بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضور کے زمانہ سے امیر معاویہ کے دور تک گھی کا ایک ڈبہ ختم نہ ہوا

بیہقی نے اوس البھزیہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے گھی صاف کر کے ڈبہ میں ڈالا اور رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا آپ نے اسے قبول کیا اور معمولی گھی ڈبے میں رہنے دیا اس میں پھونک ماری اور برکت کی دعا کی اور ڈبہ مجھے واپس بھیج دیا میں نے دیکھا تو وہ برتن (ڈبہ) گھی سے بھرا ہوا تھا میں غصے کے ساتھ آپ کے پاس آئی اور کہا آپ نے میرا ھدیہ قبول نہیں فرمایا' آپ سمجھ گئے کہ دعا قبول ہوگئی ہے پھر فرمایا جاؤ اور اس میں سے کھاؤ برکت کی دعا کرو چنانچہ یہ خاتون اس وقت سے لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس میں سے کھاتی رہیں

ضعیف ہے۔ رواہ البیھقی فی الدلائل (۱۱۵/٦) وذکر السیوطی فی الخصائص الکبریٰ(٥٤/٢) وعزاہ الطبرانی والبیھقی۔

بخار (ٹمپریچر) نے حضور سے اجازت طلب کی

ابوعثمان نہدی سیدنا سلیمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ بخار نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی آپ نے پوچھا تو کون ہے۔اس نے کہا میرا نام بخار ہے میں جسم کو دبلا کر دیتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا تو اھل قبا کے پاس چلا جا بخار قبا بستی میں چلا گیا تو وہ لوگ بخار میں مبتلا ہو گئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے چہرے زرد پڑ چکے تھے انہوں نے حضور سے بخار کی تکلیف کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ بخار کو رفع کر دے گا اور اگر چاہو تو اسی حالت ہو اس کے بدلے میں اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا انہوں نے کہا ہم صبر کرتے ہیں۔

ضعیف ہے۔اس کو بیہقی نے الدلائل (٦/ ١٦٠) میں جبکہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ (٢/ ٨٧) میں روایت کیا ہے اس میں ھشام بن لاحق کو کئی ایک محدثین نے ضعیف کہا ہے۔احمد کہتے ہیں اس کی حدیث کو چھوڑ دینا چاہئے۔ابن حبان کہتے ہیں اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔

بخار نبی ﷺ سے اجازت لے کر انصار کو لاحق ہو گیا

سیدنا ابوھریرہ سے روایت ہے کہ بخار نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنے پسندیدہ اصحاب کے پاس بھیج دیجئے۔آپ نے فرمایا انصار کے پاس چلا جا چنانچہ بخار انصار کو لاحق ہو گیا وہ اس بخار سے نڈھال ہو گئے انصار نے نبی ﷺ سے عرض کیا بخار نے ہمیں لاچار کر دیا ہے آپ دعا فرمائیں آپ نے دعا فرمائی تو ان کا بخار اتر گیا۔

سخت ضعیف ہے۔اس کو بیہقی نے الدلائل النبوۃ (٦/ ١٦٠) میں روایت کیا ہے۔اس میں محمد بن یونس الکدیمی متروک اور متہم بالوضع ہے۔

مکہ کے درختوں اور پتھروں نے آپ ﷺ کو سلام کیا

سیدنا علی سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا ہم مکہ مکرمہ کے ایک بازار میں گئے تو تمام پتھر اور درخت آپ کا استقبال کرتے ہوئے (السلام علیک یا رسول اللہ) کہہ رہے تھے۔

شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (٣٦٢٦) تخریج مشکاۃ المصابیح (٥٩١٩) التحقیق الثانی) سنن دارمی حدیث (٢١) اس میں ولید بن ابی ثور ضعیف ہے۔

التقریب (١/٣٣٩) اور عباد بن ابی یزید مجہول راوی ہے۔

التقریب (١/٣٩٤) اس کو بزار نے اپنی مسند: کتاب المناقب، باب تسلیم الحجر والشجر علیه حدیث رقم (٢٣٨٣) کشف الاستار (٣/١١٦،١١٧) میں بیان کیا ہے۔ ھیثمی مجمع الزوائد (٨/٢٥٩) میں کہتے ہیں اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس میں عبداللہ بن شیب ضعیف ہے۔

نوٹ۔ اس بارے میں وہ روایت بالکل صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

ایک دماغی مریض کا علاج

سیدنا ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول میرے بیٹے کو جنون ہے۔ صبح اور شام کے وقت اسے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو اس بچے نے قے کی تو اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کی طرح کی کوئی چیز نکلی اور تیزی سے دوڑ گئی۔

مسند احمد: (١/٢٥٤، ٢٦٨) سنن دارمی (١/١١، ١٢) حدیث رقم ١٩

مشکاة المصابیح رقم الحدیث (۵۹۲۳)
شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس میں فرقد بن یعقوب السبخی راوی ضعیف ہے۔ کثیر الخطاء ہے۔ التقریب (۲/۱۰۸) اس کو ھیثمی نے مجمع الزوائد (۹/۲) میں نقل کیا اور کہا اس میں فرقد سبخی کو ابن معین اور عجلی نے ثقہ جبکہ ان کے علاوہ کئی ایک نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

گوشت کی بوٹیاں بول پڑیں کہ ہم زہر آلود ہیں

سیدنا جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اھل خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری کے گوشت میں زہر ملایا پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔ نبی ﷺ نے اس بکری کے گوشت میں سے ایک دست لے کر کھانا شروع کیا اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی یہ کھانا کھانے لگی پھر اچانک رسول اللہ نے فرمایا اپنے ہاتھ روک لو اس کے بعد آپ نے اس یہودی عورت کو بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا وہ عورت آئی تو آپ نے اسے فرمایا کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔؟ اس نے کہا آپ ﷺ کو کس نے بتایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس دستی کی بوٹی نے بتایا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ عورت نے کہا ہاں (اثبات میں جواب دیا) نبی ﷺ نے کہا تم نے ایسا کس لئے کیا؟ وہ کہنے لگی میں نے سوچا اگر یہ نبی ہے تو اسے اس زہر سے ہرگز نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر نبی نہ ہوا تو ہم اس سے چھٹکارا حاصل کریں گے۔ آپ نے اس یہودی عورت کو معاف کر دیا کوئی سزا نہ دی اور آپ کے وہ صحابہ جو اس کھانے شریک تھے ان میں ایک صحابی وفات پا گئے اور خود نبی ﷺ نے اس کھانے کی وجہ سے اپنے کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے......

اس کی سند ضعیف ہے۔ سنن ابی دائود: کتاب الدیات حدیث (۴۵۱۰)
شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سنن دارمی حدیث رقم (۶۷)

اس میں ابن شہاب زہری اور جابر کے درمیان انقطاع ہے۔ زہری نے جابر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ مشکاۃ المصابیح حدیث (۵۹۳۱)

ابوداؤد میں اس سے پہلی والی حدیث میں بھی یہ واقعہ موجود ہے اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ ابو داؤد حدیث رقم (۴۵۰۹) اس میں سفیان بن حسین کی زہری سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

نوٹ۔ یہودیہ عورت کا حضور کو زہر دینے کا واقعہ صحیح ہے۔ دیکھیں صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۱۹۰)

حضور نے چاند پر جادو کر دیا ہے؟

ابن عباس کہتے ہیں نبی ﷺ کے دور میں چاند کو گرہن لگا تو کافر کہنے لگے چاند پر جادو کر دیا گیا ہے۔ تو اس پر یہ آیا نازل ہوئیں

اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروایة یعرضو ویقولوا سحر مستمر۔

اس سیاق سے یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (۱۱۶۴۲) وفی الاوسط (۸۳۱۵) ہیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں اس میں موسیٰ بن زکریا ضعیف ہے۔

صحیح حدیث میں کفار کے معجزہ طلب کرنے پر نبی ﷺ کا چاند کو دو ٹکڑے کرنا ثابت ہے۔ دیکھیں صحیح بخاری (۳۸۶۸) صحیح مسلم حدیث (۲۸۰۲، ۴۶)

اونٹ نے اپنے مالک کی شکایت کی، درخت نے سلام کیا آسیب زدہ بچہ صحت یاب ہو گیا

یعلیٰ بن مرہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر میں نبی ﷺ کے تین معجزات دیکھے۔ ہم آپ ﷺ کی معیت میں چلے جا رہے تھے اچانک ہم ایک اونٹ کے پاس سے

گزرے جسے پانی پلایا جا رہا تھا' جب اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ آواز کرنے لگا' اس نے اپنی گردن کے اگلے حصے کو نیچے جھکایا۔ نبی ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اونٹ مجھے فروخت کر دے۔ اونٹ کے مالک نے کہا' اے اللہ کے رسول! بلکہ ہم تو اونٹ آپ کو ھبہ کرتے ہیں جبکہ یہ اونٹ ایسے لوگوں کا ہے جن کی گزر بسر بس اسی پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تو نے اس کے بارے میں یہ بات کہی ہے (اس لئے میں اسے نہیں خریدوں گا) لیکن اس نے کام کی بہتات اور چارہ کم ڈالنے کی شکایت کی ہے' تمہیں اس کے ساتھ اچھا رویہ اپنانا چاہیے (یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) اس کے بعد ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک جگہ اترے' نبی ﷺ نے وہاں نیند فرمائی چنانچہ ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور اس نے آپ ﷺ پر سایہ کیا پھر وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' درخت نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر سلام کہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی۔ یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم روانہ ہوئے اور ایک تالاب کے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت اپنا بیٹا لے کر آئی جسے جنون تھا۔ نبی ﷺ نے اس کی ناک کو پکڑا اور فرمایا' نکل جا! بے شک میں اللہ کا رسول محمد ﷺ ہوں (یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پھر ہم روانہ ہوئے' جب ہم واپس آئے تو ہم اسی تالاب کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس عورت سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا۔ اس عورت نے بتایا' اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے بچے میں آپ کے (جانے کے) بعد کوئی بیماری نہیں دیکھی۔

شرح السنة للبغوی(۱۳/۲۹۵'۲۹۶) کتاب الفضائل' باب علامات النبوة حدیث (۳۷۱۸) بحوالہ مشکاة المصابیح حدیث (۵۹۲۲) مسند احمد: ٤/۱۷۳) رقم الحدیث (۱۷٦۹۱) اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز مجہول راوی ہے۔

ایک پیش گوئی

تمام لوگ سود کھائیں گے ایک ایسا زمانہ آئے گا

سیدنا ابوھریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ کوئی آدمی بھی سود کھانے سے نہ بچے گا اگر کوئی بچ گیا تو پھر بھی اسے سود کی (بھاپ)(غبار) ضرور پہنچے گی۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ ابو داؤد حدیث رقم (۳۳۳۱) البیوع' باب: اجتناب الشبهات۔ شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تخریج مشکاة المصابیح حدیث (۲۸۱۸) التعلیق الرغیب (۳/۵۳) الرد علی بلیق (۳۳۰) اس میں حسن بصری کا سیدنا ابوھریرہ سے سماع ثابت نہیں۔

نجاشی کی قبر سے روشنی کی کرنیں نکلتی ہیں

سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے' کہ جب نجاشی کی وفات ہوئی تو ہم باتیں کرتے تھے کہ اس کی قبر پر مسلسل نور دکھائی دیتا ہے۔

ابو داؤد حدیث رقم (۲۵۲۳) کتاب الجهاد۔ اس کی سند ضعیف ہے۔
شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔اس میں مسلمہ بن الفضل صدوق مگر بکثرت غلطیاں کرتا ہے۔

کوئی بوڑھی خاتون جنت میں نہیں جائے گی

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی اللہ کے رسول دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام فلاں جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی وہ یہ بات سن کر رونے لگی اور واپس چل پڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بتادو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً...... (الواقعہ:۳۵)

ہم نے ان کو پیدا کیا اوران کو کنواریاں بنادیا۔

سخت ضعیف ہے۔اس کی سند فضالہ بن مبارک کی وجہ سے ضعیف ہے۔اس طرح یہ سیدہ عائشہ سے طبرانی اوسط میں مروی ہے۔ہیثمی کہتے ہیں اس میں مسعدہ بن الیسع راوی ضعیف ہے۔شمائل ترمذی حدیث رقم (۲٤۱) تفسیر البغوی (٤/۲۸۳) نیز یہ مرسل ہونے کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

جمال مصطفیٰ

حضور کی سرمگیں آنکھیں اور مسکراہٹ

جابر بن سمرہ سے روایت ہے' کہ رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں باریک تھیں آپ ﷺ عام طور پر ھنسا نہیں کرتے تھے بلکہ مسکرایا کرتے تھے جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو سمجھتا آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا۔

ضعیف ہے۔ سنن ترمذی کتاب المناقب' باب(١٢) حدیث (٣٦٤٥) البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بلکہ نبی ﷺ کا رات کو سرمہ لگانا' تین سلائیں لگانا' اس معنیٰ کی اکثر روایات ضعیف ہیں اس میں حجاج بن ارطاۃ کثیر الخطاء اور مدلس ہے۔
اس کو صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم ص ۷۶۴ پر نقل کیا ہے۔

حضور ﷺ جب گفتگو کرتے تو دانتوں کے درمیان سے روشنی نکلتی

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے اگلے دو دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا جب آپ گفتگو کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے ان دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط رقم (٧٧١) والکبیر رقم(١٢١٨١) مجمع الزوائد رقم الحدیث (١٤٠٣١) سنن دارمی ١/٤٤ فی المقدمہ' باب حسن النبی ﷺ رقم الحدیث (٥٨) مشکاۃ المصابیح رقم الحدیث (٥٧٩٧) ضعیف ہے۔ اس کی سند عبدالعزیز بن ابی ثابت زہری کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہ راوی

متروک الحدیث ہے۔
اس کو بھی صفی الرحمن مبارکپوری نے اپنی کتاب ص ۶۴۷ پر مشکاۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

چمکتے چہرے پر دیوار کا عکس

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور ناراضگی آپ کے چہرے سے معلوم ہو جاتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو گویا آپ کے چمکتے چہرے پر دیوار کا عکس نظر آنے لگتا اور جب آپ ناراض ہوتے تو آپ کا رنگ فق ہو کر سیاہ ہو جاتا۔
یہ موضوع (من گھڑت) ہے۔اس میں یزید بن عیاض مشہور کذاب راوی ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔یحییٰ کہتے ہیں ثقہ نہیں۔نسائی کہتے ہیں۔متروک ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال (۲۵۸/۷۱)

جو کی روٹی اور کھجور کا سالن

یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔ پھر آپ نے اسے کھا لیا۔
شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ابو دائود: کتاب الاطعمة باب ٤٢ حدیث (٣٨٣٠) مختصر الشمائل (١٥٦)

ارواء الغليل رقم الحديث(٢٥١٣) سلسلة الاحاديث الضعيفة (٤٧٣٧)
اس میں یزید الاعور مجہول راوی ہے۔

میں تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کا بچہ دے دیتا ہوں وہ کہنے لگا اللہ کے رسول میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کو بھی اونٹنی ہی جنتی ہے۔

ابو دائود کتاب الادب' باب ۹۲ حدیث (۴۹۹۸) سنن ترمذی کتاب البر والصلة باب ۵۷ حدیث (۱۹۹۱) شمائل الترمذی حدیث رقم (۲۳۹) اگر چہ علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر بعض محققین نے اس کو حمید راوی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر بکثرت تیل لگاتے تھے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کو بہت زیادہ تیل لگاتے تیل لگا کر سر مبارک پر کپڑا رکھتے اور وہ کپڑا کسی تیل نکالنے والے کا معلوم ہوتا تھا۔

ضعیف ہے۔ شمائل ترمذی حدیث (۳۳'۱۲۶) اس میں یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے۔ اور ربیع بن صبیح سئی الحفظ ہے۔

چابیاں میرے پاس ہوں گی ایک ہزار خادم میرے ارد گرد گھومیں گے

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگوں کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے نکلوں گا۔ جب لوگ وفد کی صورت میں ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا' جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کی طرف سے بولوں گا۔ اور جب لوگوں کو روک لیا جائے گا تو میں ان کے لئے سفارش کروں گا' اور جب لوگ ناامید ہو جائیں گے تو میں ان کو خوش خبری دوں گا' اس دن (خیر کی) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اس دن میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں گا اور میں اس اعزاز پر فخر نہیں کرتا ایک ہزار خادم میرے ارد گرد گھومیں گے پھریں گے گویا کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں

ضعیف ہے۔ سنن ترمذی کتاب المناقب' باب حدیث (٣٦١٠) مشكاة المصابيح حديث (٥٧٦٥) سنن دارمي حديث نمبر (٤٩) شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ والدیلمی فی الفردوس (١/٧٩)۔ رقم الحديث (١٢٠) ضعيف الجامع (٢/٩)

میں قیامت کے دن قائد المرسلین ہوں گا۔

سیدنا جابر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام رسولوں کا قائد ہوں گا اور میں اس بات پر کوئی فخر نہیں کرتا' اور میں خاتم النبیین ہوں البتہ فخر نہیں کرتا۔ اور میں سب سے پہلے سفارش کروں گا اور میری سفارش سب سے پہلے قبول کی جائے گی' اور میں فخر نہیں کرتا۔

ضعیف ہے۔ سنن دارمی رقم الحدیث (٤٩) شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ضعيف الجامع الصغير (٢/١٢) فيض القدير (٣/٤٣)

میں حبیب اللہ ہوں' جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا

عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے صحابہ میں سے کچھ اصحاب تشریف فرما تھے آپ ﷺ (اپنے حجرہ مبارک سے) نکلے اور ان کے قریب گئے آپ ﷺ نے سنا کہ وہ آپس میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل (دوست) قرار دیا ہے' دوسرے صحابی نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف تکلم سے نوازا۔ ایک اور صحابی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ آپ ﷺ ان تک پہنچ گئے اور فرمایا' میں نے تمہاری باتیں اور تمہارے تعجب کو سنا ہے بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل (دوست) ہیں اور یہ واقعی درست ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سرگوشی کی ہے' واقعی وہ اسی طرح تھے اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں' یہ بھی درست ہے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے' یہ بھی بالکل درست ہے۔ یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور (اس بات میں) فخر نہیں ہے اور قیامت کے روز سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور (اس بات میں بھی) فخر نہیں ہے۔ جنت کے (دروازے کے) کنڈے کو سب سے پہلے کھٹکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں گا چنانچہ اللہ رب العزت میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دیں گے اور مجھے اس میں داخل کریں گے' اس وقت میرے ہمراہ مومن فقراء ہوں گے اور (اس بات میں بھی) فخر نہیں ہے اور میں پہلے اور بعد میں آنے والے (سبھی لوگوں) سے زیادہ عزت (وعظمت) والا ہوں اور (اس بات میں بھی) فخر نہیں ہے (ترمذی' دارمی)

اس کی سند ضعیف ہے۔ سنن ترمذی کتاب المناقب' باب حدیث رقم (٣٦١٦) سنن دارمی المقدمہ باب٨ رقم الحدیث (٤٦) شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس میں زمعہ بن صالح راوی ضعیف ہے۔ مشکاۃ المصابیح حدیث رقم (٥٧٦٢) البتہ حدیث کے بعض جملے اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہیں۔

مزید حوالہ جات دیکھیں' مجمع الزوائد (٢٠٤/٨' ٢٠٥) زمعہ بن صالح کے بارے دیکھیں تقریب التھذیب (٢٦٣/١) تھذیب التھذیب (٢٣٨/٣' ٣٣٩)

چاندنی رات رخ مصطفیٰ اور چاند میں موازنہ

جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا

کبھی میں رسول اللہ کو دیکھتا کبھی میں چاند کو دیکھتا اس وقت آپ نے سرخ لباس زیب تن کیا ہوا تھا بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں

سنن ترمذی: کتاب الادب، باب ٤٧ ماجاء فی الرخصة فی لبس الحمرة للرجال حدیث رقم (٥٧) شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس میں اشعث بن سوار راوی ضعیف ہے۔ (التقریب ١/ ٧٩) والتهذیب (٣٥٤،٣٥٢/١) مشکاة المصابیح رقم الحدیث (٥٧٩٤) مستدرك للحاکم (١٨٦/٤) وقال صحیح الاسناد ووافقه الذهبی

اس کو صفی الرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنی الرحیق المختوم ص ٦٤٦ پر نقل کیا ہے۔

یوسف کو کرسی کے نور کا لباس اور حضور کو عرش کے نور کا لباس پہنایا گیا

جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے؟ اور کہا اے میرے حبیب میں نے یوسف کے حسن کو کرسی کا لباس پہنایا اور آپ کے حسن کو اور آپ کے چہرے کو عرش کے نور کا لباس عطا فرمایا اور آپ سے زیادہ خوبصورت حسین اللہ نے کوئی پیدا نہیں کیا۔

خطیب نے اس کو جابر سے روایت کیا ہے۔ اور یہ موضوع من گھڑت ہے۔ دیکھیں الفوائد المجموعه للشوکانی رقم (١٠٠٣)

چہرہ مصطفیٰ گویا کہ آفتاب گردش کر رہا ہے۔

سیدنا ابوھریرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا (حضور کا چہرہ دیکھنے سے) ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سورج آپ کے چہرہ مبارک سے جلوہ ریز ہے۔ اور میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسی کو تیز رفتار نہیں پایا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زمین آپ کے لئے سمٹی جا رہی ہے۔ جبکہ ہم کوشش اور جدوجہد سے چلتے تھے جبکہ آپ کی

چال بے نیاز تھی۔

ضعیف ہے۔ سنن ترمذی! کتاب المناقب' باب ۱۲ فی صفة النبی ﷺ حدیث (۳٦٤۸) مسند احمد (۲/۳۵'۳۸۰) وفی الشمائل المحمدیه (۱۱۵) اس کی سند عبداللہ بن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس کو صاحب الرحیق المختوم نے بھی ص ٦٤٦ پر نقل کیا ہے۔

نوٹ: حسن مصطفیٰ کے حوالے سے بہت سی صحیح روایات کتب احادیث میں موجود ہیں دیکھیں بخاری کتاب المناقب حدیث (۳۵٦۱'۳۵۵۲) اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضور احسن الناس' اجمل الناس تھے' آپ کے چہرہ مبارک کو چاند سورج' تلوار سے تشبیہ دینا بھی کتب احادیث وسیرت میں موجود ہے۔

باتیں کرتے ہوئے اکثر آسمان کی طرف دیکھنا

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیٹھے ہوئے باتیں کرتے تو آپ کی نظر اکثر آسمان کی جانب اٹھی رہتی۔

ضعیف ہے۔ ابو دائود: کتاب الادب' باب ۲۱ الھدی فی الکلام حدیث (٤۸۳۷) اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہے اور سماع کی تصریح نہیں۔ شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة (۱۷٦۸)

حضور کا چہرہ جیسے بجلیاں چمکتی ہیں

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس آپ ﷺ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو چہرے کی دھاریاں چمک اٹھیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ نے ابوکبیر ھذلی کا یہ شعر پڑھا

واذا نظرت الی اسرة وجھه
برقت کبرق العارض المتھلل

جب ان کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔
اسنادہ ضعیف۔ سلسلة الاحادیث الضیفة تحت رقم الحدیث (٤١٤٤)

جس گفتگو کی ابتداء میں حمد و ثنا نہ ہو وہ بے برکت ہے

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کلام کا آغاز اللہ کی حمد وثنا سے نہ ہو وہ بے برکت ہے'

ضعیف ہے۔ ابو دائود: کتاب الادب' باب ٢١ حدیث (٤٨٤٠) ابن ماجہ: کتاب النکاح باب ١٩ حدیث (١٨٩٤)

شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' الارواء (٢) تخریج مشکاۃ المصابیح (٣١٥١) اس میں قرہ راوی متکلم فیہ ہے۔

قصہ بوانہ بت کا اور آپ ﷺ کو آپ کے عزیزوں کا زبردستی لیجانا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہتی ہیں (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی) بوانہ میں ایک بت تھا۔ قریش اس کے پاس حاضر ہوتے اس کی تعظیم کرتے اس کے چرنوں میں بھینٹ چڑھایا کرتے۔ اس کے پاس سر منڈواتے اور پورا دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہ ان کا سالانہ دن ہوتا تھا۔

ابوطالب بھی اپنی قوم سمیت وہاں جایا کرتا اور نبی ﷺ کو بھی چلنے کے لئے کہا کرتا مگر آپ ﷺ انکار فرما دیا کرتے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ابوطالب آپ ﷺ پر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا تم نے ہمارے خداؤں کے خلاف جو روش اپنا رکھی ہے مجھے یہ خطرناک محسوس ہونے لگی ہے۔ آپ ﷺ کی پھوپھیاں بھی اس دن آپ پر سخت ناراض تھیں۔ کہنے لگیں اے محمد! (ﷺ) قوم کی عید میں تمہارے شامل ہونے سے ایک فرد کا اضافہ ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے

چنانچہ وہ آپ ﷺ کو مجبور کر کے لے گئے۔ مگر آپ ﷺ وہاں سے غائب ہو گئے جب تک کے لئے اللہ نے چاہا۔ پھر واپس تشریف لائے تو گھبرائے ہوئے تھے۔

پھوپھیوں نے پوچھا کیوں گھبرائے ہوئے ہو؟ فرمانے لگے مجھے ڈر ہے کہ مجھے کوئی اثر ہو جائے گا۔ کہنے لگیں اللہ تعالیٰ تمہیں شیطان کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ تم میں تو ہر بھلائی موجود ہے تو تم نے کیا دیکھا ہے؟ فرمایا میں نے جب بھی بت کے قریب ہونا چاہا ایک دراز قامت سفید رنگ آدمی میرے سامنے آتا اور چیخ چیخ کر کہتا اے محمد! (ﷺ) پیچھے ہٹ جاؤ اسے مت ہاتھ لگانا۔

ام یمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ قوم کی عید میں کبھی شامل نہیں ہوئے۔

اسنادہ موضوع۔ اس کو ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے اور یہ من گھڑت واقعہ ہے۔ اس میں ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ کو بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ اور اس کو بعض ناقدین نے یضع الحدیث حدیثیں گھڑا کرتا ہے بھی کہا ہے۔ دیکھیں۔ میزان الاعتدال (٣٤١/٦) تهذيب التهذيب (٢٧/١٢)(١٣٨) تقريب التهذيب (٣٩٧/٥) سير اعلام النبلاء (٣٣٠/٧) التاريخ الكبير (٩/٩) مجمع الزوائد (١١٣/١٠) المغنى (٧٣٥١) المجروحين (١٤٧/٣) الضعفاء والمتروكين (٣٨٩١) طبقات ابن سعد (٣٤١/٥) تهذيب الكمال (١٥٨٢)

قریش کی پیش کش عمارہ لے لو محمد ﷺ دے دو

جب قریش کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ ابو طالب نہ رسول ﷺ کی معاونت سے باز آئیں گے اور نہ وہ ان کے حوالہ کریں گے اور وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ اس معاملہ میں ان سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لیں اور دشمنی پر آمادہ ہیں۔ تو وہ عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو لے کر ان کے پاس آئے اور کہا ابو طالب یہ عمارہ بن الولید ہے یہ قریش کا سب سے زیادہ تنومند وجیہ اور خوبصورت جوان ہے اس کو تم لے لو اس کی عقل اور طاقت سے فائدہ اٹھاؤ

اس کو اپنا بیٹا بنا لو۔ ہم یہ تم کو دیتے ہیں اور تم اپنے بھتیجے کو جس نے تمہارے اور تمہارے آباء کے مذہب کی توہین کی ہے اور ہمارے قومی شیرازے کو بکھیر دیا ہے اور ان کو احمق ٹھہرایا ہے' ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اسے قتل کر دیں' ایک آدمی کے بدلے میں آدمی موجود ہے۔

ابو طالب نے کہا اللہ کی قسم! یہ برا سودا ہے جو تم مجھ سے کرنا چاہتے ہو' تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے تمہاری خاطر لیے پھروں اور اپنے بیٹے کو تمہارے حوالے کر دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا اے ابو طالب تمہاری قوم نے تمہارے مقابلے میں انصاف کیا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ تم کو اس حالت سے جسے خود تم برا سمجھتے ہو' اس طرح نکال لیں مگر میرا خیال ہے کہ تم ان کی کسی بات کو بھی نہیں ماننا چاہتے۔ ابو طالب نے اس سے کہا انہوں نے ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے؟ بلکہ تم میرا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ کر چکے ہو اور ان سب کو میرے خلاف لے آئے ہو اب جو دل چاہے کرو۔

ابن اسحاق نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی تو بے سند کوئی واقعہ قابل قبول نہیں ہوتا۔ سیرت ابن ھشام مع الروض الانف جلد ۲ صفحہ (۸) اس واقعہ کو صفی الرحمٰن مبارک پوری نے اپنی الرحیق المختوم میں بھی ابن ھشام کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے مشن سے انحراف نہ کروں گا

عقیل بن ابی طالب سے روایت ہے' کہ ایک مرتبہ کفار قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابو طالب آپ کا بھتیجا ہمیں ہماری مجالس میں تکلیف پہنچاتا ہے' آپ اس کو منع کریں چنانچہ ابو طالب نے عقیل (اپنے بیٹے) کو بھیجا کہ جاؤ محمد کو بلا کر لاؤ عقیل کہتے ہیں میں آپ کو لینے گیا آپ ایک چھوٹے سے گھر میں تھے میں نے ان کو ساتھ لیا شدید گرمی تھی آپ دھوپ سے بچنے کے لئے سایہ میں چل رہے تھے' جب نبی ﷺ ابو

طالب کے پاس پہنچے تو ابو طالب نے آپ سے کہا یہ آپ کے چچا زاد ہیں یہ میرے پاس آپ کی شکایت کر رہے ہیں کہ آپ ان کو ان کی مجلس میں اور ان کی مسجد میں تکلیف دیتے ہیں تو آپ ان کو ایذاء دینے سے باز رہیں یہ سن کر رسول اللہ نے اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر قریش کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم اس سورج کو دیکھتے ہو انہوں نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا یہ میرے بس میں نہیں کہ میں تمہیں دعوت دینا چھوڑ دو خواہ تم اس سورج میں سے ایک شعلہ ہی لے آؤ۔ اس پر ابو طالب نے کہا میرے بھائی کے بیٹے نے غلط نہیں کہا لہذا تم جا سکتے ہو۔ مستدرك للحاكم (٣/٥٧٧) رقم الحديث (٤٦٦٧)

السيرة النبويه (١/١٦٠) اس کی سند ضعیف هے۔

اس میں طلحہ بن یحییٰ راوی متکلم فیہ ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں کہ میں اس دعوت کو چھوڑ دو تو بھی میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔

یہ روایت ابن جریر میں معضل سند کے ساتھ ہے۔ شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تعليقات الالباني على فقه السيرة (١١٤'١١٥) سلسلة الاحاديث الضعيفة (٢/١١١)

اس رومال کو آگ نے نہ جلایا جس سے نبی ﷺ نے پسینہ صاف کیا

روایت ہے جو رومال آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو مَس کر لیتا اُس پر آگ اثر نہ کرتی تھی۔ کچھ آدمی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ٹھہرے آپ ﷺ ان کے لیے کھانا لائے۔ خورد و نوش کے بعد آپ ﷺ نے اپنی کنیز کو بلایا اور رومال لانے کے لیے کہا۔ وہ کنیز ایک مَیلا سا رومال لے آئی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے آگ جلانے کے لیے کہا۔ بعد ازاں کہا کہ اس رومال کو آگ میں پھینک دے۔ کچھ دیر بعد جب رومال کو باہر نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا اور ذرا بھی نہ جلا۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ

کہنے لگے: یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اپنا چہرہ مبارک صاف فرمایا کرتے تھے۔ جب میلا ہو جاتا ہے تو ہم اُسے آگ میں ڈال کر پاک کر لیتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

یہ روایت صحیح نہیں نہ ہی اس کی کوئی سند نظر سے گزری نہ ہی کسی مستند کتاب میں یہ موجود ہے۔

بچپن میں شادی کی ایک تقریب میں شرکت

سیدنا علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے میں نے کبھی ان کاموں کا ارادہ نہیں کیا جس کا ارادہ اھل جاھلیت کرتے تھے دو مرتبہ کے علاوہ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں مرتبہ ہی بچا لیا۔ ایک دفعہ میں نے اپنے نوجوان قریشی ساتھی سے کہا جو مکہ کے بالائی حصے میں میرے ساتھ اپنی بکریاں چراتا تھا' تم میری بکریوں کا خیال رکھنا میں آج رات جاگ کر گزاروں گا۔ جس طرح مکہ کے نوجوان جاگتے رہتے ہیں۔ تو میرے ساتھی نے کہا نَعَمْ ٹھیک ہے (آپ جائیں میں آپ کی بکریوں کا خیال رکھوں گا) اس کے بعد میں نکلا اور مکہّ کے پہلے ہی گھر میں پہنچا تو وہاں سے گانے کی آواز آئی میں نے (ان لوگوں میں سے کسی سے پوچھا) یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ فلاں قریشی نوجوان کی فلاں عورت سے شادی ہوئی ہے۔ جب میں اس گانے اور آواز کی طرف مائل ہوا تو نیند آ گئی مجھے صبح سورج کی کرنیں پڑنے پر جاگ آئی'' تو میں اپنے ساتھی کے پاس چلا گیا' اس نے پوچھا بتایئے کیا دیکھا سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ اس کے بعد ایک رات پھر میں نے وہی بات اس سے کہی اور میں نکلا تو بھی ایک محفل میں گیا اسی قسم کی آوازیں سنیں مجھے وہی بتایا گیا جو پہلے بتایا گیا تھا

مجھے پھر اسی طرح نیند آ گئی جس طرح پہلے آئی تھی اسی طرح سورج کی تمازت سے میں بیدار ہوا پھر میں اپنے ساتھی کے پاس آیا اس نے مجھے پوچھا آپ نے کیا کیا' میں نے کہا کچھ نہیں کیا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اس کے بعد دوبارہ میں نے کبھی ان کاموں

کا ارادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف نبوت سے نواز دیا۔

صحیح ابن حبان: کتاب التاریخ باب ۱۲۹ حدیث رقم (٦٢٧٢)
حافظ ابن کثیر نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں (البدایہ والنھایۃ)
اس میں محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخزمہ کو حافظ ابن حجر نے مقبول کیا ہے۔
تقریب التھذیب (٦٠٦٤) تھذیب التھذیب (٢٧٢/٩)
مقبول کی روایت متابعت کی محتاج ہوتی ہے۔) یہ روایت طبرانی میں عمار بن یاسر سے مروی ہے۔ مگر اس میں مجہول راوی ہیں۔ دیکھیں فقہ السیر للغزالی ۲،۷ ۔۳ از تعلیقات البانی۔) ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن قیس بن مخزمہ کو مجہول کہا ہے۔

گستاخ رسول عتبہ ابن ابی لھب کے شیر نے پرخچے اڑا دیئے

ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ذرا ایک مرتبہ محمد ﷺ کے اللہ کو ان کے سامنے گالیاں تو دے آؤں' چنانچہ یہ آیا اور کہا اے محمد! جو قریب ہوا اور اترا اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا' میں تو اس کا منکر ہوں (چونکہ یہ ناہنجار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا) حضور ﷺ کی زبان سے اس کیلئے بد دعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے' یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہہ سنائیں تو اس نے کہا بیٹا! اب مجھے تو تیری جان کا اندیشہ ہو گیا اس کی دعا رد نہ جائے گی' اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا' شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا' راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھیڑیئے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ' تم یہاں کیوں آئے؟ ابولہب یہ سن کر ٹھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو جمع کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے حقوق تم پر ہیں آج میں تم سے ایک عرض کرتا ہوں امید ہے کہ تم سب اسے قبول کر لو گے' بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کیلئے بد دعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا

خطرہ ہے' تم اپنا اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے ارد گرد پہرا دو' لوگوں نے اسے منظور کر لیا یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا' جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا پھر تو اس نے اس کے پرخچے اڑا دیئے' چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد ﷺ کی بددعا کے بعد یہ بچ نہیں سکتا۔

اس کی سند محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[اس کو حاکم نے مستدرك ٢/ ٥٣٩ میں بیان کیا ہے اس میں عباس بن الفضل راوی ضعیف ہے۔ یہ راویت اپنے تمام طریق کے ساتھ ناقابل حجت ہے ابونعیم فی دلائل النبوۃ(٣٨٩' ٣٩٢) رواہ ابن حجر فی الفتح (٤/ ٣٩) مجمع الزوائد (٦/ ١٩) ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے مرسلاً روایت کیا ہے' اور اس میں زھیر بن علاء راوی ضعیف ہے۔]

رکانہ پہلوان کا نبی ﷺ سے کشتی کرنا

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ بن عبد یزید کو دعوت اسلام دی' تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کی صداقت میں شبہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے رکانہ! اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا اسلام کو حق سمجھ کر قبول کر لے گا؟ رکانہ نے جواب دیا: بے شک۔ رکانہ کا جواب سن کر نبی کریم ﷺ عرب کے اس نامور پہلوان سے جس کو آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا تھا' کشتی لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور بہت جلد رکانہ کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا: اے محمد ﷺ! یہ تو اتفاقیہ طور پر جیت گئے' لہٰذا دوبارہ مقابلہ ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ کشتی کی اور پھر رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ ''یہ جادوگر ہیں اور ان کا جادو بڑا پرزور ہے۔'' (بیھقی)

رکانہ بن عبد یزید سے روایت ہے اور رکانہ کا اس زمانے کے بڑے پہلوانوں میں شمار ہوتا تھا اس نے کہا: میں اور نبی کریم ﷺ ابوطالب کے ریوڑ کے ساتھ موجود تھے؟ سب سے پہلے جو بات میں نے دیکھی' یہ تھی کہ ''ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ کشتی کرو گے؟'' میں نے جواب دیا: ''کیا آپ میرے ساتھ کشتی کرنے پر تیار ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں تیار ہوں۔'' میں نے کہا: ''کس شرط پر؟'' جواب میں فرمایا: ''ایک بکری پر۔'' پس میں نے کشتی کی اور آپ نے مجھے پچھاڑ دیا اور ایک بکری مجھ سے وصول کی' اس کے بعد تبسم آمیز لہجے میں فرمایا: ''رکانہ! کیا دوبارہ کشتی کرنے کی ہمت ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں۔'' پھر کشتی ہوئی اور آپ نے پھر پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک اور بکری لے لی۔ میں نے پاس نظریں دوڑائیں تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چرواہا ہماری کشتی کو دیکھ کر حیرت تو نہیں کر رہا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیسری بار پھر کشتی لڑو گے؟'' میں نے کہا تیار ہوں پھر ہم دونوں نے کشتی کی اور مجھے پھر ہار ہوگئی اور مجھ کو تیسری بکری اور دینی پڑی۔ اب میں اپنی کمتری کے احساس اور بکریوں کے مزید نقصان کی بنا پر فکر مند ہو کر بیٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''رکانہ! کیا بات ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''مجھے اس بات کی فکر ہے کہ عبد یزید اپنے باپ سے کیا کہوں گا کیونکہ تین بکریاں آپ کو دے چکا ہوں اور مزید فکر یہ ہے کہ میرا گمان تھا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ قوی ہوں۔'' میرے جواب میں آپ نے فرمایا: ''کیا تم چوتھی بار مقابلہ کی ہمت کرو گے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں! اب بے سود ہے۔'' اس پر آپ ﷺ نے کہا: ''میں تیری تینوں بکریاں لوٹا دیتا ہوں۔'' پھر آپ نے میری بکریاں واپس کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے بحکم خداوندی نبوت کا اعلان فرمایا جس کو سن کر میں حاضر ہوا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس دن مسلسل میری ہار ایسی عظیم اور برگزیدہ ہستی کے مقابلے پر یقینی اور ناگزیر تھی۔ (بیہقی)

ابی دائود: کتاب اللباس' باب فی العمائم حدیث ۴۰۷۸۔ مختصراً سنن

ترمذی: کتاب اللباس' باب العمائم علی القلانس حدیث (۱۷۸٤) مختصراً مستدرك حاکم (۳/۴۵۲) ضعیف ہے۔ اس میں ابی الحسن عسقلانی اور رکانہ کا بیٹا دونوں مجہول ہیں۔

ثرید کھانے کا تسبیح پڑھنا

انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثرید کا کھانا آیا آپ نے فرمایا یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے۔ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی تسبیح کو سمجھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ اس پیالے کو فلاں شخص کے قریب کر دو تو اس نے ان کے قریب کر دیا تو وہ شخص بھی کہنے لگا یا رسول اللہ یہ تسبیح کر رہا ہے اس کے بعد دوسرے پھر تیسرے کے قریب کیا گیا انہوں نے بھی یہی کہا یا رسول اللہ کھانا تسبیح کر رہا ہے پھر آپ نے فرمایا اس پیالے کو واپس کر دو ایک آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اگر آپ حکم دیتے تو میں ساری قوم کو سناتا۔ رسول اللہ نے فرمایا کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ پھر کہا اگر یہ پیالہ کسی کے ہاتھ میں خاموش ہو جاتا تو لوگ کہتے یہ اس کے گناہ کی وجہ سے چپ ہو گیا ہے' لہٰذا اسے واپس کر دو تو وہ واپس کر دیا گیا۔

موضوع ہے۔ خصائص الکبریٰ للسیوطی (۲/۱۵۹) ابو الشیخ العظمة رقم الحدیث (۱۲۰۸) اس میں زیاد بن میمون متھم بالوضع ہے۔ دیکھیں میزان الاعتدال(۳/۱٤۰) الضعفاء والمتروکین(۱/۳۰۱) الجرح والتعدیل(۳/۷۷) المجروحین (۱/۳۰۲) الکشف الحثیث (۲۹۹) یزید بن ھارون کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ بخاری کہتے ہیں ترکوہ۔ ابوزرعہ کہتے ہیں واھی الحدیث ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

اس کو سیوطی نے الدر المنثور (٤/۱۸٦) میں بھی نقل کیا ہے۔

ایک شخص نے اپنی زندہ بیٹی کو کنویں میں دھکا دے دیا واقعہ سن کر آپ ﷺ رو پڑے

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم جاھل لوگ تھے بتوں کی پوجا کرتے اور اولاد کو قتل کیا کرتے تھے۔ یا رسول اللہ میری ایک بیٹی تھی میں جب اس کو بلاتا تو میرے بلانے پر وہ دوڑی آتی اور خوش ہوتی ایک دن میں نے اسے بلایا تو وہ میرے پیچھے آئی میں اس کو لے کر اپنی قوم کے کنویں کے قریب پہنچا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا اس کی زبان سے جو آخری جملے نکلے وہ تھے یا ابتاہ یا ابتاہ اے میرے ابا۔ اے میرے ابا۔ نبی ﷺ یہ سن کر رونے لگے' آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ کی مجلس میں سے ایک صحابی نے اس سے کہا یا رتم نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی اہم سوال کرنے کے لئے آیا ہے۔

اس کے بعد نبی ﷺ اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا

اس واقعہ کو دوبارہ سناؤ اس آدمی نے پھر یہ واقعہ سنایا آپ پھر رونے لگ گئے حتی کہ آنسوؤں سے آپ ﷺ کی داڑھی تر ہو گئی پھر فرمایا زمانہ جاھلیت میں جو کام انہوں نے کئے وہ اللہ نے اسلام کے ذریعے مٹا دیئے اب از سر نو اچھے عمل کرو

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ سنن دارمی المقدمہ حدیث رقم (۲)

اس روایت کا آخری راوی وضین ہے۔ اس کی وفات ۱۴۹ھ میں ہوئی یہ راوی یہ بھی نہیں بتاتا کہ اس نے یہ روایت کس سے سنی ہے۔ یعنی اوپر کے راوی بیان نہیں کرتا اس لحاظ سے یہ روایت منقطع ہے۔ اس کے اوپر کے دو راوی غائب ہیں۔ اس راوی کے متعلق احمد کہتے ہیں ثقہ ہے' سعد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی بعض روایات اچھی اور بعض بیکار ہوتی ہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی روایت ردی ہوتی ہے۔

دیکھیں۔تاریخ بغداد (۱۳/۴۸۲'۴۸۴) میزان الاعتدال ٤/٣٣٤'٣٣٥) والکاشف(۲۰۷/۳) تهذيب التهذيب ١٢١'١٢٠/١١۔ تقريب التهذيب (۳۳۱/۲) یہ وضین راوی بڑا بلند پایہ خطیب تھا۔

عبداللہ بن زبیر نے نبی ﷺ کے جسم سے نکلنے والا خون پی لیا

ھند بن قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے عامر بن عبداللہ سے سنا وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سینگی لگوا رہے تھے پس جب فارغ ہوئے تو مجھے (وہ خون دیتے ہوئے کہا جو سینگی لگوانے سے جسم سے نکلا تھا(کہا اے عبداللہ یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ بہادو جہاں تجھے کوئی دیکھ نہ سکے' میں جب رسول اللہ کے پاس سے نکلا تو میں نے خون پینے کا ارادہ کرلیا اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے سارا خون پی گیا پھر جب میں واپس نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ اس خون کا کیا کیا۔ میں نے کہا میں اس کو ایسی جگہ ڈال آیا ہوں کہ میرا خیال ہے کہ وہ لوگوں سے پوشیدہ رہے گا آپ ﷺ نے فرمایا شائد تو نے وہ پی لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کس نے خون پینے کا کہا تھا تیرے لئے لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کے لئے تجھ سے ہلاکت ہے۔

مستدرك للحاكم رقم الحديث(٦٣٤٣) كنزالعمال (٢٧٥/١٥)

الفصول ص (۲۵۹) تلخيص الحبير(۳۰/۱)

ضعیف روایت ہے۔ ہند بن القاسم مجهول الحال راوی ہے۔

سفینہ رضی اللہ عنہ خون پینے سے جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گئے

سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی پھر اپنا خون مجھے عطا کیا اور فرمایا اسے مٹی میں چھپا دو میں وہ خون لے کر گیا اور مٹی میں دبانے کے بجائے اسے پی

گیا جب میں واپس نبی ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا اس خون کا کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے اسے پی لیا تو آپ نے فرمایا تو نے خود کو آگ سے محفوظ کر لیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کے راوی ابراہیم بن عمر کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں اس کی بیان کردہ روایت قابل حجت نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ المغنی (۱/۲۱) الضعفاء والمتروکین (۱/٤٤) الجرح والتعدیل (۲/۱۱۵)

حضور میں نے وہ خون پی لیا آپ ﷺ ہنس پڑے (سفینہؓ)

یہ ابراہیم بن عمر سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا پوتا ہے اس کا نام بُرَیْہ بن عمر بن سفینہ ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس کی ایک روایت نقل کی ہے اس سے یہ روایت ابن ابی فدیک نے نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں سفینہ کہتے ہیں آپ نے سینگی لگوائی پھر مجھے خون دیتے ہوئے کہا اس کو دفن کر دو مگر میں وہ خون پی گیا پھر آپ نے مجھے خون کے بارے میں پوچھا میں نے بتایا کہ میں نے وہ پی لیا ہے تو آپ ہنسنے لگے۔

اخرجه الطبرانی فی الکبیر (۸/۲۷۰) وبیهقی فی السنن (۷/٦٧) المجمع (۸/۲۷۰)

فرعون کی نوکرانی کا واقعہ

ابو العالیہ رحمہ اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دی فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا

کہ ہاں میرا اور تیرا تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں' فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں پھر ایک دن آیا اور کہا اب تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور مخلوق کا رب اللہ ہی ہے' فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کے دو ٹکڑے کر دوں گا ورنہ اب بھی میرا کہا مان اور اس دین سے باز آ جا' انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہے کر ڈال' اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچے کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں! خوش ہو جا تیرے لئے اللہ نے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی' انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضا ہو کر بیٹھی رہیں فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کر ڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی بی بی صاحبہ نے نہایت صبر و استقامت سے وہی جواب دیا اس نے پھر دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرا دیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی' فرعون کی بیوی صاحبہ نے بڑے بچہ کی روح کی خوش خبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی روح کی بھی خوش خبری سنی اور ایمان لے آئیں' ادھر ان کی بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا۔ یہ اپنے ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی' اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم وہ بھی میرے سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے' چنانچہ میخیں گاڑی گئیں ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب ہٹا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں' ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر

کہنے لگا لوگو! تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں' الغرض انہی عذابوں میں یہ شہید ہوئیں۔

مستدرك للحاكم (٢/٤٩٦) رقم الحديث (٣٨٣٥) كنز العمال (١٥/١٦٥) سلسلة الاحاديث الضعيفة (٢/٢٧٢) اس کی سند ضعیف ہے۔ عطاء بن سائب مختلط ہے وعلة اخرى؟

معراج کے واقعات

اُمّ ھانی کا گھر اور سفر معراج کی ابتداء

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں خود ام ہانی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی اس رات آپ نماز عشاء کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرما رہے تھے۔ آپ بھی سو گئے اور ہم سب بھی سو گئے۔ صبح سے کچھ ہی دیر پہلے ہم نے حضور کو جگایا' پھر آپ کے ساتھ ہی ہم نے نماز ادا کی تو آپ نے فرمایا اے ام ھانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔

اس میں محمد بن السائب کلبی راوی متروک ہے۔ یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

سیرة ابن هشام (۲/۳٤'۳٥)

دیکھیں۔ میزان الاعتدال جلد ٦ ص ۱٥۹ تهذیب الکمال (۳/۱۲۰۰) خلاصة التهذیب الکمال (۲/٤۰٥) تاریخ البخاری الکبیر (۱/۱۰۱) تاریخ البخاری الصغیر (۲/٥۱) تهذیب التهذیب (۹/۱۷۸) تقریب التهذیب (۲/۱٦۳) الجرح والتعدیل (۷/۱٤۸۷) تاریخ، الاسلام (٦/۱۱۸) ثقات (۷/٤۳۳) سیرالاعلام(٦/٤۸) طبقات ابن سعد(٦/۲۹٦) مجمع(٤/۱۱٥)

شب معراج آپ ﷺ میرے گھر میں سوئے میری آنکھ کھلی تو آپ نہیں تھے (اُمّ ھانی)

طبرانی کی روایت ہے کہ ام ھانی کہتی ہیں کہ نبی ﷺ معراج کی شب میرے ہاں

سوئے ہوئے تھے میں نے رات کو آپ کو تلاش کیا تو آپ کو نہ پایا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ دھوکہ نہ کیا ہو پھر اس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے ام ھانی کو معراج کا واقعہ سنایا ام ھانی نے آپ سے کہا آپ اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے ہرگز بیان نہ کریں۔

ام ھانی نے آپ کا دامن پکڑ لیا' اور کہا لوگ آپ کی تکذیب کریں گے' آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ وہ آپ پر کہیں حملہ نہ کر دیں لیکن آپ نے نہ مانا اور دامن چھڑا کر چلے گئے۔

اخرجه الطبراني في الكبير (١٠٩٥) (٤٣٤'٤٢٢/٢٤) المجمع الزوائد (٨١'٨٠/١) الدر المنثور ٢٧٤/٤١) لمجمع الزوائد (٨١'٨٠/١) طبرانی کہتے ہیں اس میں عبدالاعلیٰ بن مساور متروک الحدیث ہے۔

یہ دونوں روایات بالکل غلط ہیں۔ اس میں نماز عشاء اور نماز فجر کا ذکر ہے۔ وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ نمازیں تو معراج کی رات ہی فرض ہوئیں تھی۔

اس میں عبدالاعلیٰ بن ابی المساور ضعیف ہے۔ یحیٰی اور ابی داؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابن نمیر اور نسائی کہتے ہیں یہ متروک ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ مزید تفصیل دیکھیں۔

تهذيب الكمال (٧٦١/٢) تهذيب التهذيب (٩٨/٦) (٢٠٢) تقريب التهذيب (٤٦٥/١) (٧٨٧) خلاصة تهذيب الكمال (١١٦/٢) تاريخ البخاري الصغير (١٧١/٢) الجرح والتعديل (١٣٥/٦) لسان الميزان (٢٧٤/٧) مجمع الزوائد (٧٦/١)

مقامات مقدسہ بیت اللحم' طور سینا' مدینہ میں نماز پڑھنا

سنن نسائی میں انس بن مالک کے حوالے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو راستے میں جبریل نے کہا آپ یہاں سواری سے اتر کر نماز ادا کریں حضور نے نماز ادا کی جبریل نے پوچھا آپ کو علم ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے جہاں آپ نے نماز ادا کی ہے پھر جبریل

نے خود ہی کہا یہ مدینہ منورہ ہے اور یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے۔

پھر روانہ ہوئے تو ایک جگہ جا کر جبریل نے کہا اتریے اور یہاں نماز ادا کریں آپ ﷺ فرماتے ہیں میں اترا نماز ادا کی جبریل نے پوچھا آپ کو معلوم ہے یہ کونسی سی جگہ ہے جہاں آپ نے نماز ادا کی' پھر کہا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔

پھر روانہ ہوئے تو ایک مقام پر پہنچ کر جبریل نے کہا اتریں اور نماز ادا کریں چنانچہ نبی ﷺ اترے اور نماز ادا کی جبریل نے پھر پوچھا معلوم ہے یہ کونسی جگہ ہے پھر جبریل نے کہا یہ بیت اللحم ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔

اس کے بعد بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کروانے اور پھر آسمانوں کی طرف روانہ ہونے کا ذکر ہے۔

سنن نسائي: كتاب الصلاة حديث(٤٥٠) ضعیف روایت ہے۔

علامہ البانی نے اس کو (منکر) قرار دیا ہے۔اس میں سعید بن عبدالعزیز کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا۔

شب معراج بیت المقدس میں انبیاء کی امامت سے قبل مؤذن کی اذان

ابن ابی حاتم کے حوالے سے حافظ ابن کثیر نے واقعہ معراج میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں موذن نے اذان دی۔پھر تکبیر ہوئی پھر میں نے امامت کروائی......

ضعیف روایت ہے۔اس میں خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک دمشقی کو ابن معین' احمد' نسائی' دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے' اس روایت میں بعض واقعات اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہیں' مگر یہ اذان والی روایت ضعیف ہے۔

جنت میں بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کے آہٹ

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس رات آپ کو معراج کرایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تو جنت کی ایک طرف سے آپ نے قدموں کی آہٹ سنی آپ نے پوچھا جبریل! یہ کیا ہے جبریل نے کہا یہ مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو لوگوں کو کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ کامیاب ہوگا میں نے اس کو اس طرح دیکھا ہے۔

مسند احمد: رقم الحديث (٢٣٢٤) (١/٢٥٧) ضعیف روایت ہے۔

اس میں قابوس بن ابی ظبیان راوی ضعیف ہے۔ ہیثمی مجمع الزوائد (٩/٣٠٠) میں کہتے ہیں اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے قابوس بن ابی ظبیان کے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قابل حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں ردی الحفظ ہے۔ اور یہ اپنے باپ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ دیکھیں۔ تهذيب الكمال (١١٠٧/٢) خلاصه تهذيب الكمال ٣٤١/٢۔ تقريب التهذيب ١٥/٢۔ تهذيب التهذيب (٣٠٥/٨) الكاشف (٣٨٨/٢) تاريخ الكبير (١٩٣/٧) المغني (٤٩٧٥) معرفة الثقات (١٤٩٣) مجمع (١/١٢٥)

نوٹ۔ اس سیاق سے یہ روایت صحیح نہیں البتہ صحيح بخاری حديث نمبر (١١٤٩) میں اس طرح کا واقعہ موجود ہے۔ مگر اس میں سفر معراج کا ذکر نہیں۔

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی سیدنا حذیفہ اور زر بن حبیش کے درمیان مذاکرہ

زر بن حبیش کہتے ہیں میں نے حذیفہ سے کہا کیا رسول اللہ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی سیدنا حذیفہ کہنے لگے نہیں۔ زر بن حبیش کہتے ہیں میں نے کہا آپ نے نماز پڑھی تھی سیدنا حذیفہ نے کہا آپ کے پاس کیا دلیل ہے زر بن حبیش نے کہا میرے پاس قرآن

کی دلیل ہے حذیفہ نے کہا جس کے پاس قرآن کی دلیل ہے وہ تو کامیاب ہو گیا اچھا فرمایئے قرآن کی کون سی دلیل ہے زر بن حبیش نے یہ آیت پڑھی **سبحان الذی اسری بعبدہ**ٖ آخر تک)

سیدنا حذیفہ نے کہا اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی؟ پھر حذیفہ کہنے لگے آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی نبی ﷺ اور جبریل دونوں براق پر ہی رہے۔

سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن' باب ومن سورۃ بنی اسرائیل حدیث (۳۱۴۷) مسند احمد (۳۸۷/۵) حاکم (۳۵۲/۲) ابن حبان (۴۵) بیہقی فی الدلائل (۳۶۴/۲) اس کو حاکم ذہبی اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حذیفہ کا موقف تھا کہ آپ ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء کی امامت نہیں کروائی مگر حافظ ابن کثیر کہتے ہیں سیدنا حذیفہ کے انکار سے وہ روایات مقدم ہیں جن میں بیت المقدس میں نبی ﷺ کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔

براق کو باندھنے کے لئے جبریل نے ہاتھ کی انگلی سے پتھر میں سوراخ کر دیا

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبریل نے اپنی انگلی کے اشارے سے پتھر میں سوراخ کر دیا پھر اس پتھر کے ساتھ براق کو باندھا گیا۔ مشکاۃ المصابیح حدیث (۵۹۲۱) سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ بنی اسرائیل حدیث (۳۱۳۲)

ضعیف روایت ہے۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پتھر میں پہلے سے ہی سوراخ تھا مزید دیکھیں۔ حاکم فی المستدرک (۳۶۰/۲) والمزی فی تہذیب الکمال (۳۰۰/۹) زبیر بن جنادہ کے بارے ابو حاتم کہتے ہیں یہ مشہور نہیں۔ ابن جوزی

نے اس کا ذکر الضعفاء میں کیا ہے۔

دوران سفر عیسائی یہودی اور زیب وزینت والی عورت کا آپ ﷺ کو متوجہ کرنا

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سفر معراج پر روانہ ہوئے چلتے رہے راستے میں نبی ﷺ کو دائیں طرف سے ایک آواز آئی کوئی کہہ رہا تھا محمد ﷺ میری طرف دیکھو میں نے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ مگر آپ نے نہ جواب دیا نہ ٹھہرے۔ سفر جاری رہا پھر بائیں طرف سے کسی نے پکارا اے محمد میری بات سنیں میں نے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

آپ نہ ہی ٹھہرے نہ ہی اس کی بات کا جواب دیا۔ پھر تھوڑا آگے گئے تو ایک عورت زیب وزینت کیے کھڑی ہے اس نے مجھے آواز دی مگر میں نے نہ اس کی طرف دیکھا نہ ہی ٹھہرا...... پھر بیت المقدس جا کر جبریل نے نبی ﷺ کو بتایا' کہ اے محمد ﷺ جس نے سب سے پہلے آپ کو بلایا وہ یہودی تھی؟ اگر آپ اس کو جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔

دوسرا بلانے والے عیسائی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی۔ اور وہ جو عورت آپ کو بلا رہی تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے یا ٹھہر جاتے تو آپ کی امت دنیا کو ترجیح دیتی اور گمراہ ہو جاتی۔

ضعیف ہے۔ اخرجه الطبری (۲۲۰۲۳'۲۲۰۲٤) بیهقی فی الدلائل (۲/ ۳۹۰'۳۹٦) اس میں ابی ھارون العبدی راوی ضعیف ہے۔

وہ جو آپ کو اپنی طرف بلا رہا تھا وہ شیطان تھا اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ ابراہیم' موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تھے ''جبریل''

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن جریر میں ہے کہ جب آپ براق پر سوار ہو کر جا رہے

تھے تو راستے میں ایک بڑھیا کو دیکھا جبریل سے پوچھا یہ کون ہے' جبریل نے کہا چھوڑ یئے اس کو آپ چلیں پھر چلتے چلتے راستے میں ایک طرف سے کوئی چیز آپ کو بلا رہی تھی پھر آپ آگے بڑھے تو آپ کو اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ملی اس نے کہا

السلام علیک یا اوّل۔ السلام علیک یا آخر۔ السلام علیک یا حاشر۔ جبریل نے مجھے کہا ان کے سلام کا جواب دیجئے میں نے جواب دیا۔ پھر جبریل نے بتایا وہ بڑھیا جو آپ کو بلا رہی تھی تو دنیا کی عمر اتنی ہی باقی رہ گئی ہے جتنی کہ اس عورت کی' اور دوسرا جو آپ کو بلا رہا تھا وہ اللہ کا دشمن شیطان تھا' اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا وہ ابراہیم' موسیٰ' اور عیسیٰ علیھم السلام تھے۔

تفسیر ابن جریر (٦/١٥) رقم (٢٢٠٢) وبیھقی فی الدلائل النبوۃ (٢/٣٦٢) الدر المنثور (٤/٢٦٢) یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن کثیر خود کہتے ہیں اس میں نکارت ہے۔ نیز اوّل و آخر صرف اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اور اس روایت میں عبد الرحمٰن بن ھاشم راوی مجھول ہے۔

نبی ﷺ نے حوروں کو سلام کیا حوروں نے تعارف کروایا

جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حوریں دیکھنے کی خواہش کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' تو جبریل نے کہا چلیے پھر آپ کو میں حوروں سے ملواتا ہوں وہ صخرہ کی بائیں جانب بیٹھی تھیں آپ جبریل کے ساتھ گئے وہاں جا کر آپ نے ان کو سلام کیا سب نے حضور ﷺ کے سلام کا جواب دیا پھر آپ نے فرمایا تم سب کون ہو تو حوروں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہیں ہم نیکو کار پرہیز گار بندوں کی بیویاں ہیں۔ وہ پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے پھر کبھی نہ نکالے جائیں گے.....

ضعیف ہے۔ اس میں خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن کو ابن معین احمد' نسائی' دار قطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

بیت المقدس کے استقبالیہ میں حضور کی صدارت میں انبیاء کرام کی تقاریر

حافظ ابن کثیر نے ایک طویل غریب ضعیف حدیث نقل کی ہے جس میں راوی نے ایسے عجیب وغریب واقعات بیان کئے ہیں جن واقعات کی کوئی ثقہ راوی متابعت نہیں کرتا۔

روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ بیت المقدس پہنچے تو وہاں انبیاء کرام کی روحوں کی ایک استقبالیہ مجلس منعقد ہوئی وہاں باری باری تم انبیاء کرام نے تقاریر کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا مجھے آگ سے محفوظ کیا' آگ کو میرے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنایا......

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمن فرعونیوں کو ہلاک کیا......

داؤد علیہ السلام نے کہا' اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے زبور کا علم عطا کیا' میرے لئے لوہا نرم کیا......

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تقریر کی۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام عیسیٰ علیہ السلام اور پھر آخری تقریر رحمۃ اللعالمین نے کی۔

اخرجه ابن جرير في تفسيره (١٥/٦:١١) واخرجه البيهقي في الدلائل (٣٩٧/٢-٤٠٣) والبزار كشف الاستار (٥٢) (٥٥) ١/٣٨-٤٥) من طريق عن ابي جعفر الرازي۔ یہ طویل روایت ابوھریرہ سے مروی ہے۔ ضعیف ہے۔ اس روایت کے مزید ناقابل حجت حصے کو ہم ذکر کر کے اس پر تبصرہ کریں گے

مجاہدین کی نیکیوں کی مثال ادھر کھیتی کٹتی ہے ادھر دوبارہ تیار ہو جاتی ہے

گزشتہ روایت کا ہی یہ بھی حصہ ہے۔ جب آپ جبریل کے ساتھ جا رہے تھے تو

راستے میں دیکھا ایک قوم ہے یہ اپنی فصل کو کاٹتے ہیں ابھی کاٹتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے اسی جگہ فصل دوبارہ تیار ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ جن کی نیکیاں سات سات سو گنا تک بڑھتی ہیں جو یہ خرچ کرتے ہیں اس کا بدلہ پاتے ہیں۔ اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

ضعیف ہے۔ اس میں ابو جعفر الرازی ضعیف ہے

بے نمازیوں کے سروں کو کچلا جا رہا ہے

روایت ہے کہ تھوڑا آگے چلے تو دیکھا ایک قوم ہے ان کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا ہے۔ ادھر کچلا گیا بغیر کسی لمحے کی تاخیر کے صحیح ہو گیا پھر کچلا گیا پھر درست ہو گیا یہ عمل مسلسل جاری ہے۔ نبی ﷺ نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہے نمازوں کے اوقات میں ان کے سر بھاری ہو جاتے تھے۔

سند کے لحاظ سے یہ بھی ضعیف ہے مگر صحیح حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ البتہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ صحیح نہیں

جانوروں کی طرف چرتے چگتے ہیں' یہ زکاۃ نہیں دیتے تھے

پھر نبی ﷺ نے دیکھا کہ کچھ ایسے تھے جن کے آگے پیچھے دھجیاں (کپڑے کے ٹکرے) لٹک رہی ہیں اونٹوں اور جانوروں کی طرح کانٹے دار درخت زقوم تھوہر جھنم کے انگارے اور پتھر کھا رہے ہیں آپ ﷺ نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں۔

جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ نہیں دیتے تھے اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا نہ ہی اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔

یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے' جسے حافظ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور یہ ضعیف ہے۔

جبریل یہ صاف ستھرا پاکیزہ گوشت چھوڑ کر گندا ناپاک گوشت کھانے والے کون ہیں؟

چلتے چلتے آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے دیکھا تو ان کے آگے ایک ہنڈیا میں پکا صاف گوشت ہے اور دوسری ہنڈیا میں گلا سڑا بدبودار گندا گوشت ہے۔ مگر یہ صاف ستھرا نفیس گوشت کھانے کی بجائے گندا اور ناپاک گوشت کھا رہے ہیں' آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا ((ماھؤ لاء یا جبریل)) جبریل یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا آپ کی امت کے یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنی حلال و جائز بیویوں کو چھوڑ کر حرام کار خواتین کے ہاں راتیں گزارتے تھے اور یہ وہ خواتین ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر غیر مردوں سے ناجائز تعلقات رکھتی تھیں غیر مردو کے ہاں راتیں گزارتی تھیں۔

اگرچہ زنا قبیح فعل ہے' کبیرہ گناہ ہے۔ مگر یہ روایت اور سفر معراج کے سلسلہ میں اس کا مشاہدہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

یہ مثال ان لوگوں کی ہے جو شاہراہوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ہراساں کرتے ہیں

آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا شاہراہ عام پر ایک لکڑی پڑی ہوئی ہے جو بھی اس کے قریب سے گزرتا ہے وہ خاردار لکڑی اس کے کپڑے پھاڑ دیتی ہے جو چیز بھی اس کے قریب سے گزرتی ہے اس کو یہ لکڑی زخمی کر دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے جبریل سے کہا (ما ھذا یا جبریل) جبریل یہ کیا ہے۔ جبریل نے کہا یہ آپ کی امت میں سے ان لوگوں کی مثال ہے' جو راستوں پر' شاہراہوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور آتے جاتے لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔

پھر یہ آیت پڑھی۔ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ۔ (الاعراف: ۸۶)

اور ہر راہ پر راہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو دھمکاتے پھرو۔

شاہراہوں' گلی کوچوں پر ڈیرہ جما کر بیٹھنا آتے جاتے لوگوں کو دین سے متنفر کرنا۔ علمائے حقہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنا۔ یا لوگوں کو مسجد میں جانے سے روکنا۔ بہت برا کام ہے۔ کسی مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔ البتہ مزکورہ بالا روایت ضعیف ہے۔ اسی دوران آپ کا گزر اس شخص کے پاس سے ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا جمع کیا ہے جس کو اٹھانا چاہتا ہے مگر اٹھایا نہیں جاتا اس کے باوجود اس میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ نبی ﷺ جبریل سے کہتے ہیں (ماھذا) یہ کیا ہے۔ جبریل کہتے ہیں آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے اس قدر حقوق ہیں کہ وہ ادا نہیں کر سکتا (وھو یرید ان یحمل علیھا) اور اس کا ارادہ ہے کہ مزید بوجھ لاد لے۔

بے علم خطباء کا حشر

سیدنا انس بن مالک کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات ایک قوم سے گزرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے جواباً کہا یہ آپ کی قوم کے وہ مقرر وخطیب ہیں جو ایسی باتیں کرتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

اسنادہ ضعیف۔ المشکاۃ رقم الحدیث (٤٨٠١) صاحب مشکاۃ نے اس پر ترمذی کا حوالہ دیا ہے' جبکہ نہ یہ ترمذی کی شمائل میں ہے نہ ہی سنن میں۔ اس کو احمد نے (١٨٠/٣) رقم (١٢٨٨٧) میں روایت کیا ہے۔ جبکہ ابو داؤد نے الطیاسی (٢٠٦٠) میں اور ابونعیم نے الحلیۃ الاولیاء (٣٨٦/٢) میں مالک بن دینار کے حالات میں بیان کیا ہے۔ اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

فتنہ باز واعظین وخطباء کا حشر

پھر نبی ﷺ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو

لوہے کی قینچی کے ساتھ کاٹا جارہا ہے ادھر ان کے ہونٹ اور زبانیں کٹتی ہیں کٹنے کے بعد فوراً ٹھیک ہو جاتی ہیں یعنی پہلی حالت میں آ جاتی ہیں پھر بغیر کسی توقف کے ان کی زبانیں اور ہونٹ کاٹے جاتے ہیں یہ سلسلہ اسی طرح بغیر کسی وقفہ کے جاری ہے۔

آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ان کے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ جبریل نے بتایا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں

چھوٹا منہ بڑی بات

پھر آپ نے ایک چھوٹے سے پتھر میں سوراخ دیکھا اس چھوٹے سے سوراخ سے ایک بیل نکل رہا ہے۔ وہ بیل نکلنے کے بعد پھر اسی سوراخ میں لوٹنا چاہتا ہے۔ مگر ایسا اس کے لئے ممکن نہیں ہو رہا۔ آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا اس سے کیا مراد ہے۔ جبریل نے کہا یہ اس شخص کی مثال ہے جو بڑا بول بولتا ہے (ثم یندم) پھر اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ چاہتا ہے کہ اس کا یہ بول واپس ہو جائے مگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

یہ پاکیزہ ٹھنڈی دل نواز' معطر خوشبودار ہوائیں اور فضائیں جنت کی ہیں

ثم اتی علی واد۔ پھر آپ ایک وادی میں آئے وہاں نہایت نفیس خوشبودار ہوا محسوس کی اور ایک آواز سنی جبریل سے پوچھا یہ کیسی آواز اور ہوا ہے۔ جبریل نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جنت کہہ رہی ہے' یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا فرما۔ میرے بالا خانے' موتی مونگے' سونا چاندی' جام' کٹورے' پانی' دودھ' شراب وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا' کہ ہر ایک مسلمان مرد عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہے نیک عمل کرتا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ بے خوف ہے' اور جو مجھ سے مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں۔ جو

قرض دیتا ہے میں اسے اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میں اسے کافی ہو جاتا ہوں۔ میں برحق معبود ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میں اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا' مومن کامیاب ہو گئے اللہ تعالیٰ بابرکت ہے اور احسن الخالقین ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا قدرضیت میں راضی ہوگئی۔

یہ بھیانک مکروہ خوفناک ہیبت ناک آوازیں اور سخت بدبو جہنم کی ہے

راوی کہتا ہے پھر آپ ایک اور وادی میں داخل ہوئے جہاں سے نہایت بری اور بھیانک آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو آ رہی تھی آپ ﷺ نے جبریل سے پوچھا یہ کیسی آوازیں اور بدبو ہے جبریل نے کہا یہ جھنم کی آوازیں ہیں وہ کہہ رہی ہے یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا فرما وہ مجھے دے جس کو تو نے وعدہ کیا ہے۔ میرا طوق وزنجیر میرے شعلے میری حرارت میرا تھور لہو پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان وافر ہیں پس تو مجھے وہ دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ نے کہا (تو صبر کر) ہر کافر مرد وعورت' ہر مشرک مرد وعورت ہر خبیث مرد وعورت' اور ہر سرکش جس کا قیامت کے دن پر ایمان نہیں وہ تیرے لئے ہیں۔ اس پر دوزخ راضی ہوگئی۔

ابوجعفر الرازی کا تعارف

ان روایات کو بیان کرنے والا ابوجعفر الرازی ہے پہلے دیکھتے ہیں کہ اس کے متعلق خود حافظ ابن کثیر کیا کہتے ہیں۔ حافظ صاحب کہتے ہیں میں کہتا ہوں اس ابوجعفر الرازی کے بارے ابوزرعہ الرازی کہتے ہیں

اس کو حدیث بیان کرنے میں اکثر وہم ہو جاتا ہے۔ اور اس کو کئی ایک محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے مگر راجح بات یہ ہے کہ یہ سئی الحفظ

ہے۔ اور اس کی اس بیان کردہ روایت میں غرابت ونکارت ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں امام ذہبی اس راوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ امام ذہبی میزان الاعتدال جلد نمبر ۵ ص ۳۸۵ میں کہتے ہیں۔

اس کا نام عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ہے صالح الحدیث ہے۔ اس نے شعبی' عطاء بن ابی باح' قتادہ اور ایک جماعت سے روایت بیان کی ہے۔ اور اس سے اس کا بیٹا عبداللہ' ابونعیم' ابواحمد زبیری علی بن جعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یہ بصریٰ میں پیدا ہوا۔ رے میں رہائش پذیر رہا۔

ابن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ امام احمد اور نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ صدوق ہے۔

ابن مدینی کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ فلاس کہتے ہیں بڑے حافظے والا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ منکر روایات بیان کرتا ہے اور اس کو مشہور ائمہ کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے ایک طویل روایت معراج کے بارے میں بیان کی ہے اس میں بہت سی منکر باتیں ہیں۔

(یہ اسی روایت کا ذکر ہے جس کے بعض حصے ہم نے نقل کئے ہیں)

مزید دیکھیں۔ تهذيب التهذيب (۱۰۸۳/۲) تقريب التهذيب (۱۰۱/۲) تاريخ البخاری الكبير (۴۰۳/۶) تاريخ البخاری الصغير ۱۰۴/۲) المجروحين (۱۲۰/۲) تراجم الاحبار (۱۲۸/۳) تاريخ بغداد (۱۴۳/۱۱) المغنی (۴۸۲۰) سير اعلام النبلاء (۳۴۶/۷)

پیٹ مکانوں کی طرح اور اس میں سانپ' یہ سود خور ہیں

ابوھریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات ایک ایسی قوم پر آیا جن کے پیٹ مکانوں کی مانند تھے ان میں سانپ باہر سے ہی نظر آ رہے تھے میں نے جبریل سے دریافت کیا جبریل یہ کون لوگ ہیں جبریل نے کہا یہ سود خور ہیں۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ابن ماجه ابواب التجارات باب ۵۸ حدیث ۲۲۷۳ مشكاة المصابيح حديث (۲۸۲۸) احاديث البيوع شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔

یا اللہ کوئی خاص وظیفہ بتادے: موسیٰ علیہ السلام

سیدنا ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز سکھادے جس کے ذریعے میں تجھے یاد کروں اور تجھ سے دُعا مانگوں پروردگار نے فرمایا موسیٰ لا اله الا الله کہو موسیٰ نے عرض کیا میرے اللہ یہ کلمہ تو تیرے تمام بندے کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تو میرے لئے مخصوص کردے جس میں میرا اور کوئی شریک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو لا اله الا الله والا پلڑا بھاری رہے گا۔

[اسناده ضعيف۔ اسی کی سند دراج عن ابی الھیثم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اخرجه النسائی فی عمل اليوم والليلة(۸۳۴)و(۱۱۴۹) وابو يعلى فى المسند (۵۸۲/۲) رقم(۱۳۹۳) والبغوى فى شرح السنة (۵۴/۵'۵۵) رقم (۱۲۷۳)

یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں

دلائل النبوۃ کے حوالے سے حافظ ابن کثیر نے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کے راوی ابوسعید خدری ہیں۔

ابوسعید سے اس کو بیان کرنے والے ہیں۔ابوھارون عمارہ بن جوین۔روایت میں ہے کہ مختلف مناظر دیکھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ گئے دیکھا تو وہاں کچھ لوگ ہیں جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں۔

ان کے منہ پھاڑ کر فرشتے انہیں گوشت کے ٹکڑے کھلا رہے ہیں پھر وہ ان کے نچلے حصہ سے نکل جاتا ہے۔اور وہ اللہ کی طرف چیختے چلاتے ہیں میں نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں تو آپ سے کہا گیا یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔

ضعیف ہے۔ابوھارون العبدی راوی ضعیف ہے۔

یہ آپ کی امت کی بدکار عورتیں ہیں

اسی سند سے روایت ہے پھر آپ ﷺ تھوڑا آگے گئے تو دیکھا کہ کچھ عورتوں کو اپنے سینوں کے بل لٹکایا گیا ہے۔ وہ بھی اللہ کی طرف آہ وزاری کر رہی ہیں میں نے پوچھا جبریل یہ کون ہیں جبریل نے کہا یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں ہیں۔

ضعیف ہے۔ابوھارون العبدی راوی ضعیف ہے

کیا رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟

عکرمہ عن ابن عباس قرآن کی آیت (ثم دنا فتدلی)(النجم :۸) کے بارے کہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی قربت کا بیان ہے۔

کتاب السنة لا بن ابی عاصم۔ رقم الحدیث (٤٣٨) شیخ البانی کہتے ہیں اسنادہ ضعیف۔اس کی سند ضعیف ہے۔شریک بن عبداللہ القاضی برے حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔اور دوسرا راوی جابر بن یزید الجعفی اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔اور محمد بن یحییٰ کے حالات مجھے نہیں ملے۔

نوٹ:اگر چہ ابن عباس کے متعلق اس قسم کی صحیح روایات بھی آتی ہیں۔مگر دوسری جگہ ابن عباس یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دومرتبہ اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے صحیح مسلم: کتاب الایمان حدیث (٢٨٦) غرض ابن عباس کے حوالے سے

احادیث میں اضطراب ہے بعض میں دل سے دیکھنے کی تخصیص ہے اور بعض میں مطلقاً دیکھنا مراد ہے۔ مگر اکثر صحابہ' تابعین' تبع تابعین محدثین' مفسرین متقدمین متاخرین جمہور علمائے دین ماضی وحال کے محققین کا موقف یہ ہے کہ نبی ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھ سکتا ہے' دیکھیں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔ بعض کا موقف ہے کہ نبی ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ سے براہ راست۔ فیس ٹو فیس' ون ٹو ون ملاقات کی یہ نظریہ درست نہیں۔ اسی لئے علماء کرام کے موقف کے مطابق یہی بات راجح ہے کہ ابن عباس کے متعلق بھی یہی رائے رکھی جائے کہ وہ (مقید) یعنی دل کے ساتھ دیکھنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور یہی عقیدہ حق پر مبنی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دور حاضر کے محقق علامہ ناصر الدین البانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی' حافظ ابن کثیر' کی تحریرات دیکھیں۔

یہ وہ ہیں جو لوگوں کے عیب تلاش کرتے تھے

آپ کچھ ہی دور گئے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو ان کے ہی جسم سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھلایا جا رہا تھا اور انہیں کہا جا رہا تھا (کل کما کنت تاکل من لحم اخیك) کھاؤ جس طرح دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ آپ نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں اور انہیں یہ عذاب کیوں دیا جا رہا ہے' تو آپ سے کہا گیا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور لعن طعن کرنے والے ہیں۔

ضعیف ہے۔ اس میں ابوھارون العبدی راوی ضعیف ہے۔

میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ہوں

راوی کہتا ہے' کہ حضور جب آسمانوں پر گئے پھر جنت میں داخل ہوئے تو جنت میں ایک حور کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا تو کس کی ہے اس نے کہا میں زید بن حارثہ کی ہوں۔

ابوھارون العبدی راوی کا تعارف

اس میں بھی ابوھارون العبدی راوی ضعیف ہے ابی ھارون العبدی کی سیرت کی جھلکیاں اس ابوھارون کا پورا نام عمارہ بن جوین ہے ذہبی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کذاب ہے۔ شعبہ کہتے ہیں اگر ہم کو دو باتوں کا اختیار دیا جائے یا قتل ہونا گوارا کرلو یا ابی ھارون العبدی کی روایت بیان کرو تو ہم قتل ہونا پسند کرلیں گے مگر اس کی روایات بیان نہیں کریں گے۔

امام احمد کہتے ہیں (لیس بشيء) یہ کچھ نہیں ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اس کی روایات کی تصدیق نہیں ہوتی۔

نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں متلون المزاج تھا' کبھی خارجی بن جاتا تو کبھی رافضی۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ابوسعید خدری سے جو روایات بیان کرتا ہے وہ سب جھوٹ ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں علی کی برائیاں تھیں میں نے کہا یہ کیسی کتاب ہے تو کہنے لگا یہ کتاب حق ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ کذاب تھا اور صحابہ پر بہتان بازی کرتا تھا۔ شعبہ کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اس سے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم نے ابوسعید خدری سے سن کر لکھ رکھی ہے اس نے مجھے وہ دکھائی تو اس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ عثمان قبر میں داخل ہونے کے وقت اللہ کا منکر بن چکا تھا۔ میں نے وہ کتاب اس کے ہاتھ پکڑائی اور اٹھ کر چلا آیا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے صحیفۃ الوصی کہتا تھا۔

صالح بن محمد کہتے ہیں یہ فرعون سے زیادہ جھوٹا ہے۔

اس کے بعد امام ذہبی نے اس کی چند منکر روایات بھی بیان کی ہیں دیکھیں۔ تھذیب الکمال (۱۰۰۰/۲) خلاصہ تھذیب الکمال (۱۶۲/۲) تھذیب التھذیب (۴۱۲/۷) تقریب التھذیب (۴۹/۲) الکاشف (۳۰۱/۲) تاریخ البخاری

الکبیر (٦/٤٩٩) الجرح والتعدیل (٦/٢٠٠٥) البدایه والنهایة (١٠/٥٧) طبقات ابن سعد (٧/٢٤٦) علل احمد (١/١٣٧) طبقات خلیفة (٢١٧) المعرفة والتاریخ (٢/١٧٤) الترمذی (٤/٣٣٧) تاریخ ابو زرعه الدمشقی (٤٨٢) مصنف ابن ابی شیبة (١٣/١٥٧٨٢) تاریخ الدوری (٢/٤٢٤) ابن طهمان (١٤٥) ابن محرز (٤٣) ابن الجنید (١) احوال الرجال ت (١٤٢) تاریخ الاسلام (٥/٢٨٤) المجروحین(٢/١٧٧)

ہاں میں نے تمہارا قافلہ دیکھا تھا' میں نے ان کے پیالے سے پانی بھی پیا

حافظ ابن کثیر نے طبرانی کے حوالے سے ام ھانی سے طویل روایت نقل کی ہے۔اس میں ام ھانی کے گھر سے معراج پر جانے کا ذکر ہے ام ھانی کی روایت کا اکثر حصہ صحیح نہیں۔ اس میں سے ہم ایک جز کو نقل کرنا چاہتے ہیں۔ہم شروع میں اس کا ذکر کر آئے ہیں کہ معراج رسول اللہ کو ام ھانی کے گھر سے نہیں ہوا تھا' اسی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ام ھانی سے معراج کا ذکر کیا تو ام ھانی نے کہا آپ لوگوں سے اس واقعہ کو بیان نہ کریں مگر آپ ام ھانی کے گھر سے چلے آئے اور لوگوں میں آ کر اس واقعہ کو بیان کیا جب آپ نے قریش کے مجمع عام میں اس کو بیان کیا تو جبیر ابن مطعم نے کہا اگر آپ سچے ہوتے تو ہمارے درمیان بیٹھ کر آپ ایسی بات ہرگز نہ کرتے۔

مجلس سے ایک آدمی کہنے لگا اے محمد ﷺ راستے میں ہمارا فلاں قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں ملا تھا اور ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے' ایک اور آدمی بولا اچھا فلاں قبیلہ کا قافلہ بھی دیکھا تھا؟ آپ ﷺ نے کہا ہاں وہ بھی ملے تھے فلاں جگہ تھے ان میں ایک سرخ رنگ کی اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا ان کے پاس ایک بڑے پیالے میں پانی تھا جسے میں نے بھی پیا۔پھر وہ کہنے لگے اچھا یہ بتاؤ وہ اونٹ کتنے تھے

اور ان میں چرواہے کون کون تھے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر قافلہ آپ کے سامنے کر دیا آپ نے ساری گنتی بھی بتادی اور چرواہوں کے نام بھی بتادیئے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرمادیا کہ کل صبح کو وہ ثنیہ پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ اسی وقت لوگ بطور آزمائش ثنیہ جا پہنچے دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا ہے ان سے پوچھا کیا تمہارا اونٹ گم ہوا تھا انہوں نے کہا بالکل ہوا تھا۔ پھر انہوں نے دوسرے قافلے والوں سے پوچھا کیا تمہاری اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا انہوں نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا سا پانی کا پیالہ بھی تھا ابوبکر نے کہا ہاں اللہ کی قسم اسے تو میں نے خود رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔

ابوبکر نے فوراً اس واقعہ کی تصدیق کر دی اسی دن سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر (۱۰۹۵)۔ ۲۴/۲۲۲'۲۳۴) وذکره الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱/۸۰'۸۱) ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں عبدالاعلیٰ بن ابی المساور متروک الحدیث ہے۔

قصہ گو واعظین زیب داستاں کے لئے عجیب وغریب روایات بیان کرتے ہیں

بیہقی میں یزید بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ سے عرض کی سفیان ثوری آپ کی حدیثیں بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

پھر یزید بن حکیم کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ آسمانوں پر گئے تھے اور کیا آپ نے معراج کی حدیث بیان کی ہے' آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' پھر میں نے کہا معراج کے بارے میں کچھ لوگ آپ کی طرف عجیب وغریب واقعات منسوب کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ باتیں قصہ گو حضرات کی ہیں۔

دلائل النبوة للبيهقي (۲/۵ ۴۰) سند اس کی بھی مشکوک ہے۔ مگر گزشتہ روایات دیکھ کر آپ کو انداز ہو گیا ہو گا کہ معراج کا واقعہ جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ بخاری و مسلم کی احادیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے' مگر بعض راویوں نے اس میں چند ایسے واقعات داخل کر دیئے ہیں جن کی کوئی صحیح سند نہیں۔

اس لئے ہماری اپنے واعظین وخطباء سے اپیل ہے کہ وہ ایسے بے بنیاد واقعات عوام کے سامنے بیان نہ کیا کریں' جو بھی واقعہ بیان کریں اس کی تسلی کر لیا کریں کہ وہ صحیح سند سے حدیث کی مستند کتاب میں موجود ہے یا نہیں' اگر وہ موجود نہیں یا اس کی سند صحیح نہیں تو برائے مہربانی ان کو بیان کرنے سے گریز کریں۔

کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روحانی معراج کے قائل تھے؟

ابن ھشام نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ کہ امیر معاویہ سے جب نبی ﷺ کے واقعہ معراج کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچا خواب تھا یہ روایت منقطع ہے۔ محمد بن اسحاق یعقوب بن عتبہ سے نقل کرتا ہے اور یعقوب کی امیر معاویہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

یہ امیر معاویہ سے قطعی طور پر ثابت نہیں یہ جھوٹ ہے جو ان کی جانب منسوب کیا گیا۔
امیر معاویہ روحانی معراج کے قائل نہیں تھے۔

کیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روحانی معراج کا موقف رکھتی تھیں؟

تفسیر طبری میں ایک روایت سیدہ عائشہ کی طرف منسوب کی گئی ہے' اس کی سند یہ ہے طبری کہتے ہیں ہم سے ابن حمید نے بیان کیا' ان سے مسلمہ نے وہ محمد بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں یہ محمد بن اسحاق کہتے تھے مجھ سے ابوبکر کی اولاد میں سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ کہا کرتی تھیں کہ ((مافقد جَسَدَ رسول الله ﷺ ولكن اسرى

بروحه)) رسول اللہ کا جسم غائب نہیں ہوا تھا معراج آپ کو آپ کی روح کے ذریعے ہوئی۔

یہ روایت بھی درجہ صحت سے گری ہوئی ہے۔ اس میں محمد بن اسحاق اور سیدہ عائشہ کے درمیان ال ابی بکر مجہول راوی ہے۔ اس میں صرف یہی ایک سقم نہیں بلکہ اس میں ابن حمید راوی بھی ضعیف ہے۔ یہ یعقوب قمی ابن المبارک سے روایت بیان کرتا ہے ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں یہ بہت منکر روایات بیان کرتا ہے۔

بخاری کہتے ہیں یہ محل نظر ہے۔

ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کذاب ہے۔

فضلک الرازی کہتے ہیں میرے پاس اس کی پچاس ہزار روایات ہیں اور میں ان میں سے ایک لفظ بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

دیکھیں تهذيب الكمال (١١٩٠/٣) خلاصه تهذيب الكمال (٣٩٦/٢) تهذيب التهذيب (١٢٧/٩) تقريب التهذيب (١٥٦/٢) تاريخ اسماء الثقات (١٢٥٤) تاريخ البخارى الكبير (٦٩/١) الجرح والتعديل (١٢٧٥/٧) سير الاعلام (٥٠٣/١) تاريخ بغداد (٢٥٩/٢) مجمع (٤٧/٥)

بادشاہ سلامت میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے نبی معراج کی رات بیت المقدس آئے تھے ((ایک پادری))

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں ابوسفیان ہرقل کے دربار میں موجود تھا وہاں نبی ﷺ کا ذکر ہو رہا تھا تو ابوسفیان نے کہا' بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد ﷺ بڑے جھوٹے آدمی ہیں سنئے ایک دن وہ کہنے لگا کہ اس رات وہ مکے سے چلا اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آیا اور پھر واپس صبح سے پہلے مکہ پہنچ گیا۔ میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو بادشاہ روم کی

اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے ذمے لے کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں سوتا نہ تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی وہ آئے ہم سب نے مل کر زور لگایا لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں لیکن اس کا پہیہ تک ہلا بھی تو نہیں۔ میں نے بڑھئی بلوائے انہوں نے دیکھا بہت ترکیبیں کیں، کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ صبح ہی جب میں اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات ہماری یہ مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔

ضعیف ہے۔ اس میں بھی محمد بن عمر واقدی متروک ہے۔

واقعہ طائف اور عداس کا قصہ

قاضی سلیمان منصور پوری کہتے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں بعد نبی اللہ مکہ سے نکلے اور بیرون جات کو وعظ کے لئے تشریف لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سناتے، توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے، سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور

کی کوئی حد نہ تھی، عبد یالیل، مسعود، حبیب، تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی ﷺ پہلے ان ہی سے ملے اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا۔

''میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوا دوں۔ اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔'' دوسرا بولا۔ ''کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا، جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔''

تیسرا بولا: ''کہ میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ تو اگر خدا کا رسول ہے۔ جیسا کہ تو کہتا ہے تب تو یہ خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کروں، اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو مجھے شایان نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔''

نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں۔''

نبی اللہ ﷺ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی ﷺ پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تر بتر ہو جاتے۔ خون بہہ بہہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بد معاشوں اور اوباشوں نے نبی ﷺ کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبی ﷺ ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عتبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی ﷺ پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیئے، نبی ﷺ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور زبان سے فرمایا۔ ''بسم اللہ'' اور پھر انگور کھانے شروع کیے۔

عداس نے حیرت سے نبی ﷺ کی طرف دیکھا اور پھر کہا۔ ''یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا ''تم کہاں کے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟''

عداس نے جواب دیا۔ "میں عیسائی ہوں اور نینوٰی کا باشندہ ہوں۔"

نبی ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم مرد صالح یونس علیہ السلام بن متی کے شہر کے باشندے ہو۔"

عداس نے کہا۔ "آپ کو کیا خبر ہے کہ یونس علیہ السلام بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟"

نبی ﷺ نے فرمایا۔ "وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔"

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی کا سر' ہاتھ' قدم چوم لئے۔

عتبہ وشیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے' لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انہوں نے کہا۔ "کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں' سر چومنے لگ گیا تھا؟"

عداس نے کہا۔ "حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں' اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔

انہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا' تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔[1]

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کو رسول ﷺ کے اتنی چوٹیں لگی کہ حضور ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اسی سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی ﷺ کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا۔ اس وقت جو دعا حضور ﷺ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم اليك اشكو ضعف قوتي وقلة حيلتي وهواني على الناس يا ارحم الراحمين۔ انت رب المستضعفين وانت ربي الى من

---

[1] طبری۔

تکلنی الیٰ بعید[1]

یجھمنی او الی عدو ملکته امری ان لم یکن علی غضبك فلا ابالی ولکن عافیتك ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت له الظلمت۔ وصلح علیه امرا لدنیا والاخرة من ان تنزل بی غضبك او یحل علی سخطك لك العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوة الابك۔

''الٰہی! اپنی کمزوری' بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں' تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے' درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے' کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے' لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں' کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں۔ جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے۔ یا تیری ناراض مندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔''

نبی ﷺ کا طائف تشریف لے جانا ثقیف کے سرداروں کو وعظ کرنا۔ سرداروں کا آپ ﷺ سے متشدد رویہ اختیار کرنا۔

فرشتوں کا آنا اور اہل طائف کو تباہ کرنے کی حضور سے اجازت طلب کرنا صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہے دیکھیں صحیح بخاری حدیث نمبر (۳۲۳) مگر اس واقعہ کا صرف اسی قدر حصہ صحیح ہے' افسوس ہے کہ بعض سیرت نگار حضرات حدیث کی درجہ اوّل کی کتابوں پر

---

[1] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ محمد روایت کیا ہے جس کے معنی دوست کے ہو سکتے ہیں۔

اعتماد کرنے کی بجائے تاریخ وسیرت کی غیر مستند کتابوں کو اپنا ماخذ بناتے ہیں۔ اس واقعہ کو صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی الرحیق المختوم میں بھی نقل کیا ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ **اللھم الیك اشکو ضعفِ** ...... نیز عداس کا قصہ بسند صحیح ثابت نہیں۔ یہ واقعہ طبقات ابن سعد (۱/ ۲۲۱) میں ہے۔ اس میں واقدی راوی متروک الحدیث ہے۔

اسی طرح یہ واقعہ سیرت ابن ھشام (۱/ ۴۱۹'۴۲۲) میں ہے' مگر یہ محمد بن کعب قرظی کی مرسل روایت ہے۔ نیز مرسل ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔ (**اللھم الیك اشکو ضعف قوتی**) اس کو ابن اسحاق نے روایت کیا ہے' اور یہ مرسل ہے' عداس کا قصہ بغیر سند نقل کیا گیا ہے' دیکھیں خصائص الکبریٰ للسیوطی (۱/ ۳۰۰) مزکورہ بالا دعا طبرانی نے عبداللہ بن جعفر کی حدیث سے نقل کی ہے' مگر اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہے' اور سماع کی صراحت نہیں

ابن ھشام فی السیرۃ ۱/ ۲۶۰:۲۶۲) عن ابن اسحاق عن یذید بن زیاد عن محمد بن کعب القرظی۔

اگرچہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے مگر مدلس اگر ثقہ ہو تو بھی اس کی عن والی روایت قبول نہیں ہوتی۔

سفر طائف کے ضمن میں اس واقعہ کو شیخ البانی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے' البانی کہتے ہیں طبقات ابن سعد میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ مزکور ہے' ابن سعد نے اس کو محمد بن عمر واقدی کی زبانی نقل کیا ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ واقدی محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔

سیرت ابن ھشام میں یہ واقعہ ابن اسحاق کی مرسل سند سے مروی ہے' طبرانی نے اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے' انہوں نے اس کی روایت ابن اسحاق کی سند سے عبداللہ بن جعفر سے کی ہے ابن اسحاق مدلس ہیں اور اس روایت میں عنعنہ ہے اسی لئے اس روایت کو میں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ تخریج فقہ السیرۃ للغزالی۔

غم ہی غم' ابو طالب (عبد مناف) کی وفات

یہ غم ہی غم کی سرخی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم ص ۱۶۷ میں لگائی ہے۔ سیرت نگار حضرات کہتے ہیں کہ جب ابو طالب فوت ہو گئے تو قریش مکہ نے نبی ﷺ کو پہلے سے زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا' اس کے بعد سیرت ابن ھشام سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ابو طالب انتقال کر گئے تو قریش نے رسول اللہ کو ایسی اذیت پہنچائی کہ ابو طالب کی زندگی میں ایسی تکالیف پہنچانے کا کبھی ان لوگوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا ایک دفعہ قریش کے ایک شریر اوباش نے نبی ﷺ کے سر پر سر بازار مٹی ڈال دی آپ ﷺ اسی حالت میں اپنے گھر گئے ایک صاجزادی نے آپ کا سر دھلایا وہ صاجزادی آپ کا سر دھلاتے دھلاتے روتی جاتی تھی اور آپ ﷺ اس کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہے تھے بیٹا رو نہیں اللہ تیرے باپ کا حامی ہے۔

یہ روایت ابن ھشام نے ابن اسحاق کی سند سے عروہ بن زبیر سے نقل کی ہے مگر عروہ تابعی ہے اس لئے یہ روایت مرسل ہے اور مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

بعثت نبوی کا دسواں سال (غم کا سال)

یہ غم کا سال کی سرخی بھی صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم میں دی ہے دیکھیں ص ۱۶۵۔

جس سال سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کی وفات ہوئی اس سال کو غم کا سال قرار دینا اور اس بات کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کرنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔

شیخ البانی اس روایت کی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تلاش و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا واحد ماخذ قسطلانی کی مواھب اللدینہ میں ہے جس میں صاعد کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے' زرقانی کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بیان کرنے والا صاعد بن عبید البجلی ہے' یہ مجہول شخص ہے۔ مزید یہ کہ قسطلانی کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ

روایت سند کے بغیر ذکر کی ہے' اس بنیاد پر اگر صاعد معروف اور ثقہ ہو تب بھی یہ روایت ضعیف ہوگی۔

ھند بن ابی ھالہ کی طویل روایت اوصاف رسول ﷺ کے متعلق

اس کو بھی مولنا مبارکپوری نے اپنی کتاب الرحیق المختوم ۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳ پر نقل کیا ہے۔اس پر قاضی عیاض کی شفاء اور شمائل ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔شمائل ترمذی رقم الحدیث (۸) مستدرك حاكم ۶/۳۳۹۔ رقم (۶۷۰۰)۔

اس میں جمیع بن عمر العجلی راوی ضعیف رافضی ہے۔تقریب۔ پھر یہ جمیع جس سے روایت کر رہا ہے (حدثنی رجل) مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا۔یہ رجل مجھول الحال ہے۔ بیہقی نے اس کی ایک اور سند بیان کی ہے۔مگر اس میں حسن بن محمد راوی متھم ہے۔

حضور ﷺ کے پاؤں کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی بڑی تھی

میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور میں حضور کے پاؤں کے انگوٹھے سے متصل انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں

رواه الطبرانی فی الکبیر(۲۵/۴۰) واحمد (۶/۳۶۶) مطولاً مجمع الزوائد (۸/۴۹۸۔ رقم (۱۴۰۳۸) ہیثمی کہتے ہیں اس میں مجھول راوی ہیں۔

اس یہودی نے آپ کو روک لیا جس کا آپ نے قرضہ دینا تھا۔

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''فلاں'' لقب کا ایک یہودی عالم تھا۔اس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ دینار لینے تھے چنانچہ اس نے نبی ﷺ سے دیناروں کا مطالبہ کیا۔

آپ ﷺ نے اس سے کہا' اے یہودی! تجھے دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس نے کہا' اے محمد! میں اس وقت تک آپ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک آپ مجھے میرا قرض نہیں لوٹا دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اگر ایسا ہی ہے کہ جب تک میں تمہارا قرض ادا نہیں کروں گا' تم مجھے نہیں چھوڑو گے) تو میں تمہارے ساتھ بیٹھوں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور (اگلی صبح) فجر کی نماز (مسجد میں) ادا کی۔ (اس صورت حال کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یہودی کو ڈرایا دھمکایا۔

رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس یہودی کو ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اس یہودی نے آپ ﷺ کو روک رکھا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے (ان سے) کہا کہ مجھے میرے پروردگار نے منع کیا ہے کہ میں کسی ذمی کا فریا دیگر لوگوں پر ظلم کروں۔ جب زرا دن چڑھا تو یہودی (آپ ﷺ کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر) کہنے لگا' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں اپنا نصف مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! (سب جان لیں کہ) میں نے جو انداز آپ ﷺ کے ساتھ اختیار کیا وہ صرف اس لئے کیا تھا کہ میں آپ ﷺ کے ان اوصاف کو آزماؤں جن کا تذکرہ تورات میں ہے کہ ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا' وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ملک شام تک ان کی بادشاہت ہو گی' وہ بدزبان اور بدمزاج نہیں ہوں گے' اور نہ ہی وہ گلیوں میں شوروشغب کریں گے' نہ ہی فحش گو ہوں گے اور نہ ہی فحش گفتگو کریں گے۔ (یہودی نے ایک بار پھر کہا) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ میرا مال ہے (جس کو میں آپ ﷺ کے قبضے میں دیتا ہوں) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں اس کے متعلق فیصلہ صادر فرمائیں۔ (اس حدیث کے راوی کا کہنا ہے کہ) یہ یہودی بہت مالدار تھا۔

[اسناده ضعيف مستدرك حاكم ٢/٦٢٢- رقم٤٢٤٢ النبوة - مشكاة (٥٨٣٢) (بحواله بيهقى دلائل النبوة) مختصر المستدرك (١٠٨٤/٢) سلسلة الاحاديث الضعيفة (٢٧٨/٤) الدر المنثور (١٣٣/٣) كنز العمال (٤٠٨/١٢) اس میں ابوعلی محمد بن محمد الاشعث الکوفی کو بعض نے کذاب کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔]

کیا حضور کے پیٹ پر شکنیں تھی

ام ھانی کہتی ہیں میں نے نبی کریم کے پیٹ کو بغور نہیں دیکھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہ کاغذ کی تہوں کی مانند تھا۔ یعنی بہت زیادہ شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔

رواه الطبرانی فی الکبیر (٤١٣/٢٤) مجمع الزوائد (٤٩٨/٨) رقم (١٤٠٣٦) ہیثمی کہتے ہیں اس میں جابر الجعفی ضعیف ہے۔

یا حمیرا کے لقب والی ایک روایت

سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہتی ہیں میں نے اللہ کے رسول سے دریافت کیا وہ کون سے چیز ہے جس کو روک رکھنا جائز نہیں تو آپ نے فرمایا وہ تین چیزیں ہیں پانی نمک اور آگ۔ سیدہ کہتی ہیں یہ پانی تو واقعی بڑی اہم چیز ہے مگر نمک اور آگ کی کیا اہمیت ہے آپ نے فرمایا اے حمیرا جس نے کسی کو آگ دی تو گویا کہ اس نے وہ سارا کھانا صدقہ کر دیا جو اس آگ پر پکایا گیا تھا۔ اور جس نے نمک دیا اس نے وہ سب کچھ صدقہ کر دیا جو اس نمک سے درست ہوا۔ اور جس مسلمان نے اور اس جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی پایا جاتا ہے۔ تو گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو اس جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی نہیں پایا جاتا تو اس نے اسے زندہ کر دیا۔

[ابن ماجه: ابواب الرهون- حديث رقم (٢٤٧٤) شیخ البانی کہتے ہیں سخت

ضعیف ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة (۳۳۸۴) بوصیری نے اور دیگر محققین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔ اور اس کا شاگرد مجهول ہے۔ نیز علی بن غراب مدلس ہے۔ نوٹ۔ یا حمیراء کے لقب والی کوئی روایت صحیح نہیں لہٰذا خطباء کرام سے التماس ہے کہ وہ اپنے خطبات میں یا حمیرا یا حمیرا کی رٹ لگانا چھوڑ دیں۔

جبریل علیہ السلام نے مشرق و مغرب چھان مارے مگر حضور سے افضل کسی کو نہیں پایا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے کہا میں نے مشرق و مغرب کو چھان ڈالا مگر محمد ﷺ سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ نہ ہی بنو ھاشم کے گھر سے افضل کوئی گھر دیکھا۔

اسنادہ ضعیف ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی راوی ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد (۸/۴۰۰) رقم (۱۳۸۲۹) اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی رحمت ﷺ پوری دنیا میں افضل البشر ہیں دنیا میں کوئی انسان آپ کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اس سیاق اور الفاظ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

آپ نے رضاعی والدہ (حلیمہ) کے لئے چادر بچھادی

ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو جعرانہ کے مقام پر گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا اس وقت میں بچہ تھا اونٹ کی ہڈی اٹھا سکتا تھا اس دوران ایک عورت آئی اور آپ کے قریب آ گئی نبی ﷺ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی وہ اس چادر پر بیٹھ گئی میں نے پوچھا یہ کون ہے تو صحابہ نے کہا یہ آپ کی رضاعی ماں ہے۔

ابی دائود حدیث (٥١٤٤) وبخاری الادب المفرد (١٢٩٥) ومشکاۃ (٣١٧٥) و ابو یعلیٰ فی مسندہ (٩٠٠) ضعیف ہے۔
اس میں عمارہ بن ثوبان اور جعفر بن یحییٰ دونوں مجھول الحال ہیں۔

آپ ﷺ کے رضاعی ماں باپ اور بھائی کا حضور کی خدمت میں حاضر ہونا

ابو داوٗد میں روایت ہے عمرو بن سائب کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے' کہ ایک دن نبی ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی' وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ کی رضاعی والدہ آئی تو آپ نے اس کے لئے جو چادر کا حصہ بقایا تھا وہ بچھا دیا تو آپ کی والدہ اس پر بیٹھ گئی' پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔
اسنادہ ضعیف۔ اس کی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی و دیگر محققین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

حلیمہ سعدیہ کا مکہ آنا اور حضور کا بکریاں عطا کرنا

اسامہ بن زید اللیثی قبیلہ بنی سعد کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت عبداللہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ پہنچیں یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ سے نکاح کر چکے تھے حلیمہ نے آنحضرت سے قحط وگرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی۔ آنحضرت نے خدیجہ سے اس بارے گفتگو کی تو انہوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لئے ایک اونٹ عنایت کیا جو سامان ومتاع سے لدا ہوا تھا حلیمہ یہ سب لے کر اپنے اھل وعیال میں واپس آگئیں۔
اسنادہ ضعیف۔ یہ روایت ضعیف ہے' پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا راوی اسامہ یہ خود

ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں یحییٰ القطان کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ المغنی (۶۶/۱) الجرح والتعدیل (۲۸۴/۲، الضعفاء والمتروکین (۹۱/۱)

دوسری علت یہ ہے کہ اسامہ جس سے روایت کر رہے ہیں وہ مجھول ہے۔ کوئی علم نہیں یہ بنی سعد کے کون بزرگ ہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۶۱/۱)

جنگ بدر میں سیدنا علی کا عتبہ بن ربیعہ اس کے بیٹے اور بھائی سے مقابلہ

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز عتبہ بن ربیعہ میدان میں آیا اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کا بھائی نکلا' اس نے اعلان کیا کہ کون مقابلہ میں آئے گا؟ چنانچہ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے انصار سے چند نوجوان نکلے۔ عتبہ نے دریافت کیا؟ تم کون ہو؟ انہوں نے اس کو (اپنے بارے میں) بتایا۔ اس نے کہا' ہمیں تم سے کیا واسطہ؟ ہمارا مقصود تو ہمارے چچازاد بھائی ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے حمزہؓ اے علیؓ اے عبیدہؓ بن حارث' تم نکلو! چنانچہ حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کے مقابلہ میں آئے اور میں شیبہ کے سامنے ہوا۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید کی ایک دوسرے کو ضربیں لگیں۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو گھائل کر دیا اس کے بعد ہم ولید پر پل پڑے اور اسے قتل کر دیا اور ہم عبیدہؓ کو اٹھا کر لے آئے (احمد 'ابو دائود)

اسناده ضعيف۔ ابو دائود رقم الحديث (۲۶۶۵) مشكاة (۳۹۵۷) واخرجه احمد فى المسند (۱۱۷/۱) والحاكم فى المستدرك (۳۸۶/۲) والبيهقى فى دلائل النبوة (۶۳/۳) حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے جبکہ ذہبی نے حاکم کا تعاقب کیا ہے۔ اس میں ابو اسحاق مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔

اے اللہ کے رسول اس مقام پر پڑاؤ جنگی تدبیر ہے یا آپ کی رائے ہے یا اللہ کا حکم ہے' خباب رضی اللہ عنہ بن منذر کا مشورہ

جنگ بدر کے موقعہ پر خباب رضی اللہ عنہ بن منذر صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مقام جہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں یہ آپ کی جنگی تدبیر ہے یا اللہ کا حکم ہے آپ نے فرمایا جنگی تدبیر اور میری رائے ہے تو خباب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ایک ایسے مقام کا علم ہے جہاں قریب ہی ایک پانی کا چشمہ ہے اس کا پانی میٹھا ہے ہم اس پر حوض بنا لیں گے اور خود پانی سے سیراب ہوں گے جبکہ دیگر کنویں نکارہ کر دیں گے۔ رسول اللہ نے یہ مشورہ سن کر فرمایا تمہارا مشورہ بہت اچھا اور معقول ہے لہٰذا لشکر کو حکم دیا وہ مقررہ جگہ پہنچ گیا۔

اسنادہ ضعیف۔ اس واقعہ کی سند ضعیف ہے' اس کو ابن ھشام نے روایت کیا ہے اس میں مجہول راوی ہیں۔ حاکم نے اس کو مستدرك (٣/٤٢٧) رقم الحديث (٥٨٠١) میں بیان کیا ہے ذھبی کہتے ہیں حدیث منکر وسندہ۔

مستدرک حاکم کی اس کے بعد والی روایت میں ہے اس کے بعد جبریل آئے اور بتایا خباب رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے ایسا ہی کرو۔

مستدرك حاكم رقم (٥٨٠٢) فقه السيرة (٢٤١) السيرة النبوية (٢/٢٧٨) اس میں محمد بن عمر واقدی راوی متروک اور کذاب ہے۔ نیز داؤد بن حصین کی عکرمہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔ اس واقعہ کی اور بھی سندیں ہیں مگر ہر ایک میں کوئی نہ کوئی شدید ضعف پایا جاتا ہے۔

ملک الموت کا حضور سے اجازت طلب کرنا' اور خضر کا حضور کی تعزیت کرنا

جعفر بن محمد اپنے والد (باقر) سے روایت کرتے ہیں کہ (قبیلہ) قریش میں سے

ایک شخص ان کے والد علی (زین العابدین) بن حسین کے ہاں گیا۔علی (زین العابدین) بن حسین نے اس شخص سے کہا کہ کیا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کے متعلق خبر نہ دوں؟ اس شخص نے کہا' ہاں! بیان کرو۔علی (زین العابدین) بن حسین نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی تیمارداری کے لئے آئے اور کہا' اے محمد! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عزت اور تعظیم کرتے ہوئے مجھے خاص طور پر آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے' اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں حالانکہ اس چیز کے بارے میں (جس کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے) وہ آپ ﷺ سے زیادہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اے جبرائیل! میں اپنے آپ کو غمگین پاتا ہوں اور اے جبرائیل! میں اپنے آپ کو تکلیف میں پاتا ہوں۔اس کے بعد پھر دوسرے روز بھی جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ سے وہی بات کہی۔ نبی ﷺ نے اس کا وہی جواب دیا جو پہلے روز دیا تھا۔اس کے بعد تیسرے روز بھی جبرائیل کو وہی جواب دیا جو پہلے روز دیا تھا۔اور (اس آخری روز) جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جس کا نام اسماعیل تھا جو ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور ان میں سے ہر فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔اس فرشتے نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔آپ ﷺ نے جبرائیل سے اس فرشتے کی بابت دریافت کیا۔جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے (اور) آپ ﷺ کی (جان قبض کرنے کے لئے) اجازت طلب کرتا ہے' حالانکہ اس سے پہلے اس نے کسی شخص سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی شخص سے اجازت طلب کرے گا۔آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا' اسے اجازت دو۔چنانچہ اسے اجازت دی گئی۔موت کے فرشتے نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا۔آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔اس کے بعد موت کے فرشتے نے کہا' اے محمد! (ﷺ) اللہ رب العزت نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے۔اگر آپ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں آپ ﷺ کی روح قبض کرلوں اور اگر آپ ﷺ مجھے اجازت مرحمت نہ فرمانا چاہیں تو میں آپ ﷺ کی روح قبض نہیں کروں گا۔آپ ﷺ نے

فرمایا' اے ملک الموت! کیا تو ایسا ہی کرے گا؟ ملک الموت نے جواب دیا' بالکل مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ ﷺ کی اطاعت کروں۔ اس حدیث کے راوی علی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا' اے محمد ﷺ! بلاشبہ اللہ رب العزت آپ ﷺ سے ملاقات کا شائق ہے۔ نبی ﷺ نے ملک الموت سے کہا کہ آپ اس کام کو کر گزریں جس کا آپ کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملک الموت نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور تعزیت کرنے والے آئے تو لوگوں نے گھر کے کونے میں سے ایک آواز سنی (جس کا ترجمہ ہے) ''اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں' اللہ تعالیٰ ہی ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا ہے اور ہر فوت شدہ چیز کا تدارک کرنے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرو اور اسی سے امید رکھو۔ بلاشبہ مصیبت زدہ شخص وہ ہے جو ثواب سے محروم کیا گیا ہے۔'' علی (زین العابدین) نے کہا کہ کیا جانتے ہو کہ (جس نے یہ تعزیتی الفاظ ادا کیے ہیں) یہ کون ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا کہ) وہ خضر علیہ السلام تھے

(بیہقی دلائل النبوۃ) با حوالہ مشکاۃ المصابیح حدیث نمبر (۵۹۷۲)

غایت درجہ ضعیف ہے' حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو (واہ) کہا ہے۔ شیخ البانی کہتے ہیں خضر کا حضور کی وفات تک زندہ رہنا قطعاً ثابت نہیں۔ اس میں عبداللہ بن میمون القداح راوی ضعیف ہے۔

سیدنا علی' فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا اور قبر میں اتارا

سیدنا عامر شعبی سے روایت ہے کہ سیدنا علی' فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے رسول اللہ کو غسل دیا اور انہوں نے ہی آپ ﷺ کو قبر میں اتارا۔ شعبی نے کہا مجھ سے

مرحب نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف کو بھی شامل کیا تھا اور جب سیدنا علی غسل سے فارغ ہوئے تو کہا تدفین کے عمل میں آدمی کے اپنے گھر والے ہی حصہ لیں گے۔

اسنادہ ضعیف۔ ابو دائود: کتاب الجنائز حدیث (۳۲۰۹) واخرجہ البیهقی (۵۳/٤) اس میں اسماعیل بن خالد راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔ البتہ شیخ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

چار افراد حضور کی قبر میں اترے علی، فضل، اسامہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم

سیدنا ابو مرحب سے روایت ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترے گویا کہ میں ان چاروں (سیدنا علیؓ سیدنا فضل بن عباس اسامہ بن زید اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) کو دیکھ رہا ہوں۔

اسنادہ ضعیف۔ ابو دائود: کتاب الجنائز حدیث (۳۲۱۰) والبیهقی (۵۳/٤) اس میں سفیان ثوری مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔
البانی نے اس کو بھی صحیح کہا ہے۔

فاطمہ تم نہیں جانتی یہ دروازے پر دستک دینے والا ملک الموت ہے اور اجازت طلب کر رہا ہے

ہمیں سلیمان بن احمد نے محمد بن احمد بن براء، عبدالمنعم بن ادریس بن سنان عن ابیہ وہب بن منبہ، حضرت جابر بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا کہ جب سورت "اذا جاء نصر الله والفتح" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے جبریل میری وفات کی آواز لگ گئی۔ جبریل نے فرمایا آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کا رب عطا کرے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا کہ نماز کے لئے اذان دیں چنانچہ مہاجرین وانصار مسجد میں جمع ہو گئے آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا جس سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تم میں کیسا نبی تھا؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اچھے نبی تھے' آپ ہمارے لئے مہربان باپ اور شفیق بھائی کی طرح تھے' آپ نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دیئے اور ہم تک وحی پہنچا دی اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائے جو وہ اپنے نبی کو اس کی امت کی طرف سے کرتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں اللہ کے واسطے سے اور اس حق کے واسطے سے جو میرا تم پر ہے کہتا ہوں کہ میری طرف سے کسی سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو قیامت میں بدلہ لینے سے پہلے یہیں لے لے' لیکن کوئی شخص کھڑا نہ ہوا آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ فرمایا کوئی کھڑا نہ ہوا' پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک بوڑھا شخص کھڑا ہوا جنہیں عکاشہ کہا جاتا تھا وہ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا نبی کریم ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ ہمیں اللہ کا واسطہ نہ دیتے تو میں آگے سے کچھ نہ کہتا لیکن ہم آپ کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس ہو رہے تھے واپسی میں میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے برابر آ گئی میں اترا کہ آپ کی ران کا بوسہ لے لوں مگر آپ نے اچانک لکڑی' اٹھائی اور وہ میرے پہلو میں چبھ گئی مجھے نہیں معلوم کہ وہ جان بوجھ کر تھا یا نادانستہ ہو گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے جلال کی پناہ لیتا ہوں کیا اللہ کا رسول جان بوجھ کر تجھے مارے گا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا جاؤ فاطمہ سے وہ لکڑی لے آؤ' حضرت بلال گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر بولے' اے اللہ کے رسول کی بیٹی! آپ ﷺ کی وہ

لکڑی دے دو فاطمہ بولیں کہ اس لکڑی کی ضرورت کیا ہے نہ تو حج ہے اور نہ جہاد کا وقت؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں اب وہ قصاص دینا چاہتے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی انتقام لے گا یہ حسن حسین ہیں انہیں لے جاؤ اور اس سے کہو ان سے انتقام لے لے یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے نہیں دیں گے۔ بہر حال وہ واپس آئے اور وہ لکڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دے دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لکڑی عکاشہ کو دے دی کہ انتقام لے لو۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر نے دیکھا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ ہم تیرے سامنے ہیں ہم سے بدلہ لے لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا مرتبہ اور مقام پہچان لیا ہے تم دونوں جاؤ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور فرمایا ہم زندہ ہیں نبی کے سامنے ہیں اور میرا دل نہیں مانتا کہ تو رسول اللہ سے بدلہ لے یہ میری پیٹھ اور پیٹ حاضر ہے مجھ سے اپنے ہاتھ سے بدلہ لے لے اور سو مرتبہ مار لے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی اللہ نے تیری نیت اور تیرا مرتبہ دیکھ لیا ہے بیٹھ جاؤ پھر حضرت حسن اور حسین کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں ہم سے بدلہ لینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے برابر ہے ہم سے بدلہ لے لو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹھ جاؤ اللہ تمہارا یہ کردار نہیں بھولے گا۔ پھر فرمایا: اے عکاشہ اگر مارنا ہے تو مار لے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ جس وقت مجھے لکڑی لگی تھی میرا پیٹ کھلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیٹ کھول دیا مسلمان زور زور سے رونے لگے کہ کیا ہم عکاشہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر مارتے دیکھیں گے؟ جب عکاشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کی رنگت سفیدی دیکھ لی تو گویا وہ موقع کی تلاش میں تھے بس نہیں چلا کہ وہ چھلانگ مار کر جھپٹ لیتے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر بوسہ لیا اور کہتے جاتے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کس کی مجال ہے جو آپ سے بدلہ

لے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یا تو مار لو یا معاف کر دو انہوں نے کہا میں نے آپ ﷺ کو قیامت میں اپنی معافی کی امید پر معاف کر دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت میں میرے کو دیکھے تو وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے چنانچہ مسلمان کھڑے ہو کر عکاشہ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لینے لگے اور مبارک ہو مبارک ہو' کہتے جاتے کہ تم نے بڑا بلند درجہ پا لیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کا ساتھ پا لیا ہے۔ اسی دن نبی کریم ﷺ شدید بیمار ہو گئے اور اٹھارہ دن بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے رہے۔

نبی کریم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے' پیر کو ہی نبوت ملی اور پیر ہی کے دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی' جب ہفتہ کا دن ہوا تو آپ ﷺ کی بیماری بڑھ گئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے بعد دروازے پر آ کر بولے اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو نماز کا وقت ہو گیا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا اے بلال رسول اکرم ﷺ اپنے آپ میں مشغول ہیں۔ بلال چلے گئے جب صبح کی روشنی ہوئی تو کہنے لگے نماز کے لئے اقامت بغیر اجازت اپنے آقا کی نہیں پڑھوں گا دوبارہ آئے اور کہا۔ اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو نماز کا وقت ہو گیا: آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال آ جاؤ اللہ کا رسول اپنے آپ میں مشغول ہے ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' بلال اپنے سر پر ہاتھ رکھے باہر آئے اور کہتے جاتے اے اللہ مدد کر' میری امید ٹوٹ گئی میری کمر ٹوٹ گئی میری کمر ٹوٹ گئی کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا کاش میں آج آپ ﷺ سے نہ ملا ہوتا۔

پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کو رسول اکرم ﷺ کا حکم سنایا کہ آپ نماز پڑھائیں حضرت ابوبکر آگے بڑھے رقیق القلب انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی جگہ خالی دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مسلمان چیخ کر رونے لگے آپ ﷺ نے یہ آوازیں سنیں تو پوچھوایا کہ یہ شور کیسا ہے؟ جواب ملا یہ آپ کی جدائی پر لوگوں کے رونے کی آوازیں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو مختصر سی دو رکعتیں پڑھائیں پھر اپنا چہرہ ان

کی طرف کر کے ارشاد فرمایا کہ

مسلمانو! میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں تم اللہ تعالیٰ کی امید اور اس کی امان میں ہو اور اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور میرے بعد اس کی فرمانبرداری کرنا میں اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوں میرا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہو گا۔ چنانچہ پیر کے دن مرض شدت اختیار کر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا اچھی صورت اور اچھے حلیہ میں جا کر میرے حبیب اور دوست محمد ﷺ کی روح قبض کر لو۔ ملک الموت آئے اور ایک اعرابی کے روپ میں بیت نبوت کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آواز دی السلام علیکم اے اھل بیت نبوت' بیت رسالت اور فرشتوں کی آماجگاہ۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اسے جواب دو انہوں نے اسے کہا کہ اے آنے والے آپ کے آنے پر اللہ جزائے خیر دے۔ اللہ کے رسول اپنے آپ میں مشغول ہیں اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ آواز دی اور یہی جواب اسے ملا تیسری مرتبہ اس نے اس طرح اجازت مانگی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جسم میں سنسناھٹ دوڑ گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا معلوم ہے یہ کون ہے؟ یہ لذات کو گرا دینے والا' جماعتوں کو جدا کر دینے والا' بیویوں کو بیوہ کرنے والا' اولاد کو یتیم کرنے والا' گھروں کو تباہ اور قبروں کی تعمیر کرانے والا ملک الموت ہے۔

اے ملک الموت اللہ تجھ پر رحم کرے اندر آ جا ملک الموت اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا ملنے آئے ہو یا روح قبض کرنے اس نے کہا کہ میں ملنے اور روح قبض کرنے آیا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کی اجازت سے گھر میں داخل ہوں اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو ٹھیک ورنہ میں رب تعالیٰ کے پاس واپس چلا جاؤں۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے ملک الموت میرے دوست جبریل کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ آسمان دنیا پر ہیں اور فرشتے آپ کے بارے میں ان سے تعزیت کر رہے ہیں۔ اتنے میں فوراً ہی جبریل آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل یہ دنیا سے رخصتی کا وقت ہے بتاؤ میرے لئے اللہ کے ہاں کیا ہے؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے

حبیب آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے فرشتے احترام اور خوشبو کے ساتھ صفیں بنائے کھڑے ہیں اور جنت کی حور آپ کے استقبال کے لئے زینت کیئے ہوئے ہے آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب کے ہی واسطے ساری حمد ہے۔ جبریل مجھے بشارت دو انہوں نے کہا کہ آپ پہلے شفاعت کنندہ ہیں اور پہلے وہ جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب کے واسطے ہی ساری حمد ہے جبریل مجھے بشارت دو۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا میرے حبیب آپ کس بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اپنی فکر اور پریشانی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ میرے بعد قرآن کون پڑھے گا؟ اور میرے بعد رمضان کے روزوں کا والی کون ہوگا؟ بیت اللہ کے حاجیوں کی دیکھ بھال کرنے والا کون ہوگا؟ اس منتخب شدہ امت کا رہبر ونگہبان کون ہوگا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہو اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور ان کی امت پر جنت کو آپ اور آپ کی امت کے دخول سے پہلے حرام کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب میرا دل مطمئن ہے اے ملک الموت آؤ اور دیئے گئے حکم کو پورا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کی وفات کے بعد آپ کو غسل کون دے اور کون جنازہ پڑھائے؟ اور کون قبر میں اتارے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! تم اور ابن عباس مجھے غسل دینا جبریل جنت سے حنوط لائیں گے اور جب چار پائی پر مجھے لٹا دو تو مسجد میں رکھ کر باہر چلے جانا سب سے پہلے مجھ پر رب تعالیٰ اپنے عرش سے جنازہ پڑھے گا اور پھر جبریل پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر دوسرے ملائکہ جماعتوں کی شکل میں پڑھیں اور پھر تم لوگ آ کر صفیں بنا کر پڑھنا لیکن کوئی آگے نہ ہو۔ اتنے میں حضرت فاطمہ نے عرض کیا۔ آج تو جدائی ہے پھر میں آپ سے کب ملوں گی؟ فرمایا کہ حوض کوثر میں آنے والوں کو پانی پلا رہا ہوں گا وہاں ملنا پوچھا وہاں نہ ملیں تو؟ فرمایا میزان عدل کے پاس ملنا میں وہاں امت کی شفاعت کر رہا ہوں گا۔ پوچھا کہ اگر وہاں نہ ملیں تو؟ فرمایا مجھے پل صراط پر ملنا میں وہاں رب کو پکار رہا ہوں گا کہ اے رب! میری امت کو آگ سے بچا۔

پھر ملک الموت قریب ہوا اور اس نے روح نکالنا شروع کی جب گھٹنے تک پہنچی تو آپ ﷺ کے منہ سے اوہ نکلا اور جب روح ناف تک پہنچی تو آپ نے واکرباہ ہائے تکلیف فرمایا تو فاطمہ کہنے لگیں آج میری تکلیف آپ کی تکلیف ہے پھر جب روح حلق تک پہنچی تو آپ ﷺ نے جبریل سے فرمایا جبریل موت کی کڑواھٹ بڑی سخت ہے جبریل نے اپنا منہ دوسری طرف کرلیا آپ ﷺ نے پوچھا جبریل میری طرف دیکھنے کو ناپسند کر رکھے ہو؟ جبریل نے کہا! اے اللہ کے رسول آج کس میں طاقت ہے کہ وہ آپ کی جانب دیکھ سکے اور آپ سکرات الموت میں مبتلا ہیں۔ اتنے میں روح پرواز کر گئی حضرت علی نے غسل دیا ابن عباس پانی ڈال رہے تھے اور جبریل ان دونوں کے ہمراہ تھے پھر جنازے کی چارپائی مسجد میں رکھ دی گئی اور پھر سب سے پہلے رب تعالیٰ نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی پھر جبریل پھر میکائیل پھر اسرافیل اور پھر ملائکہ کی مختلف جماعتوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کی آوازں کی بھنبھناھٹ تو سنی مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ پھر ایک ندائے غیبی سنی کوئی کہہ رہا تھا۔ اے لوگو اللہ تم پر رحم کرے مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اپنے نبی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق ہم نے صفیں بنائیں اور جبریل علیہ السلام کی تکبیر پر نماز جنازہ پڑھی ہم میں سے کوئی آگے نہیں ہوا تھا پھر قبر میں حضرت علی حضرت ابوبکر ابن عباس اترے یوں آپ ﷺ کی تدفین کردی گئی۔

تدفین کے بعد حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا کہ کیا تم نے رسول اکرم ﷺ کو دفن کردیا انہوں نے کہا ہاں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آج تمہارے دلوں نے رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کرلیا یہ کہہ کر وہ رونے لگیں اور کہتی جاتیں۔ اے ابا جان! آج جبریل کا رابطہ ہم سے ٹوٹ گیا جبریل آپ کے پاس آسمان سے وحی لے کر آتے تھے۔[1]

---

[1]......۸۱) اتحاف سادۃ المتقین ۲۹۴_اتنزیہ الشریعۃ لا بن عراق (۳۲۷_۲)

یہ طویل روایت ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر رقم (۲۶۷۶) وابن جوزی فی الموضوعات (۱/۲۹۵۔ ۳۰۱) مجمع الزوائد جلد ۸ص ۵۹۸۔ ہیثمی کہتے ہیں ۔اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں عبدالمنعم بن ادریس راوی کذاب اور وضاع ہے۔

دیکھیں میزان الاعتدال (۴/۴۱۹) المغنی(۲/۴۰۹) الجرح والتعدیل (۶/۶۷) الضعفاء والمتروکین (۲/۱۵۴)

بلال رضی اللہ عنہ نے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی چھڑکا

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر (پانی کا) چھڑکاؤ کیا گیا۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے مشکیزے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پانی کا چھڑکاؤ کیا' سر کی جانب سے آغاز کیا اور پاؤں کی جانب تک چھڑکاؤ کیا (بیھقی دلائل النبوۃ)

اسنادہ ضعیف: اخرجه البیھقی فی الکبریٰ (۳/۴۱۱) وفی دلائل النبوۃ (۷/۲۶۴) وذکرہ الحافظ فی التلخیص الکبیر (۲/۱۳۳) اس کی سند میں واقدی راوی متروک اور غایت درجہ ضعیف ہے۔ مشکاۃ (۱۷۱۰)

اے علی تو دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے اے اللہ کے نبی آپ نے صحابہ کرام کے درمیان مواخات قائم کی اور مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تو دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے۔

نوٹ: یہ بھائی چارہ اور رشتہ اخوت مہاجرین وانصار کے درمیان قائم ہوا تھا ایک

انصاری کو دوسرے مہاجر کا بھائی بنایا گیا تھا مگر سیدنا علی اور نبی ﷺ دونوں مہاجرین میں سے تھے تو مہاجر کا مہاجر سے بھائی چارہ کیسے قائم ہوسکتا تھا۔

اسنادہ ضعیف۔ رواہ الترمذی حدیث (۳۷۲۰) کتاب المناقب، باب (۲۱) مناقب علی۔ المشکاۃ حدیث نمبر (۶۰۹۳) شیخ البانی ودیگر اہل علم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں جمیع بن عمیر راوی ضعیف ہے۔ واخرجه ابن عدی فی الکامل (۵۸۸/۲) ضمن ترجمعه جمیع بن عمیر۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة (۳۵۱)

بنی اسرائیل میں پہلا عیب بسلسلہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بنی اسرائیل جب نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا وہ باز نہ آئے تو علماء ان کی مجلسوں میں شریک ہوئے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بدعمل لوگوں کے دلوں کی سیاہی دوسرے کے دلوں پر ڈال دی اور ان کو داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر ملعون قرار دے دیا یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کر گئے تھے۔'' راوی نے بیان کیا (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے جبکہ آپ ﷺ (اس سے پہلے) ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا، تم (عذاب سے نجات) نہیں پاؤ گے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم انہیں برائیوں سے روکو (ترمذی، ابوداؤد) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! نیکی کی تلقین کرتے رہنا اور برائی سے روکے رکھنا اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑنا اور اسے حق کی طرف موڑنا اور اسے حق پر جمائے رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ لوگوں کے دلوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ خلط ملط کر دے گا پھر وہ تمہیں بھی ملعون قرار دے گا جیسا کہ اس

نے ان کو (یعنی یہود کو) ملعون قرار دیا۔

المشکاۃ۔ (٥١٤٨) ابو دائود (٤٣٣٧) ترمذی (٣٠٤٧) ابن ماجه (٤٠٠٦) اسنادہ ضعیف۔ اس میں انقطاع ہے۔ ابوعبیدہ کا اپنے والد عبداللہ بن مسعود سے سماع ثابت نہیں۔

صحابی نے حضور کا ناپسندیدہ مکان زمین بوس کر دیا

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (باہر) نکلے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونچی بلند و بالا عمارت دیکھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انکار کے انداز میں) استفسار کیا کہ یہ کیسی بلند و بالا عمارت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ یہ بلند و بالا عمارت فلاں انصاری انسان کی ہے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے (البتہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے اس) فعل کو اپنے دل میں رکھا اور جب بلند و بالا عمارت کا مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو اس نے لوگوں (کی موجودگی) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی خدمت میں) سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روگردانی فرمائی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار اس کا اعادہ کیا یہاں تک کہ اس شخص نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہیں اسی لیے روگردانی فرما رہے ہیں چنانچہ اس شخص نے اپنے رفقاء سے اس بات کا شکوہ کیا اور ذکر کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کو غیر متوقع سمجھتا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (باہر) تشریف لے گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری بلند و بالا عمارت دیکھی تھی (وہ شخص ناراضگی کے سبب سے آگاہ ہو گیا) چنانچہ وہ فوراً اپنی بلند و بالا عمارت کی جانب گیا (اور) اسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا (اس کے بعد) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند و بالا عمارت کو نہ دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' بلند و بالا عمارت کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا' بلند و بالا عمارت کے مالک نے ہمارے پاس شکوہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) روگردانی کی ہے ہم نے اسے آگاہ کیا تو اس نے بلند و بالا عمارت کو گرا دیا (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خبردار! ہر وہ مکان جو بلا

ضرورت تعمیر کیا جائے وہ اس کے مالک کے لئے وبال کا باعث ہوگا البتہ ضرورت کے مطابق درست ہے (ابوداؤد)

اسناده ضعیف۔ ابو داؤد حدیث (٥٢٣٨) والطحاوی فی مشکل الآثار (٤١٦/١) ضعیف الجامع الصغیر (١٢٣٠) سلسلة الاحادیث الضعیفة (١٧٦) مشکاة المصابیح (٥١٨٤) شیخ البانی نے طلحہ اسدی کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

یا اللہ میری دعا ہے کہ میں ایک دن کھانا کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں

ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میرے پروردگار نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو وہ میرے لئے مکہ کی سنگریزہ وادی کو سونا بنادے۔ میں نے عرض کیا' اے میرے پروردگار! میں پسند نہیں کرتا البتہ (مجھے پسند ہے کہ) میں ایک دن سیر ہو جاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں' جب بھوکا رہوں تو تیری جانب رجوع کروں اور تیرا ذکر کروں اور جب میں سیر ہو جاؤں تو تیری حمد وثناء بیان کروں اور تیرا شکریہ ادا کروں۔ (احمد' ترمذی)

اسناده ضعیف: ترمذی حدیث (٢٣٤٧) مشکاة (٥١٩٠) احمد فی المسند (٢٥٢/٥) والبغوی فی شرح السنة (٢٤٦/١٤) والطبرانی فی الکبیر (٧٨٢٩/٨) والحاکم (١٢٣/٤) وفیه علل۔

بعض کہتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔ اس میں عبداللہ بن زحر علی بن یزید اور قاسم بن عبدالرحمٰن تینوں ضعیف راوی ہیں۔ اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

اگر مجھ سے محبت ہے تو فقر و فاقہ غربت و تنگ دستی کے لئے تیار ہو جاؤ

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اس نے عرض کیا' مجھے آپ ﷺ کے ساتھ محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' خیال کرتو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے تین بار عرض کیا' اللہ کی قسم! مجھے آپ ﷺ کے ساتھ محبت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' اگر تو محبت میں سچا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے ڈھال تیار کر' بلاشبہ فقر و فاقہ مجھ سے محبت کرنے والے شخص کی جانب سیلابی پانی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ آتا ہے (ترمذی) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

سنن ترمذی حدیث نمبر (۲۳۵۰) اس کی سند ضعیف اور متن میں نکارت ہے۔

سلسلة الاحاديث الضعيفة (١٦٨١) ضعيف الجامع الصغير (١٢٩٧) المشكاة المصابيح حديث رقم (٥٢٥٢)

آقا ہم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے حضور نے دو پتھر باندھ رکھے تھے

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھوک کی شکایت کی ہم نے اپنے پیٹوں سے (کپڑا) اٹھایا تو ایک ایک پتھر تھا اور رسول اللہ ﷺ نے کپڑا اٹھایا تو آپ ﷺ کے پیٹ پر دو پتھر (بندھے ہوئے) تھے (ترمذی) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

اسناده ضعيف۔ ترمذی حديث (٢٣٧١) مشكاة (٥٢٥٤) واخرجه الترمذی فی الشمائل (١٣٤)

تم میرے نام پر قرضہ اٹھا لو میرے پاس مال آئے گا تو میں ادا کر دوں گا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آدمی حضور کے پاس آیا۔ اور درخواست کی کہ آپ ﷺ اسے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اس

وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ جو کچھ لینا چاہتے ہو میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس کوئی چیز آ جائے گا تو میں ادائیگی کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو پاس ہی بیٹھے تھے' نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ جس چیز پر قدرت نہیں رکھتے یا جو چیز آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے' اللہ نے جب اس کا آپ ﷺ کو مکلف نہیں کیا تو آپ ﷺ خواہ مخواہ کیوں تکلف فرماتے ہیں؟ حضور نے حضرت عمر کی اس بات یا مشورے کو پسند نہ فرمایا۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ کی اس ناگواری کو دیکھا تو عرض کیا: یا رسول اللہ آپ ﷺ بے دھڑک خرچ کرتے رہیے اور عرش والے مالک سے کسی قسم کی کمی کا خوف نہ کیجئے۔ انصاری کی یہ بات چونکہ آپ ﷺ کے دل کی آواز تھی اس لیے سن کر تبسم فرمایا اور خوشی سے چہرہ کھل اٹھا پھر فرمایا ہاں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے

اسنادہ ضعیف۔ شیخ البانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ شمائل ترمذی (٣٥٦) اس میں موسیٰ بن ابی علقمہ راوی مجہول ہے۔ مجمع الزوائد جلد (١٠) ص (٤٢١) رقم (١٧٧٧٩) ہیثمی کہتے ہیں اس کو بزار نے روایت کیا ہے' اس میں اسحاق بن ابراہیم الحنینی کو جمہور نے ضعیف کہا ہے' صرف ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور کہا ہے یہ کبھی کبھار غلطی بھی کرتا ہے۔ رواہ البزار رقم (٣٦٦٢)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے ایک حدیث بیان فرمائی میں نے ایک دو مرتبہ نہیں سات مرتبہ نہیں بلکہ بارہا سنا آپ نے فرمایا بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص کسی گناہ کے ارتکاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ ایک دن ایک عورت اس کے پاس آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تاکہ اس سے ہمبستر ہو جب وہ اس سے جماع کرنے کے لئے وہاں بیٹھا جہاں ایک مرد اپنی بیوی سے جماع کے لئے بیٹھتا ہے تو وہ عورت کانپنے لگی اور رو پڑی کفل نے پوچھا تو کیوں روتی ہے کیا میں تجھ سے زبردستی کر رہا ہوں اس نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن

ضرورت نے مجھے مجبور کیا کفل نے کہا تو ضرورت کے تحت ایسا کرتی ہے حالانکہ تو نے یہ کام نہیں کیا جا یہ اشرفیاں لے جا میں نے تجھے دے دیں اور پھر کفل نے کہا اللہ کی قسم میں اس کے بعد کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا اسی رات اس کا انتقال ہوگیا صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا ان اللہ قد غفر الکفل اللہ تعالیٰ نے کفل کو بخش دیا ہے۔

اسناده ضعيف۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (٢٤٩٦) كتاب صفة القيامة۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة (٤٠٨٣) مسند احمد ٢/٢٣) واخرجه الحاكم في المستدرك (٤/٢٥٤) رقم (٧٦٥١) الترغيب (٣/١٩٦) (٤/٧٧'١٣٧) الاحسان (٢/١١٢)

انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار اور رسول تین سو پندرہ

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آدم علیہ السلام تھے۔ میں نے دریافت کیا' اے اللہ کے رسول! کیا وہ نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ نبی تھے بلکہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے۔ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! (انبیاء میں سے) رسول کتنے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بہت زیادہ تین سو تیرہ سے کچھ زیادہ ہی ہوں گے۔

اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے' ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! انبیاء علیہم السلام کی کل تعداد کتنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہوئے جو بہت بڑی تعداد ہے (احمد)

اسناه ضعيف جدًا۔ مسند احمد (٥/٢٦٦) رقم الحديث (٢٢٦٤٤) وصححه ابن حبان (٦١٩٠) والحاكم فی المستدرك (٢/٢٦٢)

اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ معان بن رفاعہ کمزور راوی ہے۔ اور اکثر مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ تقریب میں ہے۔ ایک اور راوی علی بن زید المعانی ضعیف ہے۔ اور قاسم بن عبدالرحمٰن صدوق ہے مگر اکثر غریب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ الدر المنثور

(١/١٥) زاد المعاد (١/٤٤) الاحسان (١٤/٦٩) مشكاة (٥٧٣٧)

اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا فرمائیں جن میں چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی پر ہیں

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جس سال وفات پائی اس سال کا ذکر ہے کہ اس میں مکڑی دیکھنے میں نہ آئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر شدید غم کا اظہار کیا۔ چنانچہ (ایک) گھوڑ سوار یمن کی جانب (دوسرا) عراق کی جانب (تیسرا) شام کی جانب بھیجا۔ وہ مکڑی کے بارہ میں دریافت کر رہا تھا کہ کیا کسی شخص نے کچھ مکڑیاں دیکھی ہیں؟ چنانچہ یمن کی جانب جانے والا گھوڑ سوار آیا اور ایک مٹھی مکڑیوں سے بھری ہوئی عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بکھیر دی۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے مکڑی کا مشاہدہ کیا تو ''اللہ اکبر'' کے کلمات کہے اور بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ عزوجل نے ہزار قسم کی مخلوق کو پیدا کیا ہے ان میں سے چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں ہیں اور اس مخلوق میں سے سب سے پہلے مکڑی فنا ہوگی اور جب مکڑی ختم ہو جائے گی تو دوسری مخلوق اس کے پیچھے دھاگے کے موتیوں کی طرح ختم ہوتی چلی جائے گی (بیهقی شُعَبِ الْاِیْمَان)

اسناده موضوع۔ المشكاة (٥٤٦٣) واخرجه ابو الشيخ فی العظمة (ص ٣١٩) اس میں عبید بن واقد ضعیف الحدیث ہے التقریب (١/٥٤٦) اور محمد بن عیسیٰ بن کیسان کے بارے ابن حبان کہتے ہیں یہ عجیب وغریب روایات بیان کرتا ہے۔ دیکھیں الجروحین (٢٥٦٢) پھر ابن حبان نے اس کی یہ روایت نقل کی اور کہا کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ من گھڑت ہے اور ہرگز یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔ المجروحین (٢/٢٥٧)

عیسیٰ آسمان سے اتریں گے' نکاح کریں گے اولاد ہوگی پنتالیس سال بعد فوت ہوں گے میرے ساتھ دفن ہوں گے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عیسیٰ بن مریم آسمان سے زمین پر اتریں گے' نکاح کریں گے' ان کی اولاد ہوگی اور پنتالیس (۴۵) برس تک (زندہ) رہیں گے پھر فوت ہو جائیں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم' ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں ایک قبر سے اٹھیں گے اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں بیان کیا

اور دہ اللذهبی فی میزان الاعتدال (۳۸۱/٤) وابن جوزی فی العلل المتناهية (۱۵۲۹) ومشكاة المصابيح (۵۵۰۸) ابن جوزی کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔

اس میں عبدالرحمٰن بن زیادہ بن انعم الافریقی راوی ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ احمد کہتے ہیں ہم اس سے کوئی چیز روایت نہیں کرتے۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی بیان کردہ روایات کی متابعت کوئی نہیں کرتا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' محمد اور امت محمد کی فضیلت

انس بن مالک سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن موسیٰ بن عمران علیہ السلام راستے میں جا رہے تھے تو جبار جل جلالہ نے پکارا یا موسیٰ' وہ دائیں بائیں متوجہ ہوئے کسی کو نہ پایا پھر دوبارہ پکارا یا موسیٰ بن عمران پھر دائیں بائیں متوجہ ہوئے پھر کسی کو نہ پایا پھر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر تیسری بار پکارا گیا یا موسیٰ بن عمران میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں انہوں نے عرض کیا: لبیک لبیک" پھر سجدہ کے لئے گر پڑے تو اللہ تعالیٰ

نے فرمایا: اے موسیٰ بن عمران اپنا سر اٹھایئے انہوں نے اپنا سر اٹھایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے عرش کے سایہ کے نیچے رہو جس دن کہ کوئی سایہ نہ ہو گا میرے سائے کے سوا اے موسیٰ یتیم کے لئے رحیم باپ بن جایئے اور بیوہ کے لئے شوہر کی طرح بن جایئے اے موسیٰ بن عمران رحم کریں آپ پر رحم کیا جائے گا اے موسیٰ! جیسا برتاؤ کرو گے ویسا بدلہ مل جائے گا' اے موسیٰ بن عمران بنی اسرائیل کو خبر دیدیں کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ محمد کا انکار کرتا ہے تو میں اسے جہنم میں داخل کر دوں گا چاہے وہ ابراہیم خلیل ہو یا موسیٰ کلیم ہو انہوں نے پوچھا: محمد کون ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ میری عزت وجلال کی قسم میں نے ان سے زیادہ مکرم ہستی پیدا نہیں کی میں نے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش میں لکھ دیا تھا آسمانوں' زمین' سورج' چاند کو تخلیق کرنے سے دو ہزار سال پہلے اور میری عزت وجلال کی قسم بلاشبہ جنت حرام ہو گی میری تمام مخلوق پر جب تک کہ محمد اور اس کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے حضرت موسیٰ نے عرض کیا' محمد کی امت کون ہے؟ فرمایا ان کی امت حمد کرنے والی ہے وہ اللہ کی حمد کریں گے چڑھتے وقت بھی اترتے وقت بھی اور ہر حال میں وہ اپنی کمروں کو باندھتے ہوں گے اور اپنے اطراف کو پاک رکھتے ہوں گے دن کو روزہ رکھتے ہوں گے اور رات کے راہب ہوں گے میں ان سے تھوڑا سا بھی قبول کر لوں گا اور ان کو "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دینے پر جنت میں داخل کروں گا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا مجھے اس امت کا نبی بنا دیجئے فرمایا ان کا نبی انہیں میں سے ہو گا پھر عرض کیا تو مجھے اس نبی کا امتی بنا دیجئے فرمایا تم مقدم ہوئے اور پیچھے آئیں گے اے موسیٰ! لیکن میں عنقریب تم کو اور اس کو دار جلال میں جمع کروں گا۔

اسناده موضوع۔ من گھڑت ہے۔ اخرجه ابن عاصم فی کتاب السنة مع تخریج ظلال الجنة ص ٣٠٥ رقم الحديث (٦٩٦) شیخ البانی کہتے ہیں سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ اور اس کی وجہ ابو ایوب الجنائری ہے اس کا نام سلیمان بن مسلمہ الحمصی ہے ابو حاتم کہتے ہیں متروک ہے' بعض کہتے ہیں جھوٹا ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ اس میں سعید بن موسیٰ مجہول ہے' ابن حبان کہتے ہیں متہم بالوضع ہے۔ المغنی (١/٢٦٦)

الضعفاء والمتروكين (١/٣٢٦) المجروحين لا بن حبان (١/٣٢٢) ميزان الاعتدال (٣/٢٣٢) تنزيه الشريعة (١/٢٤٤)

اے عائشہ قیامت کے دن تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (ایک روز) وہ دوزخ کا خیال کرکے رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے دوزخ کا خیال کیا تو مجھے (اس کے خوف سے) رونا آ گیا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تین مقامات میں تو کوئی شخص کسی شخص کو یاد نہیں کرے گا۔ (پہلا مقام) ترازو کے پاس ہوگا جب تک کہ کسی کو علم نہ ہو جائے گا کہ اس کا ترازو ہلکا رہا یا بھاری رہا (دوسرا مقام) جب اعمال نامے دیئے جائیں گے جب تک یہ نہ کہا جائے گا کہ آؤ! میرا اعمال نامہ پڑھو جب تک کہ یہ علم نہ ہو جائے گا کہ اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے یا بائیں ہاتھ میں اس کی کمر کے پیچھے سے دیا گیا ہے اور (تیسرا مقام) پل صراط کے پاس ہوگا جب اسے جہنم کے اوپر رکھا جائے گا (ابو داؤد)

اسنادہ ضعیف۔ شیخ البانی ودیگر محققین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

المشكاة (٥٥٦٠) التعليق الرغيب (٤/٢١٠'٢١١) اس میں حسن بصری مدلس ہے اور اس کا سیدہ عائشہ سمیت کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں۔ هداية الرواة (٥٤١٦) واخرجه احمد فى المسند (٦/١١٠) وابو دائود (٤٧٥٥) والحاكم فى المستدرك (٤/٥٧٨)

قیامت کے دن تمام لوگ ننگے بدن بے ختنہ آئیں گے سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہ ایسا دن ہے

جس دن اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائیں گے تو کرسی چرچرائے گی جیسا کہ نئی تنگ پالان (چمڑے کی زین) کی آواز کرتی ہے حالانکہ اس کرسی کی کشادگی آسمان اور زمین کے درمیان فاصلے کے برابر ہوگی اور تمہیں ننگے پاؤں' ننگے بدن بغیر ختنے کے لایا جائے گا۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' میرے خلیل کو لباس پہناؤ چنانچہ جنت سے دو باریک (ملائم) سفید چادریں انہیں دی جائیں گی۔ ان کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا پھر میں اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا میرے اس مرتبے پر پہلے اور پچھلے سبھی لوگ رشک کریں گے (دارمی)

اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ الدارمی کتاب الرقاق: باب ۸۰ حدیث ۲۸۰۰ واحمد فی المسند (۱/۳۹۸'۳۹۹) رقم (۳۷۸٦) المشکاۃ (۵۵۹٦)

اس میں عثمان بن عمیر راوی ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

یہ غالی شیعہ تھا اور عقیدہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

دیکھیں میزان الاعتدال جلد ۵ ص ٦٤ تہذیب الکمال (۲/۹۱۸) تقریب التہذیب (۲/۱۳) تاریخ البخاری الصغیر (۲/۱۳'۱٤'۲۱۱) الجرح و التعدیل (٦/۸۸٤) ابو زرعہ الرازی (٤۳۰) وغیرہ۔

نوٹ: اس سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے وہ صحیح ہے۔

جنت میں جمعہ بازار

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک دن بازار میں) ملے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں بھی (اسی طرح) اکٹھا کرے۔ سعید نے دریافت کیا' کیا جنت کے بازار ہوں گے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا' جی ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ جب جنتی لوگ جنت میں

داخل ہو جائیں گے تو جنت میں اپنے اپنے اعمال کی فضیلت کے لحاظ سے فروکش ہوں گے پھر انہیں دنیا کے دنوں کے اعتبار سے جمعہ کے روز کے برابر اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں اور اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر کریں گے اور جنتیوں کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں جلوہ افروز ہوں گے۔ جنتیوں کیلئے (اس باغ میں مختلف قسم کے منبر یعنی) نور کے منبر' موتیوں کے منبر' زبرجد کے منبر' سونے اور چاندی کے منبر رکھ دیئے جائیں گے (جن پر جنتی لوگ حسب مراتب بیٹھیں گے) اور جنتیوں میں سے سب سے کم درجے والا جنتی کستوری اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھا ہوگا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی کم درجہ والا نہ ہوگا یعنی کسی کو بھی کم درجے کا احساس نہ ہوگا' وہ یہ خیال نہیں کریں گے کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے (مجلس) کی نشست کے اعتبار سے ہم سے زیادہ افضل ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جی ہاں! کیا تم سورج کو اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی شک وشبہ رکھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا' نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اسی طرح تم اپنے پروردگار کے دیدار میں کسی شک وشبہ کا اظہار نہیں کرو گے اور اس مجلس میں ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے گا کہ جس سے اللہ تعالیٰ بغیر پردے کے آمنے سامنے ہم کلام نہیں ہوگا حتی کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک شخص سے دریافت کرے گا کہ اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد ہے کہ جب تو نے فلاں فلاں باتیں کہی تھی؟ چنانچہ اللہ رب العزت اس کی بعض عہد شکنیاں یاد دلائے گا جو اس نے اس دنیا میں کی تھیں۔ وہ شخص عرض کرے گا' اے میرے پرودگار! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا۔ اللہ رب العزت فرمائے گا' کیوں نہیں! تو میری اس وسعت مغفرت کے سبب ہی اپنے اس مقام تک پہنچا۔ چنانچہ وہ لوگ ابھی اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے اوپر ایک بادل چھا جائے گا وہ ان پر خوشبو کی بارش برسائے گا' اس جیسی خوشبو کو انہوں نے پہلے کبھی محسوس نہ کیا ہوگا اور ہمارا پروردگار ان سے کہے گا کہ تم ان چیزوں کی طرف چلو جن کو ہم نے ازراہ کرامت (وعظمت) تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے اور تم اپنی چاہت کے مطابق (ان سے) لے لو۔ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) چنانچہ ہم لوگ

اس بازار میں پہنچیں گے جس کو فرشتوں نے گھیرے میں لے رکھا ہوگا (اس بازار میں موجود اشیاء کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا پھر جن چیزوں کو ہم پسند کریں گے وہ اٹھا اٹھا کر ہمیں دی جائیں گی بازار میں خرید وفروخت نہیں ہوگی البتہ بازار میں جنتی لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا' ایک بلند مرتبہ شخص آئے گا وہ اپنے سے کم مرتبہ شخص سے ملے گا جبکہ ان میں سے کسی کا درجہ کم تر نہیں ہوگا۔ اس بلند مرتبہ شخص کو وہ لباس پسند نہیں آئے گا جو وہ کم تر درجہ کے اس شخص کو پہنے ہوئے دیکھے گا۔ اس کی آخری بات ابھی ختم نہ ہوگی کہ بلند مرتبہ شخص کیلئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ غمگین رہے (آپ ﷺ نے فرمایا) پھر ہم اپنے گھروں میں چلے جائیں گے' ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی اور کہیں گی' مرحبا اور خوش آمدید کہ تو واپس آیا ہے اور تیرا حسن و جمال اس حسن و جمال سے کہیں زیادہ ہے کہ جب تو ہم سے جدا ہوا تھا۔ پس ہم بتائیں گے کہ آج کے دن ہم اپنے پروردگار جبار کے ساتھ ہم نشین ہوئے ہیں۔ ہم اسی طرح واپس آنے کے لائق ہیں جس طرح ہم واپس آئے ہیں۔

(ترمذی' ابن ماجہ) امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

اسناده ضعیف۔ سنن ترمذی (٢٥٤٩) وابن ماجه (٤٣٣٦) المشكاة (٥٦٤٧) سلسلة الاحاديث الضعيفة (١٧٢٢) البانی سمیت دوسرے محققین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اس میں ہشام بن عمارہ مختلط راوی ہے۔

ابوبکر صدیق کی ایک رات کی نیکیاں اور عمر رضی اللہ عنہ کی عمر بھر کی نیکیاں برابر؟

عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ روئے اور بیان کیا کہ میں محبوب جانتا ہوں کہ میری زندگی کے تمام اعمال ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ایک دن اور ایک رات کے برابر ہو جائیں۔ ان کی رات سے مقصود وہ رات ہے' جس رات ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار (ثور) کی جانب روانہ ہوئے' وہ دونوں (جب) وہاں پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ غار میں اس وقت تک داخل نہ

ہوں جب تک کہ آپ ﷺ سے پہلے میں داخل نہ ہو جاؤں (بالفرض) اگر غار میں کوئی (ایذا پہنچانے والی) چیز ہو گی تو مجھے ایذا پہنچے گی' آپ ﷺ تو محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ (غار میں) داخل ہوئے' اسے صاف کیا اور اس کی ایک جانب کئی سوراخ تھے' چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہہ بند کو پھاڑا اور اس (کے ٹکڑوں) سے سوراخوں کو بند کر دیا البتہ دو سوراخ باقی رہ گئے' انہوں نے ان میں اپنے دونوں پاؤں داخل کر دیئے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اب آپ ﷺ تشریف لائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ (غار میں) داخل ہوئے اور اپنا سر مبارک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے (اس دوران) ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سوراخ سے ڈسا گیا لیکن وہ اس خدشہ کے پیش نظر نہ ہلے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں۔ (درد کی شدت کے باعث) جب رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو گرے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے ابوبکرؓ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں تو ڈسا گیا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے (اس جگہ) آبِ دہن ڈالا' اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا درد جاتا رہا بعد ازاں زہر کا اثر ان پر عود کر آیا............

اسنادہ ضعیف۔ اخرجہ البیھقی فی الدلائل۔ ومشکاۃ (٦٠٣٦) اس میں فرات بن سائب راوی منکر الحدیث ہے۔ ابن معین کہتے ہیں (لیس بشیء) اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ دیکھیں المغنی (٥٠٩/٢) الضعفاء والمتروکین (٣/٣) الجرح والتعدیل (٨٠/٧) میزان الاعتدال (٤١٢/٥)

عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چاندنی رات تھی' رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ اچانک میں نے سوال کیا' اے اللہ کے رسول! کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں! عمر رضی اللہ عنہ کی ہیں (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) میں نے دریافت کیا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کتنی ہیں؟ آپ ﷺ

نے فرمایا' عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں (رزین)

☆ اسنادہ موضوع۔ من گھڑت ہے۔

☆ اس کو خطیب نے تاریخ بغداد (۷/۱۳۵) میں بریہ بن محمد بن بریہ ابی القاسم البیع کے حالات میں ان کی سیدہ عائشہ سے سند کے ساتھ روایت کیا اور کہا حدیث بریہ عن اسماعیل بن محمد الصفار۔ موضوع احادیث میں سے ایک ہے۔

☆ سیوطی نے اللالی المصنوعه (۱/۳۰۴) میں خطیب سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ المشکاۃ (۶۰۶۸)

☆ اس پر امت مسلمہ' محدثین' علمائے دین' سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق سیدنا عمر سے افضل ہیں۔ مگر اس واقعہ اور سیاق کے ساتھ یہ روایت صحیح نہیں۔

آج کے بعد عثمان جو چاہے کرتا رہے اس پر کوئی گناہ نہیں

عبدالرحمٰن بن حباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لشکر (کے خرچ) کے لئے لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے کہا' اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کی راہ میں سو اونٹ جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے ہیں۔ پھر (دوبارہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لشکر کے لئے رغبت دلائی تو عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار رغبت دلائی تو عثمان رضی اللہ عنہ (تیسری بار) کھڑے ہوئے اور کہا کہ اللہ کی راہ میں تین سو اونٹ جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے ہیں (حدیث کے راوی) عبدالرحمٰن بن حباب کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس نیکی کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پر کچھ گناہ نہیں وہ جو چاہے عمل کرتا رہے' اس نیکی کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پر کچھ گناہ نہیں وہ جو چاہے عمل کرتا رہے۔ (ترمذی)

اسنادہ ضعیف۔ اس میں فرقد ابوطلحہ راوی مجہول ہے۔ اور ولید بن ہشام کو حافظ نے مستور کہا ہے۔ واخرجه ابو داؤد الطیاسی (١١٨٩) واحمد فی المسند (٤/٧٥) والترمذی (٣٧٠٠) والبغوی فی شرح السنة (٣٩٠٤) المشکاة المصابیح رقم الحدیث ٦٠٧٢

عثمان اللہ اور رسول کے کام گیا ہے' میرا ہاتھ عثمان کا ہاتھ

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو لوگوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی' اس بیعت کا پس منظر یہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی بنا کر بھیجے گئے تھے (اور کسی نے یہ افواہ اڑا دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بلاشبہ عثمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام گیا ہے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے نائب کے طور پر دوسرے ہاتھ پر مارا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہاتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تھا وہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر تھا جو انہوں نے اپنے لئے مارا تھا (ترمذی)

اسنادہ ضعیف۔ شیخ البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ الترمذی (٣٧٠٢) مشکاة (٦٠٧٤) اس میں قتادہ مدلس کا عنعنہ ہے۔ وعلة اخرى؟

اے علی رضی اللہ عنہ تیری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے' جن کے بارے لوگوں نے افراط وتفریط سے کام لیا

علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا' تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک مشابہت ہے۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کی' یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان لگایا اور عیسائیوں نے عیسیٰ سے اتنی محبت کی کہ اسے وہ مقام دے دیا جو ان کے لئے لائق نہ تھا۔ بعد ازاں علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو قسم

کے لوگ میرے سبب تباہ ہوں گے' ایک جس نے مبالغے کے ساتھ مجھ سے محبت کی اور ایسے اوصاف کے ساتھ میری تعریف کی جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا وہ دشمن جس کو میری دشمنی نے اس قدر پرانگیختہ کیا کہ اس نے مجھ پر تہمت لگائی (احمد)

اسناده ضعيف منكر۔ مسند احمد (١٦٣/٦٢۔ رقم (١٣٧٦) مشكاة (٦١٠٢) والحاكم في المستدرك (١٢١/٣) حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے' جبکہ البانی نے تعاقب کرتے ہوئے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحاديث الضعيفة (٢٣١٠) اس کی سند میں حکم بن عبدالملک راوی ضعیف ہے۔ وابن جوزی فی العلل المتناهية (٢٥٩) ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ واخرجه البزار۔ رقم(٢٥٦٦) بزار کی سند میں محمد بن کثیر القرشی الکوفی ضعیف ہے۔ وابن ابی عاصم فی السنة رقم (١٠٠٤) مجمع الزوائد (١٣٤/٩)

نبی ﷺ کو اندھیرے میں بھی روشنی کی طرح دکھائی دیتا تھا

اس کی سند یہ۔ زھیر بن عباد' حدثنا ابن المغیرة' عن ھشام عن ابیہ عن عائشة کان رسول اللہ ﷺ یری فی الظلمة کمایُری فی الضوء۔ یہ من گھڑت ہے۔ اخرجہ ابن عدی فی الکامل ضمن ترجمہ عبد اللہ بن مغیرہ۔ واخرجه الخطيب في التاريخ (٢٧٢/٤) واورده ابن الجوزى فى العلل المتناهية (١٧٤/١) (٢٦٦) ابن جوزی کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ واخرجه البيهقى فى الدلائل (٧٤/٦) وله شاهد آخر عنده وينظر فيض القدير (٢١٥/٥) سلسلة الاحاديث الضعفة (٣٤١) اس میں عبداللہ بن مغیرہ کے بارے ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن یونس کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ المغنی (٣٥٥/١) الضعفاء والمتروكين (١٤٠/٢) الجرح والتعديل (١٥٨/٥) ذہبی نے اس کی چند مرویات نقل کیں یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ اور کہا یہ سب موضوع ہیں۔ میزان الاعتدال (١٧٨/٤، ١٧٩، ١٨٠)

غار ثور میں صدیق ﷛ کو سانپ کا ڈسنا' آپ کا لعاب لگانا اور درد کا ختم ہونا

عمر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابو بکر ﷛ کا تذکرہ ہوا۔ چنانچہ عمر ﷛ روئے اور بیان کیا کہ میں محبوب جانتا ہوں کہ میری زندگی کے تمام اعمال ابو بکر ﷛ کی زندگی کے ایک دن اور ایک رات کے برابر ہو جائیں۔ ان کی رات سے مقصود وہ رات ہے جس رات ابو بکر ﷛ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار (ثور) کی جانب روانہ ہوئے' وہ دونوں (جب) وہاں پہنچے تو ابو بکر ﷛ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ غار میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک کہ آپ ﷺ سے پہلے میں داخل نہ ہو جاؤں (بالفرض) اگر غار میں کوئی (ایذا پہنچانے والی) چیز ہوگی تو مجھے ایذا پہنچے گی' آپ ﷺ تو محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ابو بکرؓ (غار میں) داخل ہوئے' اسے صاف کیا اور اس کی ایک جانب کئی سوراخ تھے' چنانچہ ابو بکر ﷛ نے اپنے تہہ بند کو پھاڑا اور اس (کے ٹکڑوں) سے سوراخوں کو بند کر دیا البتہ دو سوراخ باقی رہ گئے' انہوں نے ان میں اپنے دونوں پاؤں داخل کر دیئے۔ پھر ابو بکر ﷛ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اب آپ ﷺ تشریف لائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ (غار میں) داخل ہوئے اور اپنا سر مبارک ابو بکر ﷛ کی گود میں رکھا اور سو گئے (اس دوران) ابو بکر ﷛ کا پاؤں سوراخ سے ڈسا گیا لیکن وہ اس خدشہ کے پیش نظر نہ ہلے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں۔ (درد کی شدت کے باعث) جب رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ابو بکر ﷛ کے آنسو گرے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے ابو بکرؓ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ ابو بکر ﷛ نے کہا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں تو ڈسا گیا ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے (اس جگہ) آب دہن ڈالا' اس سے ابو بکر ﷛ کا درد جاتا رہا بعد ازاں زہر کا اثر ان پر عود کر آیا' جو ان کی موت کا سبب بنا اور ان کے دن سے مقصود وہ دن ہے جس دن رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو عرب (کے کچھ لوگ) مرتد ہو گئے اور انہوں نے اعلان

کیا ہم زکوۃ نہیں دیں گے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ اگر وہ مجھے اونٹ کے پاؤں میں باندھنے والی (چھوٹی سی) رسی بھی نہیں دیں گے تو میں اس وجہ سے ان سے جہاد کروں گا۔ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) اس پر میں نے (انہیں) مشورہ دیا کہ اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! لوگوں میں اتفاق رہنے دیں اور ان کے ساتھ نرمی کریں اس پر انہوں نے (مجھے ڈانٹ پلاتے ہوئے) کہا' تعجب ہے جاہلیت میں (اتنے) دلیر اور اسلام میں اتنے بزدل! اس میں کچھ شک نہیں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین اسلام مکمل ہو چکا ہے' دین اسلام میں نقص آ جائے اور میں زندہ رہوں؟ (رزین)

اسنادہ ضعیف۔ اس میں فرات بن السائب راوی منکر الحدیث ہے۔ کما قال البخاری۔ ابن معین کہتے ہیں کوئی چیز نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ المغنی (۵۰۹/۲) الضعفاء والمتروکین (۳/۳) الجرح والتعدیل (۸۰/۷) اخرجه البیهقی فی الدلائل ۔ ومشکاۃ المصابیح ۶۰۳۴

حضور کا فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کرنا

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کعبہ کے دونوں دروازوں کے پاٹ پکڑ کر خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی قریش ڈرے ہوئے تھے اور بے تابی سے انتظار کر رہے تھے کہ ہمارے بارے میں کیا حکم جاری کیا جاتا ہے' پھر آخر میں آپ نے فرمایا یامعشر القریش اے قریش کی جماعت تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں' انہوں نے جواب دیا ہمیں آپ سے اچھے سلوک کی امید ہے' کیونکہ آپ مہربان بھائی ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں تو آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی' **لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم** ۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ میں نے تم کو معاف کیا اور آزاد کیا۔

اس کو صفی الرحمٰن مبارک پوری نے بھی اپنی کتاب الرحیق المختوم ص ۵۵۰' ۵۵۱) پر نقل کیا ہے۔ شیخ البانی کہتے ہیں یہ روایت اگرچہ بڑی مشہور ہے مگر اس

کی کوئی سند پختہ نہیں' ابن اسحاق نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے فحدثنی بعض اھل العلم۔ مجھ سے اہل علم نے بیان کیا' یہ اہل علم کون ہیں ان کا کوئی اتہ پتہ نہیں تو اس میں مجھول راوی ہیں۔ سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف جلد نمبر (٤/ص (١٧١) اس کو ابو عبید نے الاموال (١٤٣) میں مرسل بیان کیا ہے' اور مرسل بھی ضعیف ہوتی ہے۔ غرض خطباء کے ہاں اس مشہور روایت کی کوئی پختہ سند نہیں۔ مزید دیکھیں تخریج فقہ السیرۃ للالبانی

خاتون تیرا خاوند' بھائی اور باپ شہید ہو چکے ہیں ٹھیک ہے' مگر مجھے بتاؤ اللہ کے رسول خیریت سے ہیں؟

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھ سے عبدالواحد بن ابی عون نے وہ اسماعیل بن محمد سے وہ سعد بن ابی وقاص سے' سعد کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جنگ احد کے موقعہ پر بنی دینار کی ایک خاتون کے قریب سے گزرے جس کا شوہر' بھائی اور والد اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے' اس کو ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ خاتون کہنے لگی مجھے بتاؤ رسول اللہ کیسے ہیں لوگوں نے کہا آپ خیریت سے ہیں اور جیسے تو چاہتی ہے آپ بحمد للہ بالکل ٹھیک ہیں خاتون نے کہا مجھے دکھاؤ میں خود آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں لوگوں نے اشارہ سے کہا وہ دیکھو اللہ کے رسول کھڑے ہیں اس نے دیکھا تو کہنے لگی' کل مصیبۃ بعدک جلل'' آپ اگر زندہ و سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اسنادہ ضعیف۔ سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف (٢٨٧/٣) یہ ایک ایسی سند ہے جس میں عبدالواحد بن ابی عون المدنی راوی ہے اس کے متعلق حافظ ابن حجر کہتے ہیں ''صدق یخطئ'' سچا ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ التقریب (٦٢٤/١) تھذیب التھذیب (٤٣٨/٦) یہ واقعہ سیرت کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے صفی الرحمن مبارکپوری نے بھی اس کو اپنی الرحیق المختوم ص ۳۸۴ پر نقل کیا ہے؟ خطباء حضرات کے ہاں بھی اس کی بہت زیادہ شہرت ہے' ہم یہ تو دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ من گھڑت ہے' مگر جس قدر یہ مشہور ہے

اور جس طرح اس میں رنگ امیزی کی گئی ہے' منبر محراب کی زینت ہے۔ اس قدر اس کی سند پختہ نہیں۔ واللہ اعلم

میں تمہارے سردار کی دودھ کی بہن ہوں مجھے ان کے پاس لے چلو حضور نے پہچان لیا اور چادر بچھادی یہ شیما بنت الحارث تھی

ہوازن کے دن یعنی غزوۂ حنین میں مسلمان کامیاب ہوئے۔ میدان جنگ سے جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ان میں الشیماء بھی تھی۔ اس نے مسلمان مجاہدین سے کہا۔ تم جانتے ہوں بخدا میں تمہارے سردار کی رضاعی بہن ہوں انہیں اس کی بات کا یقین نہ آیا تو اسے رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔

اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کی رضائی بہن ہوں۔

آپ نے فرمایا اس کی کوئی نشانی۔

اس نے کہا یہ دیکھئے بچپن میں آپ کو کھیلاتی تھی تو اس دوران میری کلائی پر زخم آیا تھا۔ جس کا یہ نشان ہے۔

رسول اللہ ﷺ یہ نشان دیکھ کر پہچان گئے۔ آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اس پر اسے بٹھایا' اور اس کے ساتھ بڑے اچھے انداز میں پیش آئے۔ اور یہ فرمایا: اگر آپ پسند کریں تو یہاں عزت سے رہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو اپنی قوم کی طرف واپس چلی جائیں میں آپ کو پہنچادوں گا۔

اس نے کہا میں اپنی قوم میں ہی واپس جانا چاہتی ہوں۔ پھر اس نے اسلام قبول کرلیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

رسول اللہ ﷺ نے جاتے وقت اس کو مکحول نامی غلام' ایک کنیز' بکری اور بہت سی دیگر اشیاء دے کر رخصت کیا' اور اسے اس کی قوم کی طرف لوٹادیا۔

سیرۃ ابن ھشام مع الروض الانف (٤/٢٢٧) اسنادہ ضعیف۔ اس میں

بعض بنی سعد بن بکر مجہول راوی ہے۔ بیھقی فی دلائل النبوۃ (۵٦/۳) قتادہ سے مرسل مروی ہے اور اس میں ایک کمزور راوی بھی ہے۔

یہ واقعہ خطباء وعوام الناس کے ہاں شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے' مگر یہ بھی صحیح اور مستند طریقہ سے ثابت نہیں' ہم علماء وخطباء حضرات کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتے مگر بات یہ ہے اس واقعہ کو غیر ثابت شدہ کہنا اس میں ہم متفرد نہیں نہ ہی ہماری یہ رائے کسی تعصب پر مبنی ہے' اگر آئمہ جرح وتعدیل اس واقعہ کو اور اس جیسے دیگر واقعات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کے صحیح ثابت کر دیں تو ہم اس کی صحت کو تسلیم کر لینے میں دیر نہیں کریں گے (انشاءاللہ)

حضور ﷺ کے بیٹے قاسم کی وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غم دودھ پینے کی مدت جنت میں پوری ہوگی' حضور ﷺ کی تسلی

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا جب نبی ﷺ کے بیٹے قاسم کی وفات ہوئی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری چھاتیوں میں قاسم کا دودھ بہت اتر آیا ہے کاش اللہ تعالیٰ قاسم کو اتنی زندگی دیتا کہ دودھ پلانے کی مدت پوری ہو جاتی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قاسم کی دودھ پینے کی مدت جنت میں پوری ہوگی۔ سیدہ خدیجہ نے کہا اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جائے تو اس پر میرا غم کچھ ہلکا ہو جائے گا۔ نبی ﷺ نے کہا اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تجھے اس کی آواز سنا دے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کی بات پر یقین رکھتی ہوں

اسنادہ ضعیف جدًا اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ البانی ودیگر محققین نے اس کو سخت ضعیف کہا ہے۔ بوصیری کہتے ہیں اس میں ھشام بن ولید راوی ضعیف ہے۔ حافظ تقریب میں کہتے ہیں اس کی والدہ غیر معروف ہے۔ ابن ماجہ: الجنائز 'باب ۲۷ حدیث (۱۵۱۲)

آپ کی وفات بارہ ربیع الاول کو ہوئی کیا اس پر اتفاق ہے؟

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کی طرح تاریخ وفات میں بھی کافی اختلاف ہے اگر چہ اکثر ائمہ کے نزدیک وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے لیکن نظری طور پر یوم وفات ۱۲ ربیع الاول مشکل بنتا ہے حافظ ابن حجر نے اس پر خوب بحث کی ہے جس کا خلاصہ ہم قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں فرماتے ہیں آپ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ سوموار کے دن ہوئی اس پر اجماع ہے جس میں اختلاف نہیں ہاں ابن مسعود سے مروی ہے کہ ۱۱ رمضان المبارک کو ہوئی ہے ابن اسحاق اور جمہور ائمہ کے نزدیک یوم وفات ۱۲ ربیع الاول ہے موسیٰ بن عقبہ لیث خوارزمی اور ابن الوزیر کہتے ہیں ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی آپ دنیا سے داغ مفارقت دے گئے ابومخنف اور کلبی کے نزدیک ۲ ربیع الاول کو ہوئی اور سہیلی نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے ان دونوں قولوں کے مطابق جیسا کہ قول اکیاسی (۸۱) دن کا بھی ہے روضہ کی روایت کے مطابق آپ حجۃ الوداع کے بعد نوے (۹۰) یا اکانوے (۹۱) دن زندہ رہے ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو وفات کا ہونا مشکل نظر آتا ہے اس لئے کہ تمام کا اتفاق ہے کہ ذوالحجہ کا اول دن جمعرات تھا اگر تینوں مہینے مسلسل تیس تیس دن کے یا مسلسل انتیس دن کے یا بعض تیس دن کے اور بعض انتیس دن کے تسلیم کئے جائیں تو بھی سوموار ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ درست نہیں بنتی بارزی اور ابن کثیر نے احتمال پیش کیا ہے کہ تینوں مہینے کامل یعنی تیس تیس دن کے ہو سکتے ہیں اہل مکہ اور اہل مدینہ نے رویت ہلال میں اختلاف کیا ہے اہل مکہ نے جمعرات کو اور اہل مدینہ نے جمعہ کو چاند دیکھا تھا اہل مدینہ کے حساب کے مطابق ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعہ اور آخری تاریخ کو ہفتہ تھا محرم کی پہلی تاریخ اتوار اور آخری تاریخ سوموار تھی صفر کی پہلی تاریخ منگل اور آخری تاریخ بدھ تھی ربیع الاول کی پہلی تاریخ جمعرات اور ۱۲ تاریخ سوموار بنتی ہے لیکن یہ جواب بعید ہے اس لئے کہ اس سے چار مہینوں کا کامل ہونا لازم آتا ہے سلمان تیمی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ صفر کی ۲۲ تاریخ کو بیمار ہوئے اور ۲ ربیع الاول سوموار کو فوت ہوئے تو اس اعتبار سے صفر کا مہینہ انتیس دن کا تھا اور اس سے ممکن نہیں

کہ صفر کی پہلی تاریخ ہفتہ کو ہو مگر یہ کہ ذوالحج اور محرم دونوں ناقص ہوں تو اس سے مسلسل تین ماہ کا ناقص ہونا لازم آتا ہے جس نے کہا کہ آپ یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے تھے تو پھر دو مہینے ناقص اور ایک مہینہ کامل ہوگا۔ سہیلی نے بھی اسے ترجیح دی ہے محمد بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدھ کے روز صفر کی گیارہ تاریخ کو بیمار ہوئے اور یہ قول سلمان تیمی کے قول کے موافق ہے اس لئے کہ یکم صفر ہفتے کا دن بنتا ہے۔ ابن سعد نے جو جناب علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفر کی آخری تاریخ بدھ کے روز بیمار ہوئے تیرہ دن بیمار رہ کر ۱۲ ربیع الاول سوموار کو فوت ہوئے لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ یکم صفر اتوار کو ہو تو پھر اس کی انیس تاریخ بدھ ہو۔ الغرض یکم ذوالحجہ جمعرات کو تھا اگر ذوالحجہ اور محرم دونوں کو کامل مان لیا جائے تو یکم صفر سوموار کو بنتا ہے تو اسے بدھ کے روز تک کیسے موخر کیا جا سکتا لہٰذا ابو مخنف کا قول ہے کہ غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں ربیع الاول کی ثانی (۲) تاریخ تھی جو بدل کر ثانی عشر (۱۲) بن گئی اور یہ وہم برقرار مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔ بعض حضرات نے بعض کی بلا غور و فکر پیروی کی۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری ص ۱۳۰ ج ۸)

آپ ﷺ کی وفات پیر کے دن ہوئی اور منگل کو دفن کیے گئے

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سوموار کے دن ہوئی اور منگل کے دن دفن کیے گئے۔

اسنادہ ضعیف۔ شمائل ترمذی رقم (۳۹۶) طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ (۵۸۲) مختصر الشمائل للبانی صفحہ (۱۹۸) شیخ البانی کہتے ہیں مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تورات میں لکھے نام محمد کو چومنے پر گنہگار کی بخشش اور ستر حوروں سے نکاح

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس

نے دوسو سال تک خدا کی نافرمانی کی پھر وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے کوڑے گھر (گندگی ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ جاؤ وہاں سے اٹھا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دوسو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ وحی فرمائی' سچ یہی ہے وہ ایسا ہی شخص تھا لیکن وہ جب بھی توریت کو تلاوت کیلئے کھولتا اور اس کی نظر اسم گرامی احمد مجتبیٰ (ﷺ) پر نظر پڑتی تو ''وہ اسے بوسہ دیتا اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا اور آپ ﷺ پر درود شریف بھیجتا تھا۔'' تو میں نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر حوروں سے اس مشہور نافرمان کا نکاح کر دیا۔

اسناده موضوع۔ من گھڑت ہے' اس کو سیوطی نے خصائص الکبریٰ جلد ۱ ص ۳۹۔ اور ابو نعیم اصفہانی نے حلیة الاولیاء جلد دوم ص ۳۷۵ پر نقل کیا ہے۔

اس میں عبدالمنعم بن ادریس راوی کذاب اور وضاع ہے۔

یہ راوی مشہور قصہ گو ہے۔ اس پر محدثین اعتماد نہیں کرتے۔ امام احمد نے واشگاف الفاظ میں کہا ہے یہ وھب بن منبہ پر جھوٹ بولتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں ذاھب الحدیث ہے۔ اس کے متعلق مزید دیکھیں۔ المغنی (۲/۴۰۹) الضعفاء والمتروکین (۲/۱۵۳) میزان الاعتدال للذھبی (۴/۴۱۹) اسی نے وفات النبی کے متعلق ایک طویل واقعہ بیان کیا ہے۔ جو پیچھے گزر چکا ہے۔ مزید دیکھیں۔ لسان المیزان۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ اپنے باپ اور دوسروں کا نام لے کر من گھڑت روایات کرتا ہے۔

کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ میں تیرا باپ بن جاؤں اور عائشہ تیری ماں

بشیر بن عقربہ الجھنی کہتے ہیں میں غزوہ احد کے دن نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا مجھے میرے باپ کے متعلق خبر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ تو شہید ہو

چکا ہے۔ اللہ اس پر رحمت کرے بشیر صحابی نے جب اپنے والد کی شہادت کی خبر سنی تو رونے لگے گئے نبی ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے بشیر کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیا اور کہا اے بشیر کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ اور سیدہ عائشہ تیری ماں ہوں۔

اسنادہ ضعیف۔ اس کو بزار نے (۱۹۱۰) میں روایت کیا ہے۔

اور کہا کہ ہم اس کو اس سند کے علاوہ نہیں جانتے۔ هيثمي مجمع الزوائد كتاب البر والصلة جلد ۸ ص ۲۹۵ رقم (۱۳۵۱۷) ہیثمی کہتے ہیں اس میں مجهول راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

سیدہ خدیجہ زوجہ رسول کی حضور سے شادی کا واقعہ

عمار بن یاسر سے بیان کرتے ہیں کہ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کی بابت لوگوں سے سنتا تو کہتا' میں اس بات کو سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہم عمر اور دوست تھا' میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا ''حزورہ'' میں ہمارا خدیجہ کی ہمشیرہ کے پاس گزر ہوا' وہ چمڑا فروخت کر رہی تھیں' اس نے مجھے بلایا میں اس کے پاس چلا گیا (اور رسول اللہ ﷺ وہیں ٹھہرے رہے) اور مجھے کہا' کیا تمہارے اس صاحب کو خدیجہ سے شادی کی خواہش ہے؟ عمار کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا ''بلی لعمری'' کیوں نہیں' پھر میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کا ردعمل بتایا تو اس نے کہا صبح سویرے ہمارے ہاں آؤ' چنانچہ ہم صبح گئے تو انہوں نے گائے ذبح کی اور خدیجہ کے والد خویلد کو نیا جوڑا پہنایا اور داڑھی کو خضاب لگایا اور اپنے بھائی کو صورت حال سے آگاہ کیا' اس نے اپنے والد سے گفتگو کی اور اس کو شراب پلا کر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی سے مطلع کیا اور خود خدیجہ نے ان سے کہا کہ وہ آپ سے ان کی شادی کر دے' چنانچہ اس نے خدیجہ کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا' بعد ازیں ہم نے تیار شدہ کھانا کھایا اور ان کے والد سو گئے' پھر ہوش میں آ کر بیدار ہوئے تو پوچھا یہ نیا جوڑا کیوں ہے؟ داڑھی پر

خضاب کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ سالن کیونکر تیار ہوا؟ تو خدیجہ کی ہمشیرہ نے بتایا' یہ جوڑا آپ کو' آپ کے داماد محمد ﷺ بن عبداللہ نے پہنایا ہے اور اس نے یہ گائے آپ کو پیش کی' ہم نے ذبح کر کے کھانا تیار کر دیا' جب آپ نے ان سے خدیجہ کا نکاح کیا...... پھر اس نے نکاح سے انکار کر دیا اور چلاتا ہوا حطیم میں چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بنی ہاشم بھی حطیم میں آ گئے' تو اس سے بات چیت کی تو اس نے کہا تمہارا وہ صاحب کہاں ہے؟ جس کے بارے تم کہتے ہو کہ میں نے خدیجہ کو اس کی زوجیت میں دے دیا ہے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ سامنے آئے تو اس نے کہا اگر میں نے یہ نکاح کر دیا ہے تو بہتر' ورنہ میں اب کر دیتا۔

اسنادہ ضعیف۔ اس کو بزار نے (٢٦٥٦) میں بیان کیا ہے اس میں بزار کا شیخ عبد اللہ بن شبیب راوی ضعیف ہے۔ ھیثمی مجمع الزوائد (٩/٢٢٢) میں کہتے ہیں اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا ہے اس میں عمر بن ابی بکر الموملی راوی متروک ہے۔

سیرت النبی حافظ ابن کثیر جلد اول (ص ١٨١-١٨٢)

کفارہ مکہ ابو سفیان' ابو جہل اور اخنس بن شریک کا راتوں کو چھپ کر حضور ﷺ کا قرآن سننا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زہری نے بیان کیا کہ ایک رات ابوسفیان بن حرب ابو جہل بن ھشام اور اخنس بن شریک تینوں ایک رات نکلے تاکہ نبی ﷺ سے قرآن سنا جائے۔ آپ رات کو گھر میں نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے تینوں کو ایک دوسرے کے ٹھکانہ کا علم نہیں تھا جب صبح ہوئی تو ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ایک دوسرے سے کہنے لگے تو کہاں سے آیا اس نے کہا محمد ﷺ کا قرآن سن کر آیا ہوں اسی طرح دوسرے اور تیسرے نے بھی کہا اب تینوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا کہ آئندہ ایسے چھپ کر قرآن نہیں سنیں گے اگر ہم ایسا کریں گے تو ہماری دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی قرآن سنیں گے۔ غرض کہ تین

رات ایسا ہی ہوا۔ ہر ایک نے سوچا ہم نے عہد کیا ہے وہ نہیں آئے گا تینوں نے ایسا ہی سوچا پھر تینوں اکھٹے ہو گئے۔

اسنادہ ضعیف۔ رواہ ابن ھشام مع الروض الانف للسھیلی جلد (۲) ص ۸۱ اس کو زہری نے بغیر کسی صحابی کے واسطے سے مرسل بیان کیا ہے۔اور مرسل ضعیف ہوتی ہے۔

سیدنا خالد بن ولید کی اس ٹوپی کا گم ہونا جس میں حضور کے بال مبارک تھے

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک کے دن اپنی ایک ٹوپی نہ پائی تو ساتھیوں سے فرمایا اسے تلاش کرو انہوں نے تلاش کیا تو انہیں نہ ملی فرمایا اور تلاش کرو اور تلاش کیا گیا تو مل گئی لوگوں نے دیکھا تو وہ بالکل پرانی ٹوپی تھی۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا پھر بال منڈ وائے لوگ آپ کے بالوں پر جھپٹ پڑے میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی کے بال اٹھا لئے اور اس ٹوپی میں رکھ لئے اب جب میں کسی لڑائی میں شریک ہوتا ہوں اور یہ ٹوپی میرے پاس ہوتی ہے تو مجھے اللہ کی غیبی نصرت ضرور نصیب ہوتی ہے۔

[اسنادہ ضعیف۔ مستدرک حاکم (۳/۲۹۹) رقم الحدیث (۵۲۹۹) فتح الباری (۷/۱۲۷) مجمع الزوائد (۹/۳۴۹) امام ذہبی کہتے ہیں منقطع ہے۔ جعفر راوی کا خالد بن ولید سے سماع ثابت نہیں۔]

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک رات حضور کا بستر دوہرا کر دیا

جعفر بن محمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تمہارے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال

بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا گیا تمہارے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ایک ٹاٹ تھا جس کو ہم دوہرا کر کے بچھا دیتے اور رسول اللہ ﷺ اس پر سو جاتے۔ فرماتی ہیں ایک رات میں نے خیال کیا اگر اس ٹاٹ کی دو تہوں کے بجائے چار تہیں کر لیں تو یہ زیادہ آرام دہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج رات تم نے میرے لئے کونسا بستر بچھایا تھا؟ ہم نے کہا بستر تو وہی تھا جو آپ کا ہے لیکن ہم نے اس کی چار تہیں کر دی تھیں اور خیال کیا تھا کہ یہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پہلی حالت میں ہی لوٹا دو۔ اس پر سونے نے مجھے رات کی نماز سے محروم کر دیا ہے۔''

اسنادہ ضعیف جدا۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے شمائل ترمذی رقم الحدیث (۳۳۰) اس میں عبداللہ بن میمون راوی منکر الحدیث اور متروک ہے۔ بخاری کہتے ہیں ذاھب الحدیث ہے۔

دیکھیں تہذیب الکمال (۷۴۷/۲) تہذیب التہذیب (۴۹/۶(۹۲)تقریب التہذیب (۴۵۵/۱)(۶۸۰) خلاصہ تہذیب الکمال (۱۰۵/۲) الکاشف (۱۳۶/۲) تاریخ الکبیر للبخاری (۲۰۶/۵) الثقات (۴۷/۷) سید اعلام النبلاء (۳۲۰/۹) دیوان الضعفاء (ت (۲۳۲۷) المغنی (ت ۳۳۹۲)

عید کے دن ایک غریب کی دل داری'' ایک مشہور مگر من گھڑت واقعہ

اسی قسم کا ایک اور واقعہ جو مجھے اگر چہ کسی حدیث یا سیرت کی کتاب میں تو ابھی تک نظر نہیں آیا تاہم عربی ادب کی ایک معروف کتاب ''القلیوبی'' جو اکثر عربی مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اور جس کو علماء عرصہ دراز سے پڑھتے پڑھاتے آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نماز عید کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ سب بچے کھیل رہے ہیں مگر ان میں ایک بچہ ایک طرف بیٹھا رو رہا ہے اور اس کے کپڑے بھی پھٹے پرانے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس بچے سے فرمایا: بیٹا کیا بات ہے تو رو رہا ہے اور بچوں کے

ساتھ کھیلتا نہیں غالباً بچہ نہیں جانتا ہوگا کہ اس کے مخاطب نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یا پریشانی کی وجہ سے نہیں پہچان سکا ہوگا اس لیے اس نے کہا: صاحب! مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے دراصل میرا باپ فلاں غزوے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شہید ہو گیا تھا میری ماں نے دوسرا نکاح کر لیا۔ وہ میرا مال کھا گئے اور میرے سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اب میرے پاس نہ کھانا ہے نہ پینا نہ کپڑا نہ گھر۔ جب میں نے ان بچوں کو کھیلتے اور نئے کپڑے پہنے دیکھا تو میرا غم تازہ ہو گیا اس لیے رو پڑا۔ حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ عائشہ رضی اللہ عنہا تیری ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا تیری بہن علی رضی اللہ عنہ تیرے چچا اور حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ تیرے بھائی ہوں۔ کہنے لگا یا رسول اللہ اس پر میں کیسے راضی نہیں ہوں گا۔ حضور ﷺ اسے گھر لے آئے اسے خوبصورت کپڑے پہنائے نہلایا دھلایا اور کھانا کھلایا۔ وہ خوش و خرم باہر نکلا تو لڑکوں نے پوچھا ابھی تو تو رو رہا تھا۔ اور اب بڑا خوش و خرم ہے بات کیا ہوئی وہ کہنے لگا میں بھوکا تھا اللہ نے میرے کھانے کا انتظام کر دیا میں ننگا تھا اللہ نے میرے کپڑے کا انتظام کر دیا میں یتیم تھا اور اب میرے باپ رسول اللہ ﷺ ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بہن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چچا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ بن چکے ہیں۔ یہ سن کر لڑکے کہنے لگے کاش آج ہمارے باپ بھی نہ ہوتے۔ یہ لڑکا ہمیشہ حضور ﷺ کی زیر کفالت رہا۔ حتیٰ کہ جس دن آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تو یہ بچہ رو رہا تھا۔ ... کہہ رہا تھا افسوس میں آج یتیم اور غریب ہو گیا اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

یہ واقعہ حدیث کی کسی مشہور و معروف کتاب میں نہیں ہے۔

نہ ہی اس کی کوئی سند ملی ہے۔ بہر حال بغیر سند کے کوئی واقعہ قابل قبول نہیں کیا جا سکتا یہ بات تمام محدثین اور ماہر اسماء الرجال کے ہاں طے شدہ بات ہے۔

ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے

پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اللہ کے کنبے کو فائدہ پہنچائے۔

ہیثمی کہتے ہیں اس کو بزار اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

اس میں یوسف بن عطیہ الصفار راوی متروک ہے۔ اسی کے قریب قریب روایت عبد اللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس میں عمیر ابو ھارون القرشی راوی متروک ہے۔ ابو یعلیٰ رقم (٣٣١٥) والبزار رقم (١٩٤٩)

حضور گھر میں ہوتا ہوں آپ کی یاد ستاتی ہے تو فوراً آ کر آپ کا دیدار کرتا ہوں مگر کل قیامت کو؟

روایت ہے کہ آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلاموں یعنی موالی میں ایک نام حضرت ثوبان کا بھی ملتا ہے یہ حضور ﷺ کے ساتھ شدید محبت رکھتے تھے۔ کچھ دیر آپ ﷺ کو نہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ موت کے بعد حضور ﷺ کا دیدار نہ کر سکنے کے خوف کی وجہ سے ان کا رنگ اڑ گیا تھا اور جسم لاغر ہو گیا تھا۔ ایک دن یہ عاشق زار بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے میری جان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ جب کبھی میں اپنے غریب خانے میں ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کی یاد آتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ آپ ﷺ کا دیدار نہ کرلوں۔ اب مجھے رہ رہ کر یہ خیال ستا رہا ہے کہ مرنے کے بعد میں تو پتہ نہیں جنت کے کس گوشہ میں ہوں گا اور آپ ﷺ یقیناً نبیوں کے ساتھ جنت کے اعلیٰ اور بلند مقامات پر فائز ہوں گے تو میں آپ ﷺ کا دیدار کیسے کر سکوں گا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی۔ فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ (مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سن کر حضور ﷺ خاموش ہو گئے اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے اور ثوبان رضی اللہ عنہ جیسے سچے عاشقوں اور اطاعت گزاروں کو من جانب الٰہی یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النبيين وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورة النساء: آیت ٦٩)

(اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی)

اسناده ضعيف۔ اخرجه الطبرى (٩٩٢٩) مرسل ہے اور جعفر بن ابی مغیرہ راوی ضعیف ہے۔

اے جبریل وہ نوری ستارہ میں ہی تھا

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے سیدنا جبریل سے پوچھا تمہاری کتنی عمر ہے جبریل نے کہا اے محمد ﷺ میں نہیں جانتا میری عمر کتنی ہے البتہ یا رسول اللہ حجاب رابع عرش پر ایک نوری ستارہ ستر ہزار سال بعد طلوع ہوتا تھا اسے میں نے ستر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے رب کی عزت وعظمت کی قسم اے جبریل: وہ نوری ستارہ میں تھا۔

اس واقعہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنا صاف جھوٹ ہے اور نبی ﷺ کی نسبت ایسے واقعہ کی طرف کرنا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کے مترادف ہے۔ اس واقعہ کی کوئی سند نہیں بغیر سند ودلیل کے تمام ائمہ کے نزدیک کسی واقعہ کو قبولیت کا درجہ نہیں مل سکتا۔

موسیٰ علیہ السلام کا حضور کا امتی بننے کی استدعا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ

السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا۔ انہوں نے عرض کیا: اے رب! میں توریت کی تختیوں میں اس امت کا ذکر پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہوگا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہوگا تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! میں نے ان تختیوں سے یہ جانا ہے کہ وہ امت ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الٰہی ہے جس کو پڑھیں گے تو اظہار ہوگا تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار کائنات! میں نے ان الواح میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر وثواب بھی دیا جائے گا' تو اس کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: وہ امت احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت کا کوئی شخص اگر نیکی کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر اس نیکی کو نہ کر سکے' تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کیلئے دس نیکیاں درج کی جائیں گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب قدیر! میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ فرمایا: وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ

کی ہی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں نے ان الواح میں تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین و آخرین کی وارث ہوگی اور گم راہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی' اس کو میری امت بنا دے۔ ارشاد فرمایا: وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے مہربان پروردگار! پھر تو تو مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت میں شامل فرما دے۔ اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا موسیٰ انی اصطفیتك علی الناس برسا لاتی وبکلامی فخذما اتیتك و کن من الشکرین (سورہ الاعراف)

ترجمہ: ''اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو نے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں سے ہو۔''

اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔

(ابونعیم)

حدیث باطل لایصح۔ یہ جھوٹی روایت ہے صحیح نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے لئے چن لیا تھا تو وہ امتی بننے کی استدعا کیونکر کر سکتے تھے۔

آسمان وزمین میرے چہرے اور دیدار کی وجہ سے روشن ہیں

کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا زمین میرے چہرے کی وجہ سے روشن ہے' آسمان میرے دیدار کی وجہ سے روشن ہے اور مجھے آسمان کی بلندیوں میں لے جایا گیا اور اللہ نے اپنے نام سے میرا نام نکالا' بس عرش والا محمود اور میں محمد ہوں

اسنادہ موضوع۔ امام شوکانی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اور اس کو بعض قصہ گو واعظین نے گھڑا ہے۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ۔ فضائل النبی رقم الحدیث (۹۹۷)

نبی کریم ﷺ اپنے باپ اور چچا کی سفارش کریں گے

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں نے اس جماعت کی شفاعت کی۔ اپنے باپ اور چچا ابوطالب کی اور اپنے رضاعی بھائی یعنی سعدیہ کے بیٹے کے۔ تاکہ یہ حضرات قیامت کے روز ایک اڑا ہوا غبار بن جائیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت بلاشک وشبہ موضوع ہے۔ اول تو اس کا راوی لیث بن سلیم ضعیف ہے۔ منصور نے اس کے ضعف کے باعث اس کی روایت نقل نہیں کی اور یحییٰ بن المبارک شامی مجہول ہے اور خطاب ضعیف ہے۔

خطاب سے مراد۔ خطاب بن عبدالدائم الارسوائی ہے۔ اور یحییٰ المبارک شامی مجہول ہے جہاں تک لیث کا تعلق ہے تو اس کا حال ذیل میں درج ہے۔

لیث بن ابی سلیم راوی کا تعارف:

لیث ابن ابی سلیم۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بنولیس کا ایک فرد ہے۔ بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایت لی ہے۔ مشہور علماء میں سے ایک ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے لیکن لوگوں نے اس سے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین یہ بھی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ابن حبان کہتے ہیں۔ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ دارقطنی کا قول ہے۔ یہ شخص صاحب سنت تھا لیکن لوگوں نے اس پر اس وقت اعتراضات شروع کئے جب اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عطاء طاؤس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

عبدالوارث کا بیان ہے کہ یہ علم کا ایک تھیلا تھا۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں یہ لیث سب سے زیادہ نمازیں پڑھتا۔ سب سے زیادہ روزے رکھتا۔ لیکن اگر کسی روایت میں غلطی کرتا تو اس بات کو ہرگز قبول نہ کرتا۔

ابن شوذب کا بیان ہے۔ انہوں نے لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے شروع دور کے

شیعوں کو کوفہ میں دیکھا کہ وہ کسی کو ابوبکر و عمر پر ترجیح نہ دیتے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس سے شعبہ اور ابن علیہ اور ابومعاویہ اور دیگر لوگوں نے روایات لی ہیں۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی لیث کے پاس جا کر بیٹھا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنی جو کبھی نہ سنی تھیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے سنا یحییٰ بن سعید القطان کو چند لوگوں کے بارے میں بری رائے رکھتے دیکھا ان میں سے ایک لیث ہے۔ ایک محمد بن اسحٰق اور ایک ہمام ان میں سے کسی کے بارے میں دوسری رائے سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ لیث عطاء بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔

لوط بن المفضل کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے سوال کیا انہوں نے فرمایا میں نے اسے دیکھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا تھا اور جب میں عین دوپہر کو اس کے پاس سے گذرتا تو اسے منارہ پر اذان دیتا دیکھتا۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات نقل کیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ جو تمام کتب سیر اور کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ اور ہر مولوی بر سر منبر جسے گا گا کر سناتا ہے۔ جس پر ہر شخص سر دھنتا نظر آتا ہے۔ اس واقعہ کو سبائیوں نے اتنی شہرت دی ہے کہ علامہ شبلی جیسے مؤرخ بھی اس مغالطہ کا شکار ہو گئے۔ اور ان کی اس جانب توجہ بھی نہ ہوئی کہ اس واقعہ کی سندات کا مطالعہ کر لیتے۔ یا اس واقعہ میں جو زہر بھرا ہوا ہے اسی پر نظر ڈال لیتے۔ وہ بھی اس مشہور عام قصہ کو الفاروق اور سیرت النبی میں بایں الفاظ کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں زید بن عمرو بن نفیل کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہیں رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ حضرت سید کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مسلمان ہو گئیں۔ لیکن اسی خاندان میں ایک اور معزز شخص نعیم رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی تک اسلام سے بیگانہ تھے۔ ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے۔ یہاں تک کہ قبیلہ میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان کے دشمن بن گئے لبینہ ان کے خاندان کی کنیز تھی۔ جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لوں' پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا۔ زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جس کو چڑھ جاتا تھا اترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کر سکے۔ آخر مجبور ہو کر نعوذ باللہ خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ کارکنان قضا نے کہا۔ آمد آں

یارے کہ ما می خواستیم۔

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے ہاں پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں۔ اور قرآن کے اجزا چھپا لئے۔ لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی۔ بولیں کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں۔ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہوئے۔ اور جب ان کی بہن خاوند کو بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو گیا۔ لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی۔ بولیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر خاص اثر کیا۔ بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کے جسم سے خون جاری تھا۔ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا۔ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے۔ مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کے اجزا سامنے لا کر رکھ دیئے۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورت تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(الحدید: ۱)

آسمانوں اور زمینوں میں جتنی بھی اشیاء ہیں سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب وحکیم ہے۔

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

تو بے اختیار پکار اٹھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو کوہِ صفا کی تلی میں واقع تھا پناہ گزیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی۔ چونکہ شمشیر بکف گئے تھے۔ صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ خود آگے بڑھے۔ اور ان کا دامن پکڑ کر فرمایا۔ کیوں عمر رضی اللہ عنہ کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا۔ کہ ایمان لانے کے لئے آنحضرت ﷺ بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (انساب الاشراف بلاذری' طبقات ابن سعد' اسد الغابہ' ابن عساکر' کامل ابن اثیر) سیرت النبی ص ۲۲۳ ج ۱۔ اصح السیر ص ۹۱

یہ واقعہ بلحاظ سند کیسا ہے۔ اس پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن واقعہ کی یہ نوعیت خود اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ واقعہ سراسر جھوٹ اور صریح اتہام ہے۔ جس کے مختلف شواہد ہیں۔

(۱) اس واقعہ میں سورہ حدید کی ابتدائی آیات کی تلاوت کا ذکر ہے جو مدینہ منورہ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اور مورخین کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عمر ۶ نبوی میں اسلام لائے۔ یعنی جس آیت کی ان سے اسلام کے وقت تلاوت کرائی جا رہی ہے۔ وہ ان کے ایمان لانے کے پندرہ سال بعد نازل ہوئی۔

(۲) اس روایت میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام کا کوئی علم نہ تھا۔ لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب اسلام سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے تحت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

واللہ لقدرایتنی وان عمر لموثقی علی الاسلام قبل ان یسلم عمرولوان احداً ارفض للذی صنعتم بعثمان لکان۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۵)

اللہ کی قسم میں نے خود کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل حضرت عمر مجھے باندھ کر ڈال دیا کرتے تھے۔ لیکن تم نے مسلمان ہونے کے باوجود عثمان کے ساتھ وہ حرکت کی ہے کہ احد پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔

اس قول کی سند کے راوی انتہائی اعلیٰ پائے کے لوگ ہیں یعنی قتیبہ بن سعید' سفیان ثوری' اسمٰعیل بن ابی خالد اور قیس بن ابی حازم۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام کا نہ صرف علم تھا۔ بلکہ وہ اپنے بہنوئی کو اسلام کے باعث باندھ کر ڈال دیا کرتے تھے۔ تو اس قصہ میں یہ دعویٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا سراسر جھوٹ ہے۔

(۳) اس قصہ کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کا اظہار کیا تو صحابہ نے اتنی زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ ہمارے نزدیک ان راویوں کی یہ سب سے بڑی حماقت ہے۔ اس لئے کہ حضور اس وقت دارارقم میں مخفی تھے۔ اور صحابہ چھپ چھپ کر آپ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نعرہ لگانے کی غلطی ہرگز نہ کر سکتے تھے جس سے حضور اور تمام صحابہ کا راز فاش ہو جاتا۔

(۴) بقول اس راوی کے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہن اور بہنوئی کے اسلام کا علم نہ تھا۔ تو نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ راز فاش کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔ یا اللہ نہ کرے وہ گھر پھونک تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کی ذات پر تبرا ہے۔

(۵) ایک بہادر اور طاقت ور شخص کے لئے لڑکی کو مار مار کر تھک جانا اور پھر سانس لینے کے لئے بیٹھنا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو مارنے والا ایک کمزور انسان ہے جو اتنی جلدی ہانپ جاتا ہے۔ یا ایسا ظالم اور سنگدل ہے کہ وہ اس بات تک کا خیال نہیں کرتا کہ جس کو مارا جا رہا ہے وہ ایک لڑکی ہے۔ ہمارے نزدیک اس کہانی کا مقصود یہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ظالم اور سنگ دل ثابت کیا جائے۔

(۶) یہ لبینہ جسے مارا جاتا تھا۔ اس کا ذکر ہمیں اس واقعہ کے علاوہ تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

(۷) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کہ اس کا سر قلم کر دوں گا۔ کہیں یہ الفاظ اس لئے تو وضع نہیں کئے گئے تاکہ آئندہ مجوسی داستان میر حمزہ رضی اللہ عنہ تیار کر سکیں۔ اور پھر اس کی قبولیت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ غالباً شبلی مرحوم کا ذہن بھی داستان میر حمزہ سے متاثر ہے۔ اس لئے کہ سب سے اول اس داستان کے مصنف نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میر کا لفظ لگایا ہے۔ ورنہ تمام کتب احادیث کتب تاریخ۔ کتب رجال اور کتب انساب میں ہمیں ان کے نام کے ساتھ یہ لفظ کہیں نظر نہیں آتا۔ اور ہمارے ہندو پاک میں میر سید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آخر یہ کس رشتے سے سید بنے ہیں۔ اگر واقعتاً یہ سید ہیں تو پھر عباسی بھی یقیناً سید ہیں۔

(۸) حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے لئے یہ دعا فرمائیں۔

اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب۔

اے اللہ عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔

اور اسی سبب انہیں مراد رسول کہا جاتا ہے۔ اور اس دعاء کے باوجود وہ تلوار لے کر میدان میں آ جائیں۔ حیف صد حیف۔

ایسی صورت میں تو ہمیں اس میں بھی اشتباہ ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۶ نبوی میں ایمان لائے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی مؤرخین کی ایک دسیسہ کاری ہو اور وہ اس سے بہت قبل اسلام لا چکے ہوں۔ جیسا کہ آئندہ صحیح روایات سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔

آمدم برسر مطلب۔ ایک دوسری روایت میں سورہ حدید کی آیات کے بجائے سورہ طہ کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے۔ بقیہ کہانی وہی ہے۔ یہ ہر دو روایات طبقات ابن سعد، مسند ابی یعلیٰ، سنن دارقطنی، مستدرک للحاکم، بیہقی، طبرانی، بزار اور ابونعیم میں پائی جاتی ہیں۔ دارقطنی نے اسے بہت مختصراً قاسم بن عثمان کے ذریعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں۔ اور ہجرت مدینہ کے بعد اسلام لائے۔ ان کی والدہ نے انہیں حضور کی خدمت کے لئے پیش کیا۔ اس وقت ان کی عمر دس

سال تھی۔ یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ تین سال کے بچہ تھے۔ اور اس وقت ان کی پوری قوم کافر تھی۔ انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا۔ اس صحابی کا کوئی ذکر موجود نہیں۔

قاسم بن عثمان:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جانب یہ واقعہ منسوب کرنے والا قاسم بن عثمان ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جس کا کوئی شاہد نہیں ہوتا۔ امام ذہبی تلخیص مستدرک میں لکھتے ہیں کہ یہ قصہ نہایت ردی اور منقطع ہے۔ میزان میں فرماتے ہیں اسنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ نقل کیا ہے۔ جو انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ میزان اعتدال ص ٤٥٦ ج ٥

حافظ ابن حجر لسان المیز ان میں لکھتے ہیں کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ نقل کیا ہے۔ جو انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔ لسان المیزان ص ٣٦٣ ج ٤

اسحاق بن ابراہیم الحُنینی:

اس کی سند کا دوسرا راوی اسحاق بن ابراہیم الحُنینی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ بکواسات کا ماہر ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ امام مالک سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب بے بنیاد ہوتی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے ۲۱۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ص ١٧٩ ج۔

اسامۃ بن زید بن اسلم:

اس کا تیسرا راوی اسامۃ بن زید بن اسلم ہے۔ امام احمد اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں قوی نہیں ہے۔ میزان الاعتدال ص ١٧٤ ج ١

گویا اس قصہ کا ایک راوی بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

یہ تو وہ کہانی تھی جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آیئے اب اصل واقعات کو دیکھیے کہ کس طرح رونما ہوتے ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنے۔

(۱) سب سے پہلا سبب تو یہ ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور کی نبوت سے قبل سرزمین مکہ میں توحید کا نعرہ بلند کیا۔ اور بت پرستی کی مخالفت کی۔ اور بتوں کے نام پر چڑھائے ہوئے کھانوں سے دوسروں کو روکا۔ یہ زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ زید کو اسی سلسلہ میں بہت سی تکالیف بھی پہنچائی گئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پیش آئے۔ ان پر زید کی باتوں کا کچھ نہ کچھ تاثر قائم ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلان نبوت کے چند ہی روز بعد ان زید کے بیٹے سعید رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کی بہن سعید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور سعید رضی اللہ عنہ کی بہن رضی اللہ عنہا زید کی بیٹی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ پھر سعید رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں گھر میں باندھ کر ڈال دیا کرتے تھے۔ اس طرح گھر کی صورت حال یہ تھی کہ بہن اور بہنوئی مسلمان، سسر مکہ کا موحد اور بیوی ایک موحد کی بیٹی اور ایک مسلمان کی بہن۔ اس صورت حال سے ان کے ذہن کا متاثر ہونا لازمی امر تھا۔ انہیں اگر اسلام پر کسی کو مارنا ہوتا تو پہلے سعید رضی اللہ عنہ کو مارتے۔ لیکن حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ مجھے باندھ کر رکھتے۔ یعنی ان کا اسلام تو انہیں قبول تھا۔ لیکن دیگر لوگوں سے ان کا ملنا جلنا پسند نہ تھا۔

(۲) امام بخاری نے صحیح اور متصل سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ایک روز کفار کے بتوں کے درمیان لیٹا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص ایک بچھڑا لے کر آیا۔ اور اسے ذبح کیا اور اس کے ذبح ہوتے ہی ایک چیخنے والے کی چیخ سنائی دی۔ اتنی زبردست چیخ میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے دشمن، عمدہ کام ظہور پذیر ہوا ہے۔ ایک عقل مند انسان ہے جو کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ چیخ سن کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ جب تک اصل حقیقت حال معلوم نہ کر لوں۔ پھر دوبارہ وہی آواز آئی۔ اے دشمن ایک عمدہ کام ظہور پذیر ہوا ہے۔ ایک عقل مند انسان کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ ابھی چند دن نہ گزرے تھے کہ سننے میں آیا فلاں شخص نبی ہے۔ بخاری ص ۵۴٦ ج ۱

امام بخاری نے اس واقعہ پر ''باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب'' کی سرخی قائم کی ہے۔ گویا وہ اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا اصل سبب سمجھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسی واقعہ نے ان کے دل میں جستجو کا مادہ پیدا کر دیا ہو۔ لیکن اس صورت میں وہ سبب کونسا ہے جو اظہار اسلام کا ذریعہ بنا۔

ہم جب مزید چھان بین کرتے ہیں تو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ ایک شب میں حضور کو چھیڑنے کے ارادے سے نکلا۔ آپ مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور نماز شروع فرما دی۔ اور سورت الحاقہ کی تلاوت شروع کی۔ میں کھڑا سنتا رہا۔ میں نے قرآن مجید کے اسلوب بیان کو دیکھ کر دل میں یہ خیال کیا کہ یہ کوئی شاعر ہے۔ ابھی یہ خیال گزر رہی تھا کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ

یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔

میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی کاہن ہے جو میرے دل کا حال بھی جان گیا۔ لیکن اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ

یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

آپ نے آخر تک پوری سورت تلاوت کی۔ اور میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا۔

یہ ہے اصل واقعہ۔ لیکن چونکہ اس واقعہ کی ابتدا میں یہ الفاظ تھے کہ میں حضور کو چھیڑنے کی غرض سے نکلا۔ یار لوگوں نے اسے قتل کے منصوبے سے تبدیل کر دیا۔ اور مفت میں بہن اور بہنوئی کو بھی پٹوا دیا۔

ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے اس کا ایک خاکہ سید سلیمان ندوی کی زبانی بھی سن لیجیے۔ وہ اپنے استاد محترم شبلی نعمانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

استاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ جس طرح لکھا ہے وہ حرف بحرف الفاروق کی نقل ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے لے کر جو سورت پڑھی۔ اور جس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہوئے۔ وہ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

آسمانوں اور زمینوں میں جتنی بھی مخلوقات ہیں۔ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔

یعنی سورۂ حدید تھی۔ اس میں شک نہیں کہ بزار' طبرانی' بیہقی اور ابونعیم میں یہ روایت بھی ہے۔ لیکن حد درجہ کمزور ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام مکہ کا واقعہ ہے۔ اور سورۂ حدید مدنی ہے۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کیونکر پڑھ سکتے تھے۔ استاذ مرحوم نے الفاروق میں یہ واقعہ کتب رجال و تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث و سیر کی کتابوں میں یہ واقعہ دو صورتوں سے مذکور ہے۔ ایک تو وہی مشہور صورت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار کمر سے لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے۔ کہ راہ میں ایک مسلمان سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارادے کا حال سن کر کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو' تمہاری بہن اور بہنوئی اس نئے دین میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں اپنی بہن کے گھر گئے اور مار پیٹ کی۔ بالآخر انہوں نے قرآن کی ایک سورت لے کر بہن سے پڑھی۔ اور وہ سورۂ طٰہٰ تھی۔ اور جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ

یقیناً میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اللہ نہیں۔ پس میری عبادت کر۔ اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔

تو یہ اثر ہوا کہ دل سے لا الہ الا اللہ پکار اٹھے۔ اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔ یہ روایت ابن سعد' ابو یعلی' دار قطنی' حاکم اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے۔ لیکن حد درجہ کمزور ہے۔ اور ان دونوں میں ایسے روات ہیں جو قبول کے لائق نہیں۔ اور محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔

سید صاحب مرحوم حاشیہ میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دار قطنی نے اس روایت کو مختصراً لکھ کر کہا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان بصری قوی نہیں۔ (باب الطہارۃ للقرآن) ذہبی نے مستدرک حاکم ص ۵۱۹ ج ۴ کے استدراک میں لکھا ہے کہ یہ روایت واہی اور منقطع ہے۔ اور میزان الاعتدال میں قاسم بن عثمان کے حال میں جو اس روایت کا ایک راوی ہے لکھا ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ بیان کیا ہے وھی منکرۃ جدا اور وہ نہایت ہی منکر ہے۔ کنز العمال (فضائل عمر بن الخطاب) میں بھی اس روایت کی کمزوری ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں کے مشترک راوی، اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحنینی اور اسامۃ بن زید بن اسلم ہیں۔ اور یہ سب پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

اس کے بعد سید صاحب نے مسند احمد کی روایت نقل کی۔ اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ہاں آخر میں یہ ضرور لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے ان دونوں روایتوں کو بہت کچھ گھٹا بڑھا کر اپنی سیرت میں بغیر سند کے لکھا ہے۔ اس لئے وہ اس باب میں سند کے قابل نہیں۔

صدیق کا مالی ایثار خود صدیق اور جبریل سمیت فرشتوں نے ٹاٹ کا لباس پہن لیا

ابن شاہین نے السنۃ میں۔ بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر کی زبانی تحریر کیا ہے کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا اور صدیق اکبر ایک ایسا لبادہ جس کے کناروں کو اٹھا کر سینہ پر کانٹوں سے اٹکا لیا تھا، پہنے ہوئے تھے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ابوبکر رضی اللہ عنہ سینہ پر کانٹوں کا لبادہ کیوں اٹکائے ہوئے ہیں؟ ارشاد گرامی ہوا، انھوں نے اپنی تمام دولت مجھ پر خرچ کر دی ہے، تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام کہا ہے اور دریافت کیا ہے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم اس غربت کی حالت میں ہم سے خوش ہو یا ناراض؟ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اپنے پروردگار

سے کس طرح ناراض ہوسکتا ہوں میں تو اس سے راضی ہوں' خوش ہوں اور بہت مسرور ہوں۔ اس قسم کی اکثر احادیث مروی ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا پورا مال و سرمایہ اسلام کی راہ میں پیش کر دیا۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کیا ہے کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک دن جبریلؑ دری کی طرح کا ایک کپڑا اپنے سینہ پر ڈالے ہوئے آئے جس پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریلؑ یہ کیا حالت ہے تو انھوں نے عرض کیا کہ اللہ نے حکم دیا ہے تمام فرشتے اسی طرح کا لباس پہن لیں جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہنے ہوئے ہیں۔ اس حدیث کے متعلق ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کے راوی ضعیف ہیں' اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اس حدیث کو لوگ قبل ازیں بھی بیان کرتے۔ غرضکہ اس روایت سے اعراض کرنا ہی مناسب ہے۔

[امام سیوطی نے خود اس کو شدید ضعیف کہا ہے' سیوطی خود ضعف پرست ہیں تو جس کو سیوطی سخت ضعیف کہیں اس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ابن عساکر (۵۱/۱۳) والبیهقی فی المحاسن والمساوی ص (۵٦) اس کی تمام سندات ضعیف ہیں۔ تاریخ الخلفاء (ص ۳٦)

زمانہ جاہلیت میں حجر اسود کی تنصیب کا فیصلہ

ابن سعد کہتے ہیں۔ عمارت اس حد تک پہنچی جہاں خانہ کعبہ میں رکن ونصب کرنے کا موقع تھا تو ہر قبیلے نے اس کے لئے اپنے اپنے استحقاق پر زور دیا۔ اور اس قدر مخالفت ہوئی کہ جنگ کا اندیشہ ہونے لگا آخر یہ رائے قرار پائی کہ باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو داخل ہو وہی حجر اسود کو اٹھا کر (اپنی جگہ پر رکھ دے۔"

سب نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور اس رائے کو تسلیم کر لیا۔"

باب بنی شیبہ سے پہلے پہل جو اندر آئے وہ رسول اللہ ﷺ تھے لوگوں نے جب آپ کو دیکھا تو بول اٹھے۔"

یہ امین ہیں' ہمارے معاملے میں جو فیصلہ یہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔"

آنحضرت ﷺ کا فیصلہ

قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی قرارداد سے اطلاع دی' رسول اللہ ﷺ نے زمین پر اپنی چادر بچھادی اور رکن (حجر اسود) اس میں رکھ کے فرمایا:۔

قریش کے ہر ایک ربع سے ایک ایک شخص آئے (یعنی تمام قریش جو چار بڑی جماعتوں میں منقسم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک جماعت اپنا اپنا ایک ایک قائم مقام منتخب کرے)

ربع اوّل بنی عبد مناف میں عتبہ بن ربیعہ (منتخب ہوئے)۔"

ربع ثانی میں ابوزمعہ۔"

ربع ثالث میں ابوحذیفہ بن المغیرہ۔"

اور ربع رابع میں قیس بن عدی۔"

اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تم میں سے ہر فرد اس کپڑے کا ایک ایک گوشہ پکڑ لے اور سب مل کے اسے اٹھاؤ

سب نے اسی طرح اٹھایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو اسی جگہ (جہاں وہ ہے) اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا'

[اسنادہ ضعیف۔ مستدرك حاكم (۱/۴۵۸) حديث رقم (۱۶۸۳) السيرة النبويه (۱/۱۱۶) مسند احمد (۳/۴۲۵) رقم الحديث (۱۵۵۸۹) طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۲۰۵۔ اس روایت کا تمام تر دارومدار ھلال بن خباب پر ہے یہ صدوق ہے مگر آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اس سے اس کے دو تلامذہ عباد اور ابوزید روایت کرتے ہیں مگر یہ علم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے اس سے یہ روایت اختلاط سے قبل سنی ہے یا اختلاط کے بعد۔ مستدرک حاکم کی سند میں خالد بن عرعرہ کی توثیق صرف عجلی اور ابن حبان نے کی ہے اور یہ دونوں متساہل ہیں نیز اس میں سماک بن حرب کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ بعض محققین کے نزدیک اس کی سند حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ مگر راجح قول کے مطابق حسن لغیرہ ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔ واللہ اعلم۔

بیٹی دودھ میں پانی ملا دو عمر رضی اللہ عنہ کونسا دیکھ رہا ہے

عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' کہتے ہیں:

"ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' جب وہ رات میں مدینہ منورہ کا گشت لگا رہے تھے۔ انہوں نے تھکن محسوس کی تو ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی۔ انہوں نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: "میری بیٹی اٹھو اور دودھ میں تھوڑا پانی ملا دو۔" لڑکی نے کہا: امی کیا آج تم نے امیر المومنین کی منادی نہیں سنی؟" ماں نے پوچھا: "وہ کیا تھی؟" لڑکی نے جواب دیا: "انہوں نے کسی شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے منادی کر دے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے۔" ماں نے کہا: "اٹھو اور

دودھ میں پانی ملا دو، تم ایسی جگہ پر ہو جہاں عمر رضی اللہ عنہ تم کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔'' لڑکی نے ماں سے کہا: ''میں ایسا نہیں کر سکتی کہ لوگوں کے سامنے ان کے حکم پر عمل کروں اور تنہائی میں اس کی خلاف ورزی کروں۔'' عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''جاؤ اور دیکھو یہ لڑکی کون ہے اور کس سے یہ باتیں کر رہی ہے اور کیا وہ شادی شدہ ہے۔'' چنانچہ میں اس جگہ گیا اور ان کا حال معلوم کیا۔ وہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی، دوسری عورت اس کی ماں تھی، اس کا بھی شوہر نہ تھا۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جو کچھ معلوم کیا تھا بتا دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا: ''تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے تو میں تمہاری شادی کا انتظام کیے دیتا ہوں، اگر میری شادی کی خواہش ہوتی تو میں سب سے پہلے اس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیتا۔'' عبداللہ نے کہا: ''میرے پاس بیوی نہیں ہے، میری شادی اس سے کر دیجیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاصم کی شادی اس لڑکی سے کر دی۔ اس لڑکی سے عاصم کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ہوئیں۔''

[اسنادہ ضعیف اخبار عمر بن عبد العزیز للآجری ص ۴۸، ۴۹) اس میں عبداللہ بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ مزید دیکھیں میزان الاعتدال جلد ٤ ص۱۰۳۔ تهذیب الکمال (٦٦٤/٢) تهذیب التهذیب (٢٢٢/٥) (٢٨٤) تقریب التهذیب (٤١٧/١، ٣١٦) الکاشف (٨٨/٢) تاریخ البخاری الکبیر (٩٤/٥) الجرح والتعدیل (٢٧٥/٥) الضعفاء والمتروکین للنسائی ت (٣٤٠) المجروحین لابن حبان (١٠/٢) دیوان الضعفاء ت (٢١٧٥)]

حضرت حمزہ کے قبول اسلام کا واقعہ

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی اسلم کے ایک شخص نے جو بڑا یاد رکھنے والا تھا بیان کیا کہ کوہ صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ابوجہل گزرا تو اس نے آپ کو تکلیف دی اور سخت سست کہا اور آپ کے دین کی عیب جوئی اور آپ کے معاملے کو کمزور بتانے کا کچھ

مواقع پالیا۔ جس کو آپ ناپسند فرماتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرۃ کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی اس کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کے بعد آپ اس کے پاس سے لوٹے تو آپ نے قریش کی مجلس کا قصدہ فرمایا جو کعبۃ اللہ کے پاس تھی اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر بعد حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آ گئے۔ وہ شکاری تھے تیر سے شکار کیا کرتے۔ اور اکثر شکار کے لئے نکل جایا کرتے تھے اور جب کبھی وہ شکار سے واپس ہوتے تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاتے۔ جب تک کہ کعبۃ اللہ کا طواف نہ کر لیتے اور جب طواف کر چکتے تو قریش کی مجلس میں ٹھہرتے اور سلام کرتے۔ اور ان سے بات چیت کئے بغیر نہ جاتے۔ اور وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جواں مرد اور سخت طبیعت تھے۔ جب وہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر واپس ہو چکے تھے۔ تو اس لونڈی نے حمزۃ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابوعمارۃ کاش آپ اس آفت کو دیکھتے۔ جو آپ کے بھتیجے محمد پر ابوالحکم بن ہشام کی جانب سے آئی۔ اس نے انہیں یہاں بیٹھا ہوا پایا تو انہیں ایذا پہنچائی اور گالیاں دیں۔ اور جو باتیں انہیں ناپسند تھیں ان کی انتہا کر دی اور پھر چلتا بنا۔ اور محمد ﷺ نے اس سے بات بھی نہ کی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو با اعزاز رکھنا چاہتا تھا۔ حمزہ کو غصے نے برانگیختہ کر دیا اور وہ وہاں سے تیزی سے نکلے اور کسی کے پاس نہ رکے کہ ابوجہل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور جب اس سے مقابلہ ہو تو اس سے چمٹ جائیں۔ پھر جب مسجد میں داخل ہوئے تو اس کو دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو یہ اسی کی طرف چلے۔ اور جب اس کے سر پر پہنچ گئے تو کمان اٹھائی اور رسید کی۔ اور اس کا سر سخت زخمی کر دیا اور کہا کیا تو انہیں گالیاں دیتا ہے۔ لے میں بھی انہیں کے دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر۔ پس بنی مخزوم کے لوگ حمزۃ کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابوجہل کی امداد کریں۔ ابوجہل نے کہا۔ ابو عمارۃ کو جانے دو کیونکہ واللہ میں نے بھی ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔ آخر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو مکمل کر لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی زبان سے بھی کی۔

[اسنادہ ضعیف۔ مستدرك حاكم (۱۹۳/۳) حديث رقم (٤٨٧٨) مختصر المستدرك (١٧٤٠/٤) معجم كبير لطبراني (١٥٤،١٥٣/٣) السيرة النبويه ابن هشام مع الروض الانف (٤٤/٢) انظر الكامل (٦٠١/١) والمنتظم لا بن جوذی (٣٨٤/٢) والطبری فی تاريخ (٥٤٩/١) یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ نا قابلِ حجت ہے۔

ہجرت مدینہ ہجرت دن کو ہوئی یا رات کو حضرت علی کا بستر پر سونا

حکیم عبدالرؤف داناپوری اپنی کتاب اصح السیر میں ص ۱۰۶ پر ہجرت مدینہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔ جب کفار نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ چلے گئے۔ اپنا مال ومتاع اور اپنے ذراری واطفال کو بھی ساتھ لے گئے' اور اوس وخزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ ان کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سخت خطرہ ہوا۔ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ اور یہ ان کا ایسا زبردست اجتماع تھا۔ کہ کوئی اہل الرائے ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو' اُن کا اصلی سردار ابلیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا۔ حضور ﷺ کو قتل کرنے کی مختلف تدبیریں کی گئیں۔ سب کو اس شیخ کبیر نے ناپسند کیا۔ آخر ابوجہل نے یہ تدبیر پیش کی۔ کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا اور ان سب کو تلوار دی جائے۔ یہ سب مل کر بیک ضرب رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ کردیں۔ اس طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور تمام قبائل کا بنی عبد مناف مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالفرض اگر انہوں نے دیت چاہی تو ہم سب مل کر دیت ادا کر دیں گے۔ بڈھے شیخ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی:

حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرئیل تشریف لائے۔ کفار کے مشورے کی خبر دی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ حضور ﷺ نے ٹھیک

دوپہر کے وقت جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی خبر دیدی تھی۔ شب کے وقت کفار دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور مکان گھیر گیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی وجعلنا من بین ایدیھم سدا الآیۃ۔ اور ایک مٹھی بطحا کی خاک لے کر پھینکی۔ جو تمام کفار کے سروں پر پڑی۔ اور آپ نکل کر چلے گئے۔ کسی کافر نے آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے سے ان کے مکان میں گئے۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر دوسری طرف کھڑکی کے راستے روانہ ہو گئے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع تھے۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو' وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سب کے سروں پر خاک تھی۔ وہ صاف کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر غار ثور پر پہنچے۔ اور تین دن تک اس میں رہے۔ مکڑی نے جالا تن دیا۔ پرندوں نے اس پر انڈے دیئے۔ کفار تلاش میں غار کے منہ تک پہنچے۔ مگر خدا نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اصح السیر ص ۱۰۶

یہ ہجرت کے واقعہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو مکہ سے غار ثور تک کے واقعات پر مبنی ہے۔

اس حصہ میں خاص طور پر چند امور سامنے آتے ہیں۔

(۱) صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سب مدینہ چلے گئے تھے۔ اور اپنا مال و متاع بھی ساتھ لے گئے تھے۔

(۲) ہجرت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر دوبارہ تشریف لے گئے۔ ایک بار عین دوپہر کے وقت' اور ایک بار رات کے وقت دن میں صرف اطلاع دینے تشریف لے گئے تھے۔

(۳) آپ نے ہجرت رات کے وقت اپنے گھر سے فرمائی۔

(۴) اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلایا۔

(۵) کفار نے آپ کے خلاف قتل کا منصوبہ تیار کیا۔ جس میں بنو عبد مناف کے علاوہ تمام قریش کے با اثر اشخاص شامل تھے۔

(۶) سب نے آپ کے مکان کو گھیر لیا۔ لیکن آپ اُن کے سروں پر مٹی ڈال کر چلے

آئے۔

(۷) غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تنا۔ اور پرندوں نے انڈے دیئے۔

(۸) ابو بکر کے گھر سے غار ثور تک کے تمام واقعات کا کوئی ذکر حکیم صاحب نے نہیں کیا۔

یہ تمام واقعات طبری اور ابن سعد میں واقدی اور ابن ہشام میں محمد بن اسحاق سے مروی ہیں۔ جن کا تفصیلی حلیہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن عقلی طور پر بھی یہاں چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

(۱) ان تمام واقعات کا مشاہدہ کرنے والا کون تھا؟ ابن اسحاق اور واقدی اس کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

(۲) ابو بکر کے گھر سے لے کر غارِ ثور تک کے تمام واقعات جن کا تعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے سے ہے۔ انہیں حکیم صاحب نے کیا اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ سبائی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی حیثیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں' اس کی تکمیل کی جا سکے۔

(۳) حضور کے گھر میں اُس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ آپ کی دائی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا' آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت سودا رضی اللہ عنہا اور آپ کے متبنی حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ گھر میں تنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ تھے۔ اور اہل عرب زنانہ مکان میں داخل نہ ہوتے تھے۔ ورنہ گھر گھیرنے اور پوری رات باہر کھڑے رہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر لٹانے سے بجز افسانہ تراشی کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ آپ کی روانگی کی اطلاع تو صبح کے وقت کسی نہ کسی سے ہو سکتی تھی۔

(۴) اس کہانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت رات کے وقت ہوئی۔ حالانکہ اہل مکہ ہمیشہ رات ہی میں سفر کرتے۔ اور رات ہی میں ان کا کاروبار ہوتا۔ جیسا کہ آج تک مکہ معظمہ' مدینہ منورہ اور جدہ میں نظر آتا ہے۔ کہ اہل عرب زیادہ تر رات جاگ کر گزارتے۔ اور دن میں سوتے ہیں۔ اس لحاظ سے رات کا وقت آمدورفت کا وقت تھا۔ اور ہجرت کے

لئے انتہائی خطرناک وقت۔ مناسب تو یہ تھا کہ ہجرت دوپہر کے وقت کی جاتی۔ جب گرمی کی شدت کے باعث لوگ گھروں میں بند ہوتے۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں آرہا ہے لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو سبائی داستانیں کیسے تیار ہوتیں۔

(۵) اگر مٹی ڈالنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ دیکھ نہ سکیں تو پھر تو مٹی آنکھوں میں ڈالنی چاہئے تھی۔ سروں پر مٹی ڈالنے سے اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہوسکتا ہے کہ دشمن ہوشیار ہو جائے اور چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

(۶) حکیم دانا پوری صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حضور سے قبل تمام صحابہ اپنا مال ومتاع لے کر ہجرت کر گئے تھے۔ تو ان کی خدمت میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ سب ہی نے ہجرت نہ کی تھی۔ اور متعدد افراد اور عورتیں کافر کے گھروں میں محصور تھیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ اپنا مال ومتاع لے کر چلے گئے تھے۔ تو کاش حکیم صاحب قرآن ہی کھول کر دیکھ لیتے۔ وہ مہاجرین کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔

وہ لوگ جو اپنے شہروں اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے۔

اور تاریخ کے ناطے اس پر غور کر لیتے کہ پھر انصار سے ان کے بھائی چارے کی کیا ضرورت تھی۔ اور انصار نے جو اپنے کھجور کے درخت انہیں پیش کئے اس کی کیا ضرورت واقع ہوئی تھی اور ان تمام واقعات کی تفصیل خود حکیم صاحب نے بیان کی ہے۔" یہ تمام امور اس کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ تاریخ کا ہرگز مقصود یہ نہیں ہوتا کہ آگے پیچھے سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ اور عقل کو بالائے طاق رکھ دیا جائے۔ یہ کام تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کے پیش نظر کوئی خاص مخفی منصوبہ ہو۔

اس سے قبل کہ ہم اس واقعہ کی حقیقت پیش کریں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاک وہند کے سب سے بڑے مؤرخ علامہ شبلی مرحوم کا نقطۂ نگاہ بھی پیش کر دیا جائے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

نبوت کا تیرہواں سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ پہنچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت ﷺ نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پر اثر ہے۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گو اس وقت آٹھ برس کی تھیں۔ لیکن ان کا بیان در حقیقت خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان ہی سے سُن کر کہا ہوگا۔ اور ابتدائے واقعہ میں وہ خود بھی موجود تھیں۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان المدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بناء پر انہوں نے دار الندوہ میں جو دار الشوریٰ تھا۔ اجلاس عام کیا۔ ہر قبیلہ کے رؤساء یعنی عتبہ، ابو سفیان، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث بن کلدہ، ابو البختری بن ہشام، زمعۃ بن اسود بن مطلب، حکیم بن حزام، ابو جہل، نبیہ، منبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ سب شریک تھے۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ ایک نے کہا محمد کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا جلا وطن کرنا کافی ہے۔ ابو جہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے۔ اس صورت میں اُن کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور آلِ ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس اخیر رائے پر اتفاق ہو گیا۔

اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لئے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت ﷺ نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی۔ تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا۔ آپ کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپ کو قریش کے ارادے کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ قریش آپ

کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ ﷺ کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے۔ لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

شبلی مرحوم نے اوپر یہ دعویٰ کیا تھا کہ چونکہ ہجرت کا واقعہ صحیح بخاری میں بالتفصیل موجود ہے۔ اس واقعہ کو ہم بخاری سے نقل کرتے ہیں۔ تو ہم اللہ کو حاضر ناظر مان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں سے ایک لفظ بھی صحیح بخاری میں موجود نہیں۔ ہاں ان کی اس داستاں سرائی سے جس کے اصل بانی ابن اسحاق او رواقدی ہیں چند سوالات ضرور ذہن میں آتے ہیں۔

(۱) جب اہل عرب زنا نخانے میں داخل ہونے کو معیوب تصور کرتے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹانے اور انہیں چادر اوڑھانے میں کیا حکمت پوشیدہ تھی۔ اور گھر میں اُن کے لئے کیا خطرہ ہو سکتا تھا جو اسے بلاوجہ ہوا بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ جو سبائیوں کے پیش نظر تو انہیں مشکل کشا بنانا تھا۔ لیکن اہل سنت کے پیش نظر آخر کیا ہے۔ جو انہیں یہ قلابازیاں کھانے کی ضرورت پیش آئی۔

(۲) حکیم عبدالروٴف نے مجلس شوریٰ کے اجلاس سے بنو عبد مناف کو علیحدہ کیا تھا۔ آپ نے بنو ہاشم کو۔ ان دونوں جملوں سے بہت بڑا فرق واقع ہوتا ہے۔ حکیم عبدالروٴف کے بقول اس اجلاس میں عتبہ، ابوسفیان اور زمعۃ بن الاسود بن المطلب شریک ہی نہ تھے۔ کیونکہ ان تینوں کا تعلق بنو عبد مناف سے تھا۔ اور علامہ شبلی نے ان تینوں کا نام فہرست میں شامل کیا ہے اور اتفاق سے دونوں حضرات نے اس فہرست کے لئے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا گویا یہ فہرست تو خود ساختہ ہے اُس دور کے جتنے افراد کے نام ذہن میں آتے گئے لکھتے گئے۔ اور اس کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ اس فہرست میں حکیم بن حزام کا نام بھی موجود ہے۔ حالانکہ شبلی نے خود مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ یہ زید بن عمرو بن نفیل سے متاثر تھے۔ اسی لئے بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ حضور کے بچپن کے دوست تھے، جنگ بدر انہوں نے رکوانے کی کوشش کی تھی اور جب حضور شعب بنی ہاشم میں محصور تھے تو یہ چھپ کر غلہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک جانب تو حالتِ کفر میں بھی ان کی یہ خوبیاں گنوائی جائیں۔ اور انہیں

حضور کا دوست ثابت کیا جائے۔ دوسری جانب منصوبہ قتل میں ان کا نام شامل ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے مؤرخین نے ان کا نام شامل کیا ہے۔

شبلی مرحوم آگے لکھتے ہیں۔

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پر گئے۔ دستور کے موافق دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو۔ بولے کہ یہاں آپ کی حرم کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت بیتابی سے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہو گا۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے لئے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔ محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ ارشاد ہوا اچھا مگر بہ قیمت۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت کم سن تھیں۔ ان کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ سفر کا سامان کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں۔ پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا۔ جس کی بناء پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نے یہ پیرا گراف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ لیکن صحیح بخاری کے ابتدائی الفاظ میں برملا تحریف کی۔ کیونکہ بخاری میں تو اسی دن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے ہجرت شروع ہو گئی۔ شبلی نے ابوبکر کے گھر جانے اور اس تمام گفتگو کو دو تین دن قبل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ تا کہ صحیح بخاری کا نام بھی باقی رہے۔ اور واقدی و ابن اسحاق کی داستاں بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ دراصل اس مقام پر علامہ شبلی نے دو کشتیوں میں پاؤں ٹکا رکھے ہیں یعنی حدیث اور تاریخ۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ کوئی

کشتی قابو سے باہر نہ ہو۔ لیکن اس کام کے لئے تاریخی داستاں کا ساتھ چھوڑنے کے لئے تو وہ ہرگز تیار نہیں۔ بلکہ اس کی بقا کے لئے جا بجا حدیث میں ضرور تحریف سے کام لیا ہے۔

ایک جانب تو یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور راہ کے تمام واقعات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان ہی سے نقل کیے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر سے ہجرت کی تھیں۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کس وقت' اور کہاں آپ سے آکر ملے۔ حکیم عبدالرؤف نے اس کا یہ حل نکالا کہ رات کو دوبارہ حضور کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ تا کہ آپ وہاں سے زادِراہ لے سکیں اور سواری پر سوار ہو سکیں۔ لیکن شبلی نے زادِ راہ تین دن قبل بندھوالیا۔ حالانکہ کھانا تین روز قبل کوئی نہیں بندھواتا۔ اور وہ اشکالات علی حالہ قائم رہے۔ یہ اشکالات اسی صورت میں رفع ہو سکتے تھے۔ جب کہ صحیح بخاری کی روایت کو من وعن قبول کیا جاتا۔ لیکن پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کانٹوں کا بستر کیسے تیار ہوتا۔ اور ان کی یہ فضیلت کیسے ثابت ہوتی۔ حالانکہ نہ ہر فضیلت ہر صحابی کو حاصل ہوتی ہے اور نہ ہر صحابی کو ہر واقعہ میں زبردستی گھسیٹا جا سکتا ہے۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے اُن کو بے خبر کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو سوتا ہوا چھوڑ کر باہر آئے۔

ہم علامہ شبلی کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے کم از کم سروں پر خاک ڈالنے اور پھر ہر ایک کے سر سے خاک جھڑوانے کے عمل کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ انہیں بھی اس کے مہمل ہونے کا احساس ہو گیا تھا۔ لیکن ہم قسم کھا کر یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری میں گھر کے محاصرہ کرنے اور رات کے نکلنے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

کعبہ کو دیکھا اور فرمایا مجھ کو تمام دنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔

حیرت ہے کہ شب کی تاریکی میں کعبہ کیسے نظر آیا۔ کیا وہاں بجلی کے قمقمے جگمگا رہے تھے۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی (یہ شبلی کے ذہن کی پیداوار ہے)

دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہِ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو نوخیز جوان تھے۔ شب کو غار میں سوتے۔ صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ خبر ملتی۔ شام کو آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ اور آپ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی۔ لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں۔ اس طرح تین راتیں غار میں گزریں۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ظالموں نے آپ کو پکڑ کر اور تھوڑی دیر حرم میں لے جا کر رکھا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔

یہ جملہ شبلی نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے، لیکن جب بقولِ شبلی عرب زنخانے میں داخل نہ ہوتے تھے تو پھر مکان میں داخل ہوئے بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر پر کیسے نظر آ گئے اگر یہ کہا جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ضرورت سے باہر نکلے تو ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ تو اسے عقل سلیم قبول کر لیتی۔ لیکن پھر بستر پر سلانے کا عمل بے کار ہو جاتا۔ ہاں طبری کے بیان سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا بلاوجہ بستر کو کانٹوں کا بستر بنایا جا رہا تھا۔ اس لئے کہ جس ردعمل کو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی وہاں وہ ردعمل کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا۔ اور چند منٹ حرم میں بٹھانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا گیا۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ شبلی آگے لکھتے ہیں۔

پھر کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آ گئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غمزدہ ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن اس قدر قریب آ گئے کہ اگر اپنے قدموں پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آ گئے تو اللہ نے حکم دیا۔ دفعۃً ببول کا درخت اگا۔ اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپالیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے۔ اور گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔ حرم کے کبوتر ان ہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ اس روایت کو مواہب لدینہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ اور زرقانی نے بزاز وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں۔ لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے۔ اس کی نسبت امام فن رجال یحییٰ بن معین کا قول ہے لَا شَیءُ یعنی ہیچ ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے۔ اس روایت کا ایک اور راوی ابو مصعب مکی ہے۔ وہ مجہول الحال ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس روایت کے موضوع ہونے پر ہم بھی شبلی نعمانی سے متفق ہیں۔ لیکن کاش وہ ہر روایت کی اسی طرح چھان بین کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ تاریخ کے معاملہ میں سب نے چشم پوشی اختیار کی۔ اور کسی نے بھی اسے تنقیدی نگاہ سے نہیں دیکھا شیعوں نے اسے اپنے مذہبی اور سیاسی مفاد کے لئے استعمال کیا۔ جس کے نتیجے میں ہم سبائی داستانوں کے پھندے میں ایسے پھنسے کہ گلے تک اس میں دھستے چلے گئے اور کسی کو احساس بھی نہ ہوا کہ کیا ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہی داستانیں اب ہمارے لئے دین وایمان بن گئیں۔